قادر نہیں ہے جو بدیہی ہیں اور جب بدیہی تصدیقات کے حاصل کرنے پر قادر نہیں ہو تو کل تصدیقات کے حاصل کرنے پر قادر نہیں ہے ہمنے جو یہ کہا ہے کہ بندہ تصورات
کے حاصل کرنے پر قادر نہیں ہے ہمارے اس قول کی یہ دلیل ہے کہ تصورات کے طالب اور تصورات کے حاصل کرنیوالے کو اگر تصورات حاصل ہیں تو اُسے اُن کا
طالب ہونا اور اُن کا حاصل کرنا ناممکن ہے کیونکہ تحصیل حاصل (یعنی جو چیز حاصل ہو چکی ہے اُسے پھر دوبارا حاصل کرنا) ناممکن ہے اور اگر تصورات کا طالب تصورات
سے غافل اور جاہل ہے تو وہ اُن کا طالب نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جو شخص کسی چیز سے غافل اور جاہل ہے وہ اُسے طلب نہیں کرسکتا۔ اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے
کہ یہ کیوں نہیں ہو سکتا کہ شے ایک وجہ سے معلوم ہو اور دوسری وجہ سے مجہول تو ہم اس کا یہ جواب دینگے کہ جس وجہ پر یہ بات صادق آتی ہے کہ وہ معلوم ہے وہ اور
ہے اور جس وجہ پر یہ صادق آتا ہے کہ وہ معلوم نہیں ہے وہ اور ہے اگر دونوں وجہیں ایک ہوں تو ایک چیز پر نفی اور اثبات کا صادق ہونا لازم آئیگا اور ایک چیز پر
نفی اور اثبات کا صادق ہونا ناممکن ہے جب یہ ثابت ہوگیا کہ وجہ معلوم اور وجہ غیر معلوم دونوں ایک نہیں ہیں بلکہ وہ اور ہے اور وہ اور تو اب ہم یہ کہتے ہیں کہ وجہ
معلوم کی تحصیل اور طلب ناممکن ہے کیونکہ وجہ معلوم کی تحصیل۔ تحصیل حاصل ہے اور تحصیل حاصل ناممکن ہے اور وجہ غیر معلوم کی تحصیل اور طلب بھی ناممکن ہے کیونکہ
انسان جس چیز سے غافل اور جاہل ہے اُسے حاصل نہیں کرسکتا اور یہ جو ہمنے کہا ہے کہ جب بندہ تصورات کے حاصل کرنے پر قادر نہیں ہے تو اُن تصدیقات کے حاصل
کرنے پر بھی قادر نہیں ہے جو بدیہی ہیں ہمارے اِس قول کی دلیل یہ ہے کہ ذہن میں بدیہی قضیے کے موضوع اور محمول کے حاصل ہونیکے وقت یا اُن دونوں کے حاصل
ہوتے ہی اُن دونوں میں نفی یا اثبات کے ساتھ جو اسناد اور نسبت ہے۔ اُسکے ساتھ ذہن کا جزم کرنا لازم ہے یا نہیں اگر لازم نہیں ہے تو وہ قضیہ بدیہی نہیں ہے بلکہ مشکوک
اور نظری ہے اور اُسے بدیہی فرض کرچکے ہیں اگر لازم ہے تو موضوع۔ محمول کے تصور حاصل ہونیکے وقت اِس تصدیق کا حاصل ہونا واجب اور ضروری ہے اور جسوقت اُن
دونوں کا تصور نہ ہو تو اُس وقت اِس تصدیق کا حاصل ہونا ناممکن ہے اور جس چیز کا نہ ہونا اور ہونا اُس شے کے نہ ہونے اور ہونیکے ساتھ واجب و ضروری ہے
جس کا نہ ہونا اور ہونا بندے کی قدرت اور اختیار میں نہیں ہے تو اُس چیز کا بھی نہ ہونا اور ہونا بندے کی قدرت اور اختیار میں ضرور بالضرور نہ ہوگا تو یہ امر ثابت
ہوگیا کہ بدیہی تصدیقات کے حاصل کرنے پر بندہ قادر نہیں ہے اور یہ جو ہم نے کہا ہے کہ جب بدیہی تصدیقات کے حاصل کرنے پر بندہ قادر نہیں ہے تو اُسے
تصدیقات میں سے کسی تصدیق کے حاصل کرنے کی قدرت نہیں ہے ہمارے اِس قول کی دلیل یہ ہے کہ جو تصدیق بدیہی نہیں ہے ضرور بالضرور نظری ہے تو ان
بدیہی تصدیقات کے حاصل ہونیکے وقت اُسکا حاصل ہونا ضروری اور واجب ہے یا نہیں اگر ان بدیہی تصدیقات کے حاصل ہونیکے وقت اُس کا حاصل ہونا
ضروری نہیں ہے تو ان مقدمات کے صادق ہونے سے اُسکا صادق ہونا لازم اور ضروری نہ ہوا اور جب لازم اور ضروری نہ ہوا تو یہ یقینی استدلال نہ ہوا۔ بلکہ ظنی
یا تقلیدی ہوا۔ اگر ان تصدیقات کے حاصل ہونیکے وقت اِس تصدیق کا حاصل ہونا ضروری ہے تو ان بدیہی قضایا کے نہونے اور ہونیکے ساتھ ان نظری تصدیقات
کا نہونا اور ہونا واجب اور ضروری ہوا۔ اور ان بدیہی قضایا کا نہونا اور ہونا بندے کے اختیار میں نہیں تو ان نظری تصدیقات کا بھی نہ ہونا اور ہونا بندے کے
اختیار میں نہ ہوا لہٰذا یہ ثابت ہوگیا کہ ان نظری تصدیقات میں سے کسی تصدیق کے حاصل کرنیکی بندے کو قدرت نہیں ہے (دوسری دلیل) یہ ہے کہ انسان کسی چیز کے
موجود کرنے پر جبھی قادر ہوتا ہے کہ اُس میں اور اُن چیزوں میں جو اُسکی مقابل ہیں فرق اور امتیاز کر سکے تو علم کے موجود کرنے پر بھی اُسی وقت قادر ہوگا کہ اُس میں اور
اُسکے مقابل یعنی جہل میں فرق اور امتیاز کر سکے اور علم اور جہل میں فرق اور امتیاز یہی ہے کہ علم معلوم کے مطابق ہے اور جہل مطابق نہیں ہے اور یہ بات کہ یہ علم ہے یا جہل
ہے معلوم کے مطابق ہے یا نہیں ہے انسان کو اُسی وقت معلوم ہو سکتی ہے جسوقت وہ معلوم کو اُسی طرح جان لے جس طرح وہ واقع میں ہے تو انسان کسی شے کے علم کو
اُسی وقت ایجاد اور حاصل کرسکتا ہے جسوقت کہ اُسے اُس شی کا علم ہو اور علم حاصل ہونیکے وقت علم کا حاصل کرنا ناممکن ہے کیونکہ یہ تحصیل حاصل ہے اور تحصیل حاصل
ناممکن ہے تو یہ ثابت ہوگیا کہ بندہ علم کے ایجاد کرنے اور طلب کرنے پر قادر نہیں (تیسری دلیل یہ ہے کہ فکر اور نظر کا واجب ہونا بدیہی ہے یا نظری یا سمعی اور نقلی یعنی اللہ
تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واجب کرنے سے فکر اور نظر کا کرنا واجب ہوا ہے (پہلی صورت) باطل ہے کیونکہ بدیہی وہی چیز ہے جس میں تمام عقلا شریک ہیں اور

جب بندہ تصورات کے حاصل کرنے پر قادر نہیں ہے تو بدیہی
تصدیقات کے حاصل کرنے پر بھی قادر نہیں ہے۔

جب بدیہی تصدیقات کے
حاصل کرنے کی قدرت نہیں تو
بندے کو کسی تصدیق کے
حاصل کرنے کی قدرت نہیں

دوسری دلیل

تیسری دلیل

اور حق ہوں [illegible] اور فکر اور نظر کا واجب ہونا ایسا نہیں ہے بلکہ بہت سے عاقل فکر اور نظر کو برا جانتے ہیں [illegible]
پہنچاتا ہی لہذا فکر کرنے سے احتراز اور اجتناب کرنا واجب اور ضروری ہی اور (دوسری صورت) بھی باطل ہی کیونکہ جب فکر اور نظر کے واجب ہونیکا علم نظری ہی۔ یعنی فکر اور
نظر سے حاصل ہوا ہی تو فکر اور نظر کرنیسے پہلے فکر اور نظر کے واجب ہونیکا علم نہیں ہو سکتا تو فکر اور نظر کرنیسے پہلے فکر اور نظر کے واجب ہونیکے علم کے حاصل کرنیکی تکلیف
دینی تکلیف مالایطاق (یعنی ایسی چیز کے کرنے کی تکلیف دینی ہی جس کے کرنے پر بندہ قادر نہیں ہی) ہے اور فکر اور نظر کرنیکے بعد بھی فکر اور نظر نہیں کرسکتا کیونکہ فکر اور
نظر کرنیکے بعد فکر اور نظر کرنیسے کچھ فائدہ نہیں ہی اور تیسری صورت (یعنی اللہ کے واجب کرنیسے فکر واجب ہوا ہی) بھی باطل ہی کیونکہ فکر اور نظر کرنیسے پہلے فکر اور نظر کے واجب ہونیکو بندہ نہیں جان سکتا اور فکر اور
نظر کرنیکے بعد اسقدر بندہ پر فکر اور نظر کرنیکو واجب نہیں کرسکتا کیونکہ فکر اور نظر کرنیکے بعد فکر اور نظر کے واجب کرنیسے کچھ فائدہ نہیں ہی اور جب تینوں صورتیں باطل ہوگئیں تو یہ ثابت ہوگیا کہ فکر اور نظر کرنا واجب نہیں ہے (تیسری
بحث) یہ ہی اگر ہم یہ تسلیم کرلیں کہ فکر اور نظر سے علم حاصل ہوتا ہی اور جس فکر اور نظر سے علم حاصل ہوتا ہی بندہ اُس پر قادر ہی تو اُسکے تسلیم کرنیکے بعد ہم یہ کہتے ہیں کہ فکر اور نظر کرنا قبیح اور نازیبا ہی اور قبیح اور نازیبا کے ساتھ اللہ

پہلی دلیل

تعالی بندے کو امر نہیں کرسکتا اور اسکی کئی دلیلیں ہیں (پہلی دلیل) یہ ہی کہ فکر اور نظر غالباً فکر اور نظر کرنیوالے کو جہل اور نادانی کیطرف پہنچاتا ہی تو فکر اور نظر میں مشغول رہنے والا ایسے امر میں مشغول ہے جو
غالباً جہل اور نادانی کا سبب ہی اور جو امر غالباً جہل اور نادانی کا سبب ہی وہ قبیح اور نازیبا ہی تو ضرور بالضرور فکر قبیح اور نازیبا ہی اور اللہ تعالی قبیح اور نازیبا کے ساتھ

دوسری دلیل

بندے کو امر نہیں کرتا (دوسری دلیل) یہ ہی کہ جب ہماری عقل و فہم اسقدر ناقص اور ضعیف ہی اور ہمیں بہت سے متعارض شبہے ہوتے ہیں یعنی بعض شبہے ایک چیز
کے حق ہونے پر ہوتے ہیں اور بعض اُسی چیز کے باطل ہونے پر تو ہم میں سے کسی کو حق اور باطل کے امتیاز کرنے میں اپنی عقل پر اعتماد اور بھروسا کرنا جائز نہیں
ہی جب ہم نے مذہب والوں کو یہ دیکھا کہ ہر ایک مذہب والا یہی کہتا ہے اور دعوی کرتا ہی کہ میرا مذہب حق ہی اور مخالف کا باطل اور غلط اور جب اُنھوں نے تعصب چھوڑ دیا
اور انصاف اختیار کیا تو مذاہب کے دلائل کو متعارض اور متقابل پایا یعنی بعض دلائل سے ایک مذہب کا باطل ہونا اور دوسرے کا حق ہونا ثابت ہوتا ہی اور

تیسری دلیل

بعض سے دوسرے کا باطل ہونا اور پہلے کا حق ہونا اور یہ امر اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ عقل ان حقائق اور مسائل اور دلائل کے علم اور ادراک سے عاجز ہی (تیسری دلیل)
یہ ہی اگر دین کا مدار دلائل کے حقائق میں غور اور فکر کرنے پر ہوتا تو گھڑی بھر بھی انسان کا ایمان قائم اور برقرار نہ رہتا کیونکہ جب فکر کرنے والے کے دل میں دین کی دلیل کے
کسی مقدمے پر کوئی اعتراض اور شبہ آیا تو اُس اعتراض اور شبہے کے سبب سے اُس مقدمے میں اُسے شک ہوگیا اور جب دلیل کا ایک مقدمہ مشکوک ہوگیا تو نتیجہ بھی مشکوک
ہوگیا۔ کیونکہ مشکوک سے یقینی نتیجہ نہیں نکل سکتا لہذا یہ لازم آیا کہ دین کے مسائل کی دلیلوں کے مقدموں پر جو انسان کے دل میں اعتراض اور شبہے آتے ہیں اُن کے

چوتھی دلیل

سبب سے ہر گھڑی انسان کا دین بدلتا رہے (چوتھی دلیل) یہ ہی کہ یہ بات عام و خاص میں مشہور ہے اور ہر کہ ومہ کی زبان پر ہی مَنْ طَلَبَ الْمَالَ بِالْكِيمِيَاءِ أَفْلَسَ وَمَنْ طَلَبَ
الدِّيْنَ بِالْكَلَامِ تَزَنْدَقَ (جس نے کیمیا کے ساتھ مال طلب کیا وہ مفلس ہوا اور جس نے علم کلام کے ساتھ دین طلب کیا وہ زندیق اور کافر ہوا) اور یہ قول اس بات پر
دلالت کرتا ہی کہ علم کلام کا دروازہ کھولنا جائز نہیں ہی (چوتھی بحث) یہ ہی اگر ہم یہ تسلیم کرلیں کہ فکر اور نظر فی ذاتہ قبیح اور نازیبا نہیں ہی تو ہم یہ بات دلیل سے ثابت کرتے
ہیں کہ اللہ تعالی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بندوں کو فکر کرنیکا امر نہیں کیا ہی اور اسکی دلیل یہ ہی کہ ان مطالب اور مسائل کی دلیلوں کا علم یا بدیہی ہی اُسکے سیکھنے
اور دوسرے سے حاصل کرنیکی حاجت نہیں ہی یا ایسا نہیں ہی بلکہ اُسکے حاصل ہونے میں تامل اور تفکر کرنے اور دوسرے سے حاصل کرنیکی ضرورت اور حاجت ہی۔
پہلی صورت (یعنی ان مسائل کے دلائل کا علم بدیہی ہی کسی سے سیکھنے کی ضرورت نہیں) باطل ہی ورنہ اِن مسائل کے دلائل کا علم سب آدمیوں کو ہوتا اور یہ کہنا کہ ان مسائل
کے دلائل کا علم سب آدمیوں کو ہے محض غلط اور صریح مکابرہ ہی اور نیز ہمنے اُن لوگوں کا تجربہ اور امتحان کیا ہی جو اس علم میں سب سے زیادہ ذکی ہیں۔ اُستاذ اور تصنیفات
سے مدد لینے کے بعد بھی سالہا سال میں ان مسائل کے دلائل کا علم اُنھیں حاصل نہ ہوسکا۔ اگر دوسری صورت ہی (یعنی ان مسائل کے دلائل کا علم بدیہی نہیں ہی اور تامل
اور تفکر کرنے اور سیکھنے کی ضرورت ہی) تو بے انتہا مشق اور مزاولت اور بہت سے مباحثے کے بغیر انسان کو ان مسائل کے دلائل کا علم حاصل نہیں ہوسکتا اگر دین ان
مسائل کے دلائل کے جاننے پر موقوف ہوتا تو ان مسائل کے پوچھنے اور ان دلائل کے پورے پورے طور سے جاننے کے امتحان اور تجربہ کرنیکے بغیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ

کرتے تو یہ بات مشہور اور معروف ہو جاتی اور جب یہ بات مشہور اور معروف نہوئی بلکہ تواتر اور یقینی طریق کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ امر مشہور اور منقول ہے کہ آپ اُن لوگوں کے مسلمان ہونیکا حکم فرمادیا کرتے تھے جنکی نسبت آپ بالبداہتہ یہ جانتے تھے کہ اُن کے دل میں ان مسائل اور دلائل میں سے کسی مسئلے اور دلیل کا خیال بھی نہیں آیا ہے تو ہمیں یہ معلوم ہوا کہ ان مسائل اور ان مسائل کے دلائل کے جاننے کا دین میں اعتبار نہیں ہے اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ اصلی دلائل اکثر عقلا جانتے ہیں البتہ اُن دلائل پر جو اعتراض اور شبہے ہوتے ہیں اُنکے دور کرنے اور جواب دینے میں تامل اور تفکر کرنے اور زیادہ تدقیق اور باریک بینی کی حاجت پڑتی ہے اور اُن اعتراضوں اور شبہوں کا جواب دینا اصل دین میں داخل نہیں ہے تو ہم اس کا یہ جواب دینگے کہ یہ اعتراض ضعیف ہے۔ کیونکہ دلیل میں کمی بیشی نہیں ہوسکتی اسکی دلیل یہ ہے اگر کوئی دلیل دس مقدموں سے مرکب ہو تو جس شخص کو ان دسوں مقدموں کے صحیح ہونیکا علم اور یقین ہے اُس شخص کو اِس دلیل کا پورا پورا علم اور پوری پوری معرفت ہے اُسکے اِس علم اور معرفت پر زیادتی نہیں ہوسکتی کیونکہ جو مقدمہ ان دسوں مقدموں کے علاوہ ہے اور ان دس سے زیادہ ہے اگر اُسے اس دلیل میں دخل ہے اور اس دلیل کے وجود میں اُس کا اعتبار ہے تو ہمارا یہ قول غلط ہوگیا کہ یہ دلیل فقط دس مقدموں سے مرکب ہے۔ اگر اُسے اس دلیل میں دخل نہیں ہے اور اس دلیل کے وجود میں اُسکا اعتبار نہیں ہے تو اُس کے علم سے دلیل کے علم کی زیادتی نہ ہوئی بلکہ اُس کا علم ایک ایسی چیز کا علم ہے۔ جو دلیل سے الگ ہے اور جسے دلیل سے کچھ تعلق نہیں ہے لہذا یہ ثابت ہوگیا کہ دلیل کمی بیشی کی قابل نہیں ہے۔ اور نیز اگر ان دس مقدموں میں سے نو مقدمے یقینی ہوں اور دسواں ظنی تو نتیجہ یقینی نہیں ہوسکتا کیونکہ جو چیز ظنی پر موقوف اور مبنی ہے اُس کا ظنی ہونا ضروری ہے لہذا یہ ثابت ہوگیا کہ دلیل کمی بیشی کی قابل نہیں ہے جب یہ بات باطل ہوگئی کہ دلیل کمی بیشی کی قابل ہے تو یہ اعتراض بھی باطل اور زائل ہوگیا اِس کی مثال یہ ہے کہ کسی آدمی نے ہوا کے صاف ہونیکے بعد مینہ اور گرج اور بجلی کو دیکھ کر سبحان اللہ کہا۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس آدمی کا سبحان اللہ کہنا اِس بات کی دلیل ہے کہ اُس نے اللہ کو دلیل سے پہچانا اور اُن لوگوں کا یہ قول غلط ہے کیونکہ وہ اللہ کو دلیل سے اُسی وقت پہچان سکتا ہے کہ دلیل کے ساتھ پہلے اس بات کو جانے کہ اس حادث کے لیئے کوئی موثر اور موجد اور پیدا کنندہ ضرور ہے۔ پھر دلیل کے ساتھ اس بات کو جانے کہ اللہ تعالی کے سوا کوئی موثر اور خالق نہیں ہوسکتا اور اس دوسرے مقدمے کو دلیل سے اُسی وقت جان سکتا ہے کہ دلیل کے ساتھ یہ بات جانے کہ آسمان اور تاروں اور طبیعت اور علت موجبہ کی طرف اس حادث کے حادث ہونیکی اسناد اور نسبت نہیں ہوسکتی اگر اس کا باطل ہونا دلیل سے نہ جانا تو اُسے اِس دوسرے مقدمے کا اعتقاد دلیل کے بغیر ہوا۔ اور یہ دوسرا مقدمہ تقلیدی ہوگیا اور جو علم اور معرفت اس تقلیدی مقدمے پر مبنی اور موقوف ہے وہ بھی تقلیدی ہوگیا۔ یقینی نہ رہا ہمارے اِس بیان سے یہ ثابت ہوگیا کہ اُن لوگوں کا یہ قول کہ سبحان اللہ کہنا اِس بات کی دلیل ہے کہ اس آدمی نے اللہ کو دلیل سے پہچانا غلط ہے (

## پانچویں بحث علم کلام میں مشغول ہونا بدعت ہے

پانچویں بحث) یہ ہے کہ علم کلام میں مشغول ہونا بدعت ہے اور اس بات کی دلیل قرآن اور حدیث اور اجماع اور قول سلف اور حکم شرعی ہے قرآن کی یہ دو آیتیں علم کلام کے بدعت ہونے کی دلیلیں ہیں مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ (انھوں نے عیسیٰ کی مثال تجھے صرف مجادلے کے طور سے بیان کی ہے بلکہ یہ جھگڑالو قوم ہے) اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں جدل اور مناظرے کی مذمت اور برائی بیان کی ہے وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ (جو لوگ ہماری آیتوں میں غور اور خوض کرتے ہیں جب تو انھیں دیکھے تو اُن سے یہانتک اعراض کر کہ وہ کسی اور بات میں غور اور خوض کرنے لگیں) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ امر فرمایا کہ جب وہ لوگ ہماری آیتوں میں غور اور خوض کرنے لگیں تو اُن سے اعراض کر اور اُنکی طرف ملتفت نہ ہو اور علم کلام کا بدعت ہونا ان تین حدیثوں سے ثابت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تَفَكَّرُوْا فِي الْخَلْقِ وَلَا تَفَكَّرُوْا فِي الْخَالِقِ (خلق میں فکر کرو اور خالق میں فکر نہ کرو) عَلَيْكُمْ بِدِيْنِ الْعَجَائِزِ (بڑھیوں کا دین اختیار کرو) اِذَا ذُكِرَ الْقَدَرُ فَاَمْسِكُوْا (جب تقدیر کا ذکر ہو تو سکوت اختیار کرو اور کچھ نہ کہو) اور یہ بات کہ علم کلام کا بدعت ہونا اجماع سے ثابت ہے اسکی تقریر یہ ہے کہ علم کلام ایک ایسا علم ہے کہ جس میں صحابہ نے بحث اور کلام نہیں کیا ہے جب صحابہ نے اُس میں بحث اور کلام نہیں کیا تو وہ بدعت ہے اور جب بدعت ہے

ان مسائل پر دلائل قائم کرنے اور اُن میں مباحثہ کرنے کے لیئے قائم کیا تھا بلکہ جو لوگ علم کلام میں غور اور خوض کرتے تھے صحابہ اُنکو اسقدر بُرا جانتے تھے کہ اُور لوگ اسقدر بُرا نہیں جانتے تھے اور جب یہ ثابت ہوگیا کہ صحابہ نے علم کلام میں بحث اور کلام نہیں کیا تو یہ ثابت ہوگیا کہ علم کلام بدعت ہے اور اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ ہر ایک بدعت حرام ہے تو علم کلام حرام ہوا۔ اور جن آثار اور اقوال سے کہ علم کلام کا بدعت ہونا ثابت ہوتا ہے وہ ذیل میں درج ہیں مالک بن انس نے ارشاد فرمایا ہے بدعتوں سے بچو۔ لوگوں نے کہا اے ابو عبد اللہ کونسی چیزیں بدعتیں ہیں آپنے فرمایا جو لوگ اللہ کے اسمار اور صفتوں اور کلام میں بحث اور کلام کرتے ہیں اور صحابہ اور تابعین نے جس میں سکوت اختیار کیا ہے اُس میں سکوت اختیار نہیں کرتے وہ لوگ اہل بدعت ہیں۔ کسی نے سفیان بن عیینہ سے علم کلام کی نسبت دریافت کیا آپنے فرمایا سنت پر چلو اور بدعت کو چھوڑو۔ شافعی رحمۃ اللہ نے کہا ہے علم کلام میں مبتلا ہونے سے شرک کے سوا اور سب گناہوں میں بندہ کا مبتلا ہونا بہتر ہے اور یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ اگر ایک شخص دوسرے شخص کے لیئے اپنی علمی کتابوں کی وصیت کرے اور اُن میں علم کلام کی بھی کتابیں ہوں تو علم کلام کی کتابیں وصیت میں داخل نہ ہونگی۔ شافعی رضی اللہ عنہ کے اس قول سے یہ ثابت ہوا کہ علم کلام کی کتابیں علمی کتابیں نہیں ہیں اور علم کلام علم نہیں ہے اور جو حکم شرعی ہمارے اِس مدعی کی دلیل ہے وہ یہ ہے کہ اگر کسی نے علمار کے لیئے وصیت کی تو اس وصیت میں متکلم یعنی عالم علم کلام داخل نہ ہوگا۔ اِس حکم شرعی سے یہ ثابت ہوا کہ متکلم عالم نہیں ہے اور علم کلام علم نہیں ہے واللّٰہ اَعلَم فکر اور استدلال اور علم کلام میں جن لوگوں نے طعن کیا ہے یہ اُنکے کلام کا مجموعہ ہے **جواب ازشبہات منکرین علم کلام** جو شبہے اور اعتراض اسبات پر ہیں کہ فکر اور نظر سے علم حاصل نہیں ہوتا وہ فاسد ہیں کیونکہ یہ شبہے بدیہی نہیں ہیں بلکہ نظری ہیں لہذا اُنھوں نے فکر اور نظر کے بعض انواع اور اقسام کے ساتھ اُسکے کل انواع اور اقسام کو باطل کیا اور اس میں تناقض ہے اور جو شبہے اِس بات پر ہیں کہ فکر اور نظر پر بندہ قادر نہیں ہے وہ بھی فاسد ہیں کیونکہ منکرین علم کلام ان شبہوں کے نکالنے پر قادر اور مختار ہیں تو اُن کا یہ قول باطل ہوگیا کہ فکر اور نظر اختیاری نہیں ہے اور جو شبہے اِس امر میں ہیں کہ فکر اور نظر پر اعتماد اور بھروسا کرنا قبیح اور نازیبا ہے وہ شبہے باہم تناقض و متقابل ہیں کیونکہ اُن شبہوں سے یہ لازم آتا ہے کہ منکرین علم کلام نے جو اِن شبہوں پر اعتماد اور بھروسا کیا اُن کا یہ اعتماد اور بھروسا کرنا قبیح اور نازیبا ہے اور جو شبہے اِس امر پر ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فکر اور نظر کرنے اور دلائل قائم کرنے کا امر نہیں کیا ہے وہ شبہے بھی باطل ہیں کیونکہ ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ سبکے سب نبی فکر اور نظر کرنے کے ساتھ امر کرنے ہی کے لیئے آئے ہیں منکرین علم کلام نے اللّٰہ تعالیٰ کے قول مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا سے جو استدلال کیا ہے کہ اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جدل کی مذمت بیان کی ہے تو اِس استدلال کا یہ جواب ہے کہ اِس آیت میں جدل سے باطل کے ساتھ مجادلہ اور مناظرہ کرنا مراد ہے تاکہ اِس آیت اور اِس دوسری آیت میں مطابقت ہو جائے وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ یعنی جو طریق سب طریقوں سے اچھا ہے اُس طریق کے ساتھ اُن سے مجادلہ اور مناظرہ کر اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مجادلہ اور مناظرہ کرنے کا حکم کیا تو معلوم ہوا کہ پہلی آیت میں اُس مجادلے اور مناظرے کی بُرائی ہے جو باطل کے ساتھ ہو اور اللہ تعالیٰ کے قول وَاِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْ اٰیٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ یعنی جو لوگ ہماری آیتوں میں غور اور خوض کرتے ہیں تو اُن سے اعراض کر سے جو استدلال کیا ہے اُس کا یہ جواب ہے کہ اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے خوض کی مذمت اور بُرائی بیان کی ہے اور خوض فکر اور نظر کو نہیں کہتے ہیں بلکہ خصومت اور جھگڑنے کو کہتے ہیں تو اس آیت سے فکر اور نظر کی بُرائی ثابت نہیں ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اپنے قول تَفَكَّرُوْا فِی الْخَلْقِ یعنی خلق میں فکر کرو میں جو خلق میں فکر کرنے کا امر کیا ہے تو یہ امر صرف اسی سبب سے کیا ہے کہ اُس سے خالق کی معرفت حاصل ہو اور یہی ہمارا مقصود اور مدعی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت خلق میں فکر کرنے سے حاصل ہوتی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول عَلَیْكُمْ بِدِیْنِ الْعَجَائِزِ یعنی بڑھیوں کا دین اختیار کرو سے یہ مراد ہے کہ اپنے کل کام اللہ کے تفویض اور سپرد کرو اور سب کاموں میں اللہ پر اعتماد اور بھروسا رکھو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اِذَا ذُکِرَ الْقَدَرُ فَاَمْسِکُوْا یعنی جب قدر کا ذکر ہو تو سکوت اختیار کرو

جن آثار اور اقوال سے کہ علم کلام کا بدعت ہونا ثابت ہوتا ہے وہ ذیل میں درج ہیں

فرمانے سے۔ ہر چیز مین فکر کرنے سے منع فرمانا لازم نہین آتا۔ اور اجماع سے جو استدلال کیا ہی۔ اُسکا یہ جواب ہی۔ اگر تمہاری یہ مراد ہی۔ کہ صحابہ نے متکلمین کے الفاظ اور اصطلاحون کا استعمال نہین کیا ہی۔ تو ہم اسے تسلیم کرتے ہین۔ لیکن اِس سے علم کلام مین کسی طرح کی خرابی لازم نہین آتی جسطرح صحابہ نے فقہا کے الفاظ اور اصطلاحون کا استعمال نہین کیا اور اِس سے فقہ مین کسیطرح کی خرابی لازم نہ آئی۔ اور اگر تمہاری یہ مراد ہو کہ صحابہ نے اللہ تعالی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دلیل سے نہین پہچانا تو تمہارا یہ قول بدترین اقوال ہی۔ اور سلف نے جو علم کلام پر تشدد کیا ہی۔ تو اُس علم کلام سے اُن کی مراد اہل بدعت کا علم کلام ہی۔ اور وصیت کے مسئلے سے جو استدلال کیا ہے اُسکے مقابل اور معارض۔ وصیت کا یہ دوسرا مسئلہ ہی یعنی اگر کسی شخص نے اُن لوگون کیلئے وصیت کی جنکو اللہ تعالی کی ذات اور صفات اور افعال اور اللہ تعالی کی نبیون اور رسولون کی معرفت حاصل ہی۔ تو اِس وصیت مین فقیہ داخل نہ ہوگا۔ اور نیز وصیتون کا دارمدار عرف پر ہی۔ یہ اِس مسئلے کی پوری تقریر ہی۔ واللہ اعلم۔ (دوسرا مسئلہ) عبادت کی حقیقت ہم اللہ تعالی کے قول اِيَّاكَ نَعْبُدُ کی تفسیر مین بیان کرچکے ہین۔ اور تہذیب کے مصنف ازہری نے ابن انباری سے یہ روایت کی ہی۔ کہ خلق کے معنی تقدیر (یعنی اندازہ کرنا) اور تسویہ (یعنی برابر کرنا) کے ہین۔ اور آیات اور اشعار اور محاورات سے وہ اِس پر دلیل لائے ہین جن آیتون سے استدلال کیا ہی۔ وہ تین ہین پہلی آیت اللہ تعالی کا یہ قول ہی اَحْسَنُ الْخَالِقِيْن (یعنی سب اندازہ کرنے والون سے بہتر) اِس آیت مین خلق کی معنی تقدیر یعنی اندازہ کرنیکے ہین اور دوسری آیت اللہ تعالی کا یہ قول ہی وَتَخْلُقُوْنَ اِفْكًا۔ (یعنی تم جھوٹ کا اندازہ کرتے ہو) اِس آیت مین بھی خلق کے معنی تقدیر کے ہین اور تیسری آیت اللہ تعالی کا یہ قول ہی وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ (یعنی جسوقت تو پرند کی صورت کا مٹی سے اندازہ کرتا ہی) اِس آیت مین بھی خلق کے معنی تقدیر یعنی اندازہ کرنے کے ہین۔ اور جن اشعار سے استدلال کیا ہی اُن مین سے پہلا یہ زہیر کا شعر ہی ؎

وَلَانْتَ تَفْرِىْ مَا خَلَقْتَ وَبَعْـ ... ـضُ الْقَوْمِ يَخْلُقُ ثُمَّ لَا يَفْرِىْ

اور جس چیز کا تو اندازہ کرتا ہی تو اُسے شق کرڈالتا ہی ... اور بعض آدمی اندازہ تو کرلیتے ہین۔ اور شق نہین کرتے

اِس شعر مین بھی خلق کے معنی تقدیر اور اندازہ کرنیکے ہین۔ اور دوسرا شعر کسی اور شاعر کا ہی ؎

وَلَا يَئِطُّ بِاَيْدِى الْخَالِقِيْنَ وَلَا ... اَيْدِى الْخَوَالِقِ اِلَّا جَيِّدُ الْاَدَمِ

گردن ہی کا چمڑا اندازہ کرنیوالون کے ہاتھون ... اور اندازہ کرنے والیونکے ہاتھون کی زیارت کرتا ہے۔

اِس شعر مین خالقین کے معنی اندازہ کرنیوالے۔ اور خوالق کی معنی اندازہ کرنے والیان ہین۔ اور جن محاورات سے استدلال کیا ہی۔ اُن مین سے ایک محاورہ یہ ہی خَلَقَ النَّعْلَ یعنی جوتے کا اندازہ کیا۔ اور اسکی مثال کیساتھ اُس کا اندازہ کرکے اُسے برابر کیا۔ اور جن باتون کی تصدیق نہین کرسکتے ہین۔ اُنکو جو عرب احادیث الخلق کہتے ہین۔ ان کا یہ قول بھی اِسی محاورے سے ماخوذ ہی یعنی اندازہ کی ہوئی باتین۔ اور اللہ تعالی کا قول اِنْ هٰذَآ اِلَّا خُلُقُ الْاَوَّلِيْنَ بھی اِسی محاورے سے ماخوذ ہی یعنی یہ اگلے لوگونکا اندازہ ہی ہی۔ اور خلاق نیکی کی مقدار کو کہتے ہین۔ اور هُوَ خَلِيْقٌ کے یہ معنی ہین۔ کہ وہ لائق ہی۔ اور لائق کو خلیق اِس سبب سے کہتے ہین۔ کہ گویا وہ ایسا شخص ہی۔ کہ خلاق یعنی نیکی کی مقدار اُسی سے ہی۔ اور چکنے پتھر کو صَخْرَةٌ خَلْقَاءُ اِس سبب سے کہتے ہین کہ وہ ہموار اور برابر ہوتا ہی۔ اور کھردرے پن مین ہمواری اور برابری نہین ہوتی۔ اور اَخْلَقَ الثَّوْبُ (یعنی کپڑا پرانا ہوگیا) بھی اِسی سے ماخوذ ہی۔ کیونکہ کپڑا پرانا ہوکر چکنا اور ہموار اور برابر ہوجاتا ہی لہذا یہ ثابت ہوگیا۔ کہ خلق کی معنی تقدیر یعنی اندازہ کرنے۔ اور استوا یعنی برابر ہونیکے ہین قاضی عبدالجبار نے کہا ہی خلق فَعْلٌ کے وزن پر ہی۔ جسکے معنی تقدیر یعنی اندازہ کرنیکے ہین۔ اور عربی زبان اِسبات کو نہین چاہتی۔ کہ خلق صرف اللہ ہی کا فعل ہی اللہ کے سوا اور کسی سے اِسکا صدور اور وقوع نہین ہوتا۔ بلکہ قرآن شریف اسکے خلاف پر شاہد اور ناطق ہی۔ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہی فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ (یعنی اللہ برکت والا ہی۔ جو سب اندازہ کرنیوالون سے بہتر ہی) اِس آیت مین اللہ کے سوا اورون پر بھی خالق کا اطلاق کیا۔ اور نیز ارشاد فرمایا ہی وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ (اے عیسے جب تو مٹی سے پرند کی صورت کا اندازہ کرتا ہی) اِس آیت مین عیسی کو خالق ارشاد فرمایا۔ چونکہ اللہ تعالی انجام اور مصلحت کے جاننے کے سبب سے

ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کو خالق کہنا محال ہے۔ کیونکہ خلق کے معنی تقدیر یعنی اندازہ کرنے اور تسویہ یعنی برابر کرنیکے ہیں۔ اور تقدیر اور اندازہ کرنا۔ فکر اور ظن اور گمان کو کہتے ہیں۔ اور یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ پر محال ہیں۔ لہذا اللہ تعالیٰ کا خالق ہونا محال ہوا۔ اور جمہور اہل سنت وجماعت کا یہ قول ہے۔ کہ خلق۔ ایجاد اور انشا یعنی پیدا کرنے کو کہتے ہیں۔ اور وہ تمام مسلمانوں کے اِس قول سے دلیل لائے ہیں لَا خَالِقَ اِلَّا اللّٰہُ (یعنی اللہ کے سوا اور کوئی خالق نہیں ہے) اور خلق کے معنی تقدیر اور اندازہ کرنیکے ہوتے۔ تو تمام مسلمانوں کا یہ قول صحیح اور درست نہ ہوتا۔ لہذا یہ معلوم ہوا کہ خلق کے معنی ایجاد اور پیدا کرنیکے ہیں (تیسرا مسئلہ) جاننا چاہیئے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کا امر کیا۔ اور عبادت کا امر اللہ تعالیٰ کے وجود کے جاننے پر موقوف ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے وجود کا علم بدیہی نہیں ہے۔ بلکہ نظری اور استدلالی ہے۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے یہاں وہ دلیلیں بیان کیں۔ جو اسکے وجود پر دلالت کرتی ہیں۔ جاننا چاہیئے۔ کہ ہم نے عقلی کتابوں میں یہ بیان کیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے ثابت کرنیکا طریق یا امکان ہے (یعنی ممکن ہونا) یا حدوث (یعنی حادث ہونا) یا دونوں کا مجموعہ اور ان میں سے ہر ایک یا جواہر میں ہے۔ یا اعراض میں۔ تو جو طریق اللہ تعالیٰ کے وجود پر دلالت کرتے ہیں۔ اُن سبکا مجموعہ چھ ہے چھ سے زیادہ نہیں ہے (پہلا طریق) ذاتوں اور جوہروں کے امکان (یعنی ممکن ہونے) سے دلیل لانا ہے اور اِسی طریق کی طرف اللہ تعالیٰ کے اِن اقوال میں اشارہ ہے۔ وَاللّٰہُ الْغَنِیُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ (اللہ ہی غنی ہے۔ اور تم محتاج ہو) فَاِنَّھُمْ عَدُوٌّ لِّیْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ (حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا۔ پروردگار عالم کے سوا وہ سب میرے دشمن ہیں) وَاَنَّ اِلٰی رَبِّكَ الْمُنْتَہٰی (تیرے رب ہی کیطرف نہایت ہے) قُلِ اللّٰہُ ثُمَّ ذَرْھُمْ (اللہ کہہ پھر انہیں چھوڑ دے) فَفِرُّوْٓا اِلَی اللّٰہِ (اللہ ہی کیطرف بھاگو) اَلَا بِذِكْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (ہوشیار اور متوجہ ہو کر سنو اللہ ہی کے ذکر سے دلوں کو اطمینان ہوتا ہے (دوسرا طریق) صفات اور عرض کے امکان (یعنی ممکن ہونے) سے دلیل لانا ہے۔ اور اسی طریق کیطرف اللہ تعالیٰ نے اپنے اِن دو قولوں میں اشارہ کیا ہے خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا) اَلَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً (جس نے زمین کو تمہارے لیئے فرش بنایا اور آسمان کو چھت (تیسرا طریق) اجسام کے حدوث (یعنی حادث ہونے) سے دلیل لانا ہے۔ اور اسی طریق کی طرف ابراہیم علیہ السلام کے اِس قول میں اشارہ ہے لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ (میں چھپ جانیوالوں کو پسند نہیں کرتا (چوتھا طریق) اعراض کے حدوث (یعنی حادث ہونے) سے دلیل لانا ہے۔ اور یہ طریق خلق کی فہم کی طرف سب طریقوں سے زیادہ قریب ہے۔ اور یہ طریق دو امروں یعنی دلائل نفس۔ اور دلائل آفاق میں منحصر ہے۔ اور آسمانی کتابیں غالبًا اِن ہی دونوں امروں پر مشتمل ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہاں اِس آیت میں اِن دونوں وجہوں کو جمع کیا ہے۔ دلائل النفس یہ ہیں۔ کہ ہم میں سے ہر ایک شخص بالبداہت یہ جانتا ہے۔ کہ میں اِس سے پہلے موجود نہ تھا۔ اور اب موجود ہوا۔ اور جو چیز نہ ہونیکے بعد موجود ہوتی ہے۔ اُس کیلیئے کوئی موجود کرنیوالا۔ اور پیدا کرنیوالا ضرور ہونا چاہیئے۔ اور اُسکا موجود کرنیوالا۔ اور پیدا کرنے والا۔ نہ وہ خود ہے۔ نہ اُسکے ماں باپ۔ نہ اور آدمی۔ کیونکہ مخلوق کا ایسی ترکیب سے عاجز ہونا ظاہر اور بدیہی ہے۔ تو ضرور بالضرور اُسکا موجود کرنیوالا۔ اور پیدا کرنے والا۔ ایک ایسا امر ہے جس کی حقیقت۔ اِن موجودات اور اِن اشخاص کی حقیقت کے مخالف ہے۔ اور جو اِن موجودات اور اِن اشخاص کے موجود کرنے اور پیدا کرنے پر قادر ہے۔ مگر اعتراض کرنیوالا یہاں یہ اعتراض کرسکتا ہے۔ کہ یہ کیوں نہیں جائز ہے۔ کہ فصلوں اور موسموں کی طبیعتیں۔ اور آسمان اور تارے ہمارے موجود کرنے والے۔ اور پیدا کرنیوالے ہوں۔ چونکہ یہاں یہ اعتراض ہوسکتا تھا۔ اِسی سبب سے اللہ تعالیٰ نے اِسکے بعد اُن دلیلوں کا ذکر کیا۔ جو اِس بات پر دلالت کرتی ہیں۔ کہ اِن چیزوں کو بھی موجود کرنیوالے اور پیدا کرنے والے کی طرف حاجت ہے۔ اور اُن دلیلوں کا ذکر اللہ تعالیٰ کے اِس قول میں ہے۔ اَلَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً یعنی جس نے زمین کو تمہارے لیئے فرش اور آسمان کو چھت بنایا۔ اور دلائل آفاق سے یہی دلائل مراد ہیں۔ اور عالم کے جو اِن میں جو تغیر ہوتے ہیں۔ یعنی گرج اور بجلی۔ اور ہوائیں اور بادل۔ اور فصلوں۔ اور موسموں کی اختلاف۔ وہ سب کے سب دلائل آفاق میں داخل ہیں۔ اور دلائل آفاق کا حاصل یہ ہے۔ کہ تمام جسم خواہ فلکی ہوں۔ خواہ عنصری جسم ہونے میں شریک ہیں۔ تو اِن میں سے بعض جسموں کے بعض صفتوں یعنی مقداروں اور شکلوں اور حیزوں اور مکانوں کیساتھ خاص ہونے کی علت جسم ہونا۔ یا جسم ہونیکے لازموں میں سے کوئی لازم نہیں ہوسکتا۔ ورنہ سب جسموں کو اِنہیں صفتوں میں شریک ہونا چاہیئے تھا یعنی سب جسموں کی

اللہ تعالیٰ کو خالق کہنا محال ہے

دلائل آفاق کا حاصل

[illegible]

مین سے کسی لازم کو فرض کیا ہی۔ اور جسم ہونا اور جسم ہونیکا لازم سب جسمون مین ہی۔ تو جس مقدار اور جس شکل اور جس حیز اور جس مکان کی علت جسم ہونا۔ یا جسم ہونیکے لازمون مین سی کوئی لازم ہی۔ اُس مقدار اور اُس شکل اور اُس حیز اور اُس مکان کو بھی سب جسمون مین ہونا چاہیئے۔ کیونکہ جہان علت ہو۔ وہان معلول کا ہونا ضروری ہے اور یہ مقدار اور یہ شکل اور یہ حیز اور یہ مکان سب جسمون مین نہین ہی۔ تو یہ ظاہر اور واضح ہوگیا۔ کہ اِن بعض جسمون کی اِن بعض صفتون کیساتھ خاص ہونے کی علت جسم ہونا اور جسم ہونیکے لازمون مین سی کوئی لازم نہین ہی۔ تو ضرور بالضرور اِن جسمون کی اِن صفتون کے ساتھ خاص ہونیکی علت۔ کوئی ایسا امر ہی۔ جو اِن جسمون سی الگ اور منفصل ہی۔ اور یہ امر جو اِن جسمون سی الگ اور منفصل ہی۔ اگر کوئی اور جسم ہی۔ تو اُس جسم مین بھی یہی بحث ہوگی۔ کہ یہ جسم مؤثر اور علت ہونیکے ساتھ کیون خاص ہوا۔ اور جسم علت اور مؤثر کیون نہین ہوئے۔ لہذا وہ امر جو اِن جسمون سی الگ اور منفصل ہی۔ کوئی اور جسم نہین ہو سکتا۔ اور اگر وہ امر جو اِن جسمون سی الگ اور منفصل ہی جسم نہین ہی۔ تو وہ یا مجبور ہے یا قادر اور مختار۔ پہلی صورت یعنی اُس امر کا مجبور ہونا باطل اور ناممکن ہی۔ ورنہ بعض جسمون کا بعض صفتون کے ساتھ خاص ہونا اولیٰ اور بہتر نہوگا۔ لہذا وہ امر مجبور نہین ہی تو ضرور بالضرور وہ امر قادر اور مختار ہی۔ اِس دلیل سی یہ ثابت ہوگیا۔ کہ تمام جسمون کو ایسے امر کی طرف احتیاج ہی۔ جو مؤثر اور قادر ہی۔ اور نہ جسم ہی۔ اور نہ جسم سے اُسکو کسی طرح کا تعلق اور لگاؤ ہی۔ اور اِس بیان سی یہ ظاہر ہوگیا۔ کہ اعراض اور صفات کی امکان کی سہاعانت کی بغیر اعراض کی حادث ہونے سی۔ صانع اور خالق کی وجود پر استدلال نہین ہو سکتا جب تجھی یہ معلوم ہو چکا۔ تو اب ہم یہ بیان کرتے ہین۔ کہ اللہ تعالیٰ جو اپنی کتاب کے اول مین اسی قسم کے دلائل لایا۔ اِس کی دو وجہین ہین (پہلی وجہ) یہ ہی۔ کہ یہ طریق خلق کی فہم کی طرف اور سب طریقون سی زیادہ قریب۔ اور اِس طریق کو عقل کیساتھ اور طریقون کی نسبت زیادہ شدید اتصال ہی۔ اور قرآن شریف مین ایسی ہی دلیلون کا ذکر ہونا چاہیئے جن مین کسی طرح کی دقت اور دشواری اور اشکال نہ ہو۔ اور جو خلق کی فہم کی طرف نہایت ہی قریب ہون۔ تاکہ ہر خاص و عام اُنہین سمجھے۔ اور اُن سی فائدہ اُٹھائے۔ اِسی سبب سے اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف کے اول مین اِسی قسم کی دلیلون کا ذکر کیا (دوسری وجہ) یہ ہی کہ قرآن کی دلیلون سی مجادلہ کرنا۔ اور الزام دینا اور مخالف کو لاجواب کر دینا غرض نہین ہی۔ بلکہ قرآن کی دلیلون سی غرض یہ ہی۔ کہ دلون مین سچے عقیدے حاصل ہون۔ اور اِس باب مین اِس قسم کی دلیلین اور سب قسمون کی دلیلون سی نہایت قوی ہین۔ کیونکہ اِس قسم کی دلیلون سے جس طرح خالق کی وجود کا علم حاصل ہوتا ہی۔ اِسیطرح اِن مین اُن نعمتون کا بھی ذکر ہی۔ جو خالق نے ہمین عطا کی ہین۔ کیونکہ وجود اور زندگی اُن بڑی بڑی نعمتون مین سی ہین جو اللہ نے ہمین عطا کی ہین۔ اور نعمتونکا ذکر اُن چیزون مین سی ہی جو محبت اور ترک نزاع اور اطاعت کرنیکی سبب ہین۔ اِسی سبب سے اِس قسم کی دلیلون کا ذکر اور سب قسم کی دلیلون کی ذکر سے اولیٰ اور بہتر ہی۔ جاننا چاہیئے۔ کہ اِس باب مین سلف کے لطیف لطیف طریقے ہین (پہلا طریق) روایت ہی کہ حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی سامنے ایک زندیق نی صانع اور خالق کی وجود کا انکار کیا جعفر صادق رضؓ نے کہا تجھی کبھی دریا کی سفر کا بھی اتفاق ہوا ہی۔ اُسنے کہا۔ ہان۔ آپنے کہا۔ تو نے کبھی دریا کی ہولناک حالتین بھی دیکھی ہین۔ اُسنے کہا۔ ہان دیکھی ہین۔ ایکدن ہولناک ہوائین زور شور سی چلین۔ اور اُنہون نے کشتیون کو توڑ ڈالا۔ اور ملاحون کو غرق کر دیا۔ کشتی کا ایک تختہ میری ہاتھ آگیا۔ مین نے اُسے پکڑ لیا پھر وہ بھی میری ہاتھ سی چھوٹ گیا۔ اور موجون کا تلاطم کبھی مجھے اِدھر کو دھکیلتا تھا۔ کبھی اُدھر کو۔ یہانتک کہ مجھے دھکیلتے دھکیلتے دریا کے کنارے تک پہنچا دیا جعفر صادق رضؓ نے ارشاد فرمایا۔ پہلے تو تیرا اعتماد اور بھروسا کشتی اور ملاح پر تھا۔ جب کشتی ٹوٹ گئی۔ اور ملاح ڈوب گیا۔ تو تیرا اعتماد اور بھروسا کشتی کے تختے پر ہوا۔ کہ وہ تجھے نجات دیگا اور اِس مصیبت سے بچا لیگا۔ جب وہ بھی تیری ہاتھ سی چھوٹ گیا۔ تو تو نے اُسوقت مرنے اور ہلاک ہونے پر دل دھر لیا تھا۔ یا اُسوقت بھی تجھے بچ جانیکی اُمید تھی۔ اُس نے کہا۔ مجھے مرنے اور ہلاک ہو جانیکا یقین نہین تھا۔ بلکہ بچ جانیکی اُمید تھی۔ جعفر صادق رضؓ نے کہا۔ اُسوقت تجھے کس شخص سی اُمید تھی کہ وہ تجھے ڈوبنے سی بچا لیگا۔ وہ زندیق یہ سنکر چپ ہو رہا۔ جعفر صادق رضؓ نے کہا جس شخص سی کہ تجھے اُسوقت یہ اُمید تھی۔ کہ وہ تجھے ڈوبنے سے بچا لیگا۔ وہی عالم کا صانع اور خالق ہی۔ اور اُسی نے تجھے ڈوبنے سی بچا پایا۔ اُسیوقت وہ زندیق جعفر صادق رضؓ کے ہاتھ پر مسلمان ہوگیا (دوسرا طریق) کتاب دیانات عرب مین مذکور ہی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمران بن حصین سی کہا۔ تیری کتنے معبود ہین۔ اُسنے کہا دس ہین۔ آپنے ارشاد فرمایا۔ اُن مین سی تجھے کون راحت اور رنج پہنچاتا ہی اور جب تجھپر کوئی بڑی مصیبت آئے۔ تو اُسے دفع کرتا ہی۔ اُسنے کہا۔ اللہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ تو اللہ کی سوا تیرا کوئی معبود نہین (تیسرا طریق) ابو حنیفہ رحمۃ اللہ دہریون کے

اللہ کے ثبوت پر امام جعفر صادق کی دلیل

امام ابو حنیفہ کی دلیل

اور اُن کے قتل کرنیکا ارادہ کیا۔ ابو حنیفہ رحمہ نے اُن سے کہا۔ مین تم سے ایک بات پوچھتا ہون۔ تم مجھے اُسکا جواب دیدو۔ پھر جو تمہاری جی مین آئے کرو۔ اُنہون نے کہا۔ پوچھو۔ آپنے ارشاد فرمایا۔ جو شخص یہ کہتا ہے۔ کہ مین نے ایک کشتی دیکھی ہے۔ جو اسباب سے لدی ہوئی ہے۔ اور بوجھ سے بھری ہوئی ہے۔ موجون کا تلاطم۔ اور مختلف ہواؤن کا تموج دریا کے بھنور مین اُسے جھکولا دیرہا ہے اور وہ خود بخود سوہونکے تلاطم اور ہواؤنکے اختلاف و تموج کے درمیان برابر چلی جارہی ہے۔ نہ کوئی ملاح اُسے چلا رہا ہے۔ اور نہ کوئی حافظ اور نگہبان اُسے دھکیل رہا ہے۔ کیا تمہارے نزدیک اُسکا یہ قول عقلاً صحیح ہوسکتا ہے۔ اُنہون نے کہا نہین۔ عقل اسکو تسلیم نہین کرسکتی۔ ابو حنیفہ نے کہا۔ سبحان اللہ جب عقل مین یہ نہین آسکتا۔ کہ دریا مین کشتی برابر چلے۔ اور اُس کا نہ کوئی نگہبان اور حافظ ہو۔ اور نہ کوئی چلانیوالا۔ تو یہ کس طرح آسکتا ہے۔ کہ دُنیا جسکے احوال مین اِس قدر اختلاف ہے۔ اور جسکے کامون مین اِسقدر تغیر اور جسکے اطراف مین اس قدر وسعت۔ اور جسکے جوانب مین اِسقدر بعد اور فرق۔ حافظ اور نگہبان کے بغیر قایم رہے۔ وہ اِس دلیل کے سنتے ہی سب کے سب رو دئے۔ اور یہ کہنے لگے۔ کہ آپنے سچ فرمایا۔ اور سب نے اپنی اپنی تلوارین نیام مین کرلین۔ اور آپکے ہاتھ پر توبہ کی (چوتھا طریق) دہریون نے شافعی رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ اللہ کے وجود کی کیا دلیل ہے۔ آپنے فرمایا۔ شہتوت کے پتے اسکے وجود کی دلیل ہین۔ تمہارے نزدیک اُن کا مزا اور رنگ اور بو اور طبیعت ایک ہے۔ اُنہون نے کہا۔ ہان۔ آپنے ارشاد فرمایا۔ اُن کو ریشم کا کیڑا کھاتا ہے۔ تو اُس سے ریشم نکلتا ہے۔ اور شہد کی مکھی کھاتی ہے۔ تو اُس سے شہد نکلتا ہے۔ اور بکری کھاتی ہے۔ تو اُس سے مینگنیان نکلتی ہین۔ اور ہرن کھاتے ہین تو اُن کے نافون مین مشک منجمد ہوتا ہے۔ تو کس نے اِن چیزون کو ایسا کیا۔ باوجودیکہ طبیعت ایک ہے۔ دہریون نے شافعی رح کی یہ دلیل پسند کی۔ اور وہ اُن کے ہاتھ پر مسلمان ہوگئے۔ اور وہ سترہ تھے (پانچوان طریق) دہریون نے ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے دوبارہ پوچھا۔ کہ اللہ کے وجود کی کیا دلیل ہے۔ آپنے ارشاد فرمایا۔ کہ باپ یہ چاہتا ہے۔ کہ بیٹا ہو۔ اور بیٹی ہوتی ہے۔ کبھی یہ چاہتا ہے۔ کہ بیٹی ہو۔ اور بیٹا ہوتا ہے۔ یہ اللہ کے وجود کی دلیل ہے۔ (چھٹا طریق) احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے اللہ کے وجود کی یہ دلیل بیان کی ہے۔ کہ ایک مضبوط اور چکنا قلعہ ہے جس مین کہین سوراخ نہین ہے۔ سب طرف سے بند ہے اوپر سے گھلی ہوئی چاندی کی مانند ہے۔ اور اندر سے زرخالص کی مثل پھر اُس کی دیوارین پھٹ گئین۔ اور اُس مین سے ایک جانور نکلا جو سنتا اور دیکھتا ہے۔ تو کوئی اِسکا فاعل ہونا چاہئے۔ قلعے سے انڈا مراد ہے۔ اور جانور سے بچہ (ساتوان طریق) ہارون رشید نے مالک رح سے اللہ کے وجود کی دلیل پوچھی تو آپنے ارشاد فرمایا۔ کہ آوازون اور نغمون کا اختلاف اور زبانون کا تفاوت اللہ کے وجود کی دلیل ہے۔ (آٹھوان طریق) کسی نے ابو نواس سے اللہ کے وجود کی دلیل دریافت کی۔ اُس نے جواب مین یہ شعر کہے

| | |
|---|---|
| تَامَّلْ فِی نَبَاتِ الْاَرْضِ وَانْظُرْ | اِلٰی اٰثَارِ مَا صَنَعَ الْمَلِیْكُ |
| زمین کی روئیدگی مین غور اور تامل کر | اور اللہ کی قدرت کے آثار کو دیکھ |
| عُیُوْنٌ مِّنْ لُّجَیْنٍ شَاخِصَاتٌ | وَاَزْهَارٌ کَمَا الذَّهَبُ السَّبِیْكُ |
| کھلی ہوئی آنکھون کو دیکھ جو چاندی کی مثل ہین | اور اُن کلیون پر نگاہ کر جو پگھلے ہوئے سونے کی مانند ہین |
| عَلٰی قُضُبِ الزَّبَرْجَدِ شَاهِدَاتٌ | بِاَنَّ اللّٰهَ لَیْسَ لَهٗ شَرِیْكُ |
| زبرجد کی شاخ پر اسبات کے گواہ ہین | کہ اللہ کا کوئی شریک نہین ہے |

(نوان طریق) کسی نے ایک اعرابی سے پوچھا کہ اللہ کے وجود کی کیا دلیل ہے۔ اُس نے کہا اَلْبَعْرَةُ تَدُلُّ عَلَی الْبَعِیْرِ وَالرَّوْثُ عَلَی الْحَمِیْرِ وَاٰثَارُ الْاَقْدَامِ عَلَی الْمَسِیْرِ فَسَمَاءٌ ذَاتُ اَبْرَاجٍ وَاَرْضٌ ذَاتُ فِجَاجٍ وَبِحَارٌ ذَاتُ اَمْوَاجٍ اَمَا تَدُلُّ عَلَی الصَّانِعِ الْحَلِیْمِ الْعَلِیْمِ الْقَدِیْرِ (یعنی اُونٹ کی مینگنی اُونٹ پر دلالت کرتی ہے۔ اور لید گدھے پر۔ اور پاؤن کے نشان چلنے پر۔ تو برجون والا آسمان۔ اور فراخ رستون والی زمین۔ اور لہرون والے دریا۔ کیا اُس صانع اور خالق پر دلالت نہین کرتے ہین۔ جو حلم اور علم اور قدرت والا ہے (دسوان طریق) کسی شخص نے کسی طبیب سے دریافت کیا۔ تو نے اپنے رب کو کس دلیل سے پہچانا۔ اُسنے کہا مین نے اس دلیل سے پہچانا ہے کہ ہڑ سے جو یبوست اور خشکی پیدا کرتی ہے۔ دست آتے ہین۔ اور لعاب سے جو تری اور رطوبت پیدا کرتا ہے۔ دست بند ہوجاتے ہین۔ دوسرے طبیب نے کہا۔ کہ مین نے اپنے رب کو شہد کی مکھی سے پہچانا ہے۔ کہ اُسکی ایک طرف سے شہد نکلتا ہے۔ اور دوسری طرف سے وہ کاٹتی ہے اور لسع

اُن سے یہ پوچھیگا۔ کہ اُنھیں کس نے پیدا کیا۔ تو بیشک وہ یہی کہیں گے کہ اللہ نے) فَلَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ (یعنی وہ ہمارے عذاب کے دیکھتے ہی یہ کہنے لگے کہ ہمارا صرف اللہ ہی پر ایمان ہے۔ اور جنکو ہم اللہ کا شریک جانتے تھے اُن کے ہم منکر ہیں۔ (چوتھا مسئلہ) قاضی نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قول اَلَّذِیْ خَلَقَكُمْ (یعنی جس نے تمہیں پیدا کیا) میں یہ فائدہ ہے کہ پیدا کرنے کے بغیر عبادت کا استحقاق نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب بندوں کو عبادت کرنے کا حکم کیا۔ تو اُس چیز کو بھی بیان کردیا جس کے سبب سے بندوں کو عبادت کرنی لازم اور ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے۔ کہ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ (یعنی جو تم سے پہلے ہیں۔ اُنھیں بھی پیدا کیا) کے کہنے سے کیا فائدہ ہے۔ حالانکہ پہلوں کے پیدا کرنے سے پچھلوں کو عبادت کرنی لازم اور ضروری نہیں ہے۔ تو ہم اس کے دو جواب دیں گے (پہلا جواب) یہ ہے کہ جو کچھ تم نے کہا ہے۔ اگرچہ وہ بالکل صحیح اور درست ہے۔ لیکن اُن کا اس بات کو جاننا کہ اللہ تعالیٰ نے اُنھیں پیدا کیا ہے۔ اُن کے اس بات کے جاننے کی مثل ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں کو بھی پیدا کیا ہے۔ جو اُن سے پہلے تھے۔ کیونکہ اِن دونوں باتوں کے جاننے کا طریق ایک ہی ہے (دوسرا جواب) یہ ہے کہ جو لوگ اُن سے پہلے تھے۔ وہ اُن کے اُصول کی مانند ہیں۔ اور اُصول کا پیدا کرنا وسیع پر انعام اُن کے قائم مقام ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے اُن پر ایک انعام عظیم کیا ہے۔ وہ اُنھیں یاد دلاتا ہے۔ گویا یہ ارشاد فرماتا ہے۔ اے بندے تو یہ گمان نہ کر کہ میں نے تیرے اوپر صرف اُسی وقت انعام کیا ہے۔ جس وقت تو موجود اور پیدا ہوا ہے۔ بلکہ تیرے موجود اور پیدا ہونے سے ہزاروں برس پہلے میں تجھ پر انعام کر رہا ہوں۔ کیونکہ میں تیرے اُصول اور باپ دادا کو ہزاروں برس پہلے سے پیدا کر رہا ہوں (پانچواں مسئلہ) اللہ تعالیٰ کے قول لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (اُمید ہے کہ تم ڈرنے لگو) میں دو بحثیں ہیں (پہلی بحث) یہ ہے کہ لَعَلَّ کا کلمہ ترجی اور اشفاق یعنی امید اور ڈر کے لیے ہے۔ تو کہتا ہے۔ لَعَلَّ زَیْدًا یُکْرِمُنِیْ (یعنی مجھے اُمید ہے۔ کہ زید میرا اکرام اور تعظیم کرے) تیرے اِس قول میں لَعَلَّ ترجی یعنی اُمید کے لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ لَعَلَّهٗ یَتَذَكَّرُ اَوْ یَخْشٰى (اُمید ہے کہ فرعون کو پند اور نصیحت ہو۔ یا خوف اور خشیت) اللہ تعالیٰ کے اِس قول میں بھی لَعَلَّ ترجی یعنی اُمید کے لیے ہے۔ اور نیز ارشاد فرمایا ہے۔ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِیْبٌ (قیامت کے قریب آجانے کا خوف اور ڈر ہے) اللہ تعالیٰ کے اس قول میں لَعَلَّ اشفاق یعنی ڈر کے لیے ہے۔ کیا تجھے اللہ تعالیٰ کا یہ قول معلوم نہیں ہے۔ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا (ایمان والے قیامت سے ڈر رہے ہیں) اور ترجی اور اشفاق یعنی اُمید اور ڈر اُسی وقت ہوتے ہیں۔ کہ انجام کا علم نہ ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کا انجام سے جاہل ہونا ناممکن ہے۔ تو لَعَلَّ کے کلمے میں تاویل ہونی چاہیے۔ اور تاویلیں کئی ہیں (پہلی تاویل) یہ ہے۔ کہ لَعَلَّ کے معنے یعنی ترجی اور اُمید بندوں کی طرف راجع ہیں۔ اللہ کی طرف راجع نہیں ہیں یعنی بندوں کو اُمید ہے۔ اللہ کو اُمید نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے قول لَعَلَّهٗ یَتَذَكَّرُ اَوْ یَخْشٰى کے یہ معنی ہیں (اے موسیٰ اور ہارون تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ۔ اور فرعون کے ایمان کی اُمید اور طمع رکھو۔ اور فرعون کے انجام کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے (دوسری تاویل) یہ ہے کہ بادشاہوں اور رئیسوں کی عادتوں میں ایک عادت یہ بھی ہے کہ جن وعدوں کے پورا کرنے کا اُن کا پورا عزم اور پکا ارادہ ہوتا ہے۔ اُن کا بھی زبان سے پختہ وعدہ نہیں کرتے۔ بلکہ یا زبان سے صرف یہ کہتے ہیں۔ اُمید ہے کہ یہ امر ہو جائے۔ یا شاید اس امر کا وقوع ہو۔ یا اسی قسم کے اور کلمات کہتے ہیں۔ یا صرف اشارے۔ یا تبسم۔ یا مہربانی کی نگاہ سے ایک دفعہ دیکھ لینے پر اکتفا کرتے ہیں۔ اور طالب اور ذی حاجت کو جب اِن میں سے کسی چیز کی اطلاع ہو جاتی ہے۔ تو کامیابی میں کسی طرح کا اُسے شک باقی نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ کے کلام میں بھی لَعَلَّ کا لفظ اسی طریق سے آیا ہے (تیسری تاویل) وہ ہے۔ جو بعض علما نے بیان کی ہے۔ کہ لَعَلَّ۔ کَیْ۔ کے معنی میں ہے۔ یعنی تاکہ تم ڈرنے لگو۔ تفسیر کشاف کے مصنف نے کہا ہے۔ کہ لَعَلَّ۔ کَیْ۔ کے معنی میں نہیں آتا۔ لیکن لَعَلَّ کا کلمہ طمع دلانے اور اُمیدوار کرنے کے لیے ہے۔ اور کریم اور رحیم جب کسی کو کسی چیز کی طمع دلائے اور اُمیدوار کرے۔ تو اُس کا یہ طمع دلانا۔ اور اُمیدوار کرنا پختہ اور مستحکم وعدے کے قائم مقام ہے اور اِسی سبب سے بعض علما نے یہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں لَعَلَّ۔ کَیْ۔ کے معنی میں ہے (چوتھی تاویل) یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ بندوں کے ساتھ کیا ہے۔ اگر کوئی اور کرتا۔ تو اُسے اُن سے مقصود کے حاصل ہونے کی اُمید ہوتی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اُنھیں نیکی اور بدی کرنے کی قدرت دی۔ اور رہنما عقلیں اُن میں پیدا کیں۔ اور اُن کا کوئی عذر باقی نہ رکھا۔ اور اللہ کے سوا جو شخص کسی کے ساتھ۔ جو کچھ اللہ نے بندوں کے ساتھ کیا ہے۔ کرے۔ تو اُسے ضرور بالضرور اُس سے مقصود حاصل ہونے کی اُمید ہوگی۔ تو اس آیت میں لفظ لَعَلَّ کے یہ معنی ہیں۔ کہ اللہ نے جو کچھ بندوں کے ساتھ کیا ہے اگر کوئی اور کرتا۔ تو اُسے اُمید ہوتی۔ قفال نے کہا ہے۔ لَعَلَّ کے اصلی و حقیقی معنی چیز کے مکرر ہونے کے ہیں۔ عرب کہتے ہیں عَلَلٌ بَعْدَ نَهَلٍ (یعنی پہلی بار پینے کے بعد دوبارہ پینا) اور لَقَدْ کے لام کی طرح لَعَلَّ کا لام بھی تاکید کلام ہے۔ اور لَعَلَّ کی اصل عَلَّ ہے۔ کیونکہ عرب لَعَلَّكَ اَنْ تَفْعَلَ كَذَا۔ کی جگہ عَلَّكَ اَنْ تَفْعَلَ كَذَا۔ کہتے ہیں۔ جب لَعَلَّ کے اصلی اور حقیقی معنے تکرار اور تاکید کے ہیں۔ تو افْعَلْ كَذَا لَعَلَّكَ تَظْفَرُ بِحَاجَتِكَ (فلاں کام کر۔ اُمید ہے۔ کہ اُس کام کے

کہ بیان اعتراض کرنے والا یہ اعتراض کرسکتا ہے۔ کہ جب عبادت کے معنی تقوے کے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کا قول اُعْبُدُوا رَبَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (اپنے پروردگار کی عبادت کرو۔ اُمید ہے۔ کہ تم تقوے کرنے لگو) اُعْبُدُوا رَبَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَعْبُدُونَ (اپنے پروردگار کی عبادت کرو۔ اُمید ہے۔ کہ تم عبادت کرنے لگو) یا اِتَّقُوا رَبَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (اپنے پروردگار کا تقویٰ کرو۔ اُمید ہے۔ کہ تم تقویٰ کرنے لگو) کے قائم مقام ہے۔ اور یہ ظاہر اور بدیہی ہے۔ کہ یہ محض بے معنی کلام ہے۔ اور اس اعتراض کے دو جواب ہیں (پہلا جواب) یہ ہے۔ ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ عبادت کے معنی تقوے کے ہیں۔ بلکہ عبادت اُس فعل کو کہتے ہیں جس سے تقویٰ حاصل ہو۔ کیونکہ اتقا مضرتوں سے بچنے کو کہتے ہیں۔ اور عبادت مامور بہ کے کرنے یعنی اُس امر کے کرنے کو جس کے کرنے کا امر کیا گیا ہے۔ اور مامور بہ کا کرنا بعینہ مضرتوں سے بچنا نہیں ہے۔ بلکہ مضرتوں سے بچنے کا سبب ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ اُعْبُدُوا رَبَّكُمْ لِتَحْتَرِزُوا بِهِ عَنْ عِقَابِهِ یعنی تم اپنے پروردگار کی عبادت کرو۔ تاکہ عبادت کرنے کے سبب سے اُس کے عذاب سے بچو۔ اور جہاں کہیں مامور بہ کے کرنے کو اتقا کہدیا گیا ہے۔ وہاں مجاز کے طریق سے کہا گیا ہے۔ کیونکہ اتقا اور چیز ہے۔ اور جس سے اتقا حاصل ہو۔ وہ اور چیز۔ لیکن ان دونوں میں سے ایک کو دوسرے کے ساتھ اتصال ہے۔ اس سبب سے۔ ایک کا اسم دوسرے پر اطلاق کر دیا گیا ہے (دوسرا جواب) یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو صرف تقویٰ اور اطاعت کرنے کے لیے پیدا کیا ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ (میں نے جنوں اور آدمیوں کو صرف تقویٰ اور اطاعت کرنے کے لیے پیدا کیا ہے) اس آیت میں عبادت کے معنی تقوے اور اطاعت کے ہیں۔ گویا اللہ تعالیٰ نے اُس پروردگار کی عبادت کرنے کا اَمر کیا جس نے اُنھیں اِسی غرض کے لیے پیدا کیا ہے۔ اور یہ تاویل معتزلہ کے اُصول کے موافق اور مناسب ہے (چھٹا مسئلہ) ابوعمرو نے خَلَقَكُّمْ ادغام کے ساتھ پڑھا ہے۔ اور ابو سمیفع نے وَخَلَقَ مَنْ قَبْلَكُمْ۔ اور زید بن علی نے وَالَّذِينَ مَنْ قَبْلَكُمْ۔ تفسیر کشاف کے مصنف نے کہا ہے۔ زید بن علی کی قرأت وَالَّذِينَ مَنْ قَبْلَكُمْ کی توجیہ یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے تاکید کے لیے پہلے موصول اور اُس کے صلے کے درمیان دوسرے موصول کو داخل کر دیا۔ جس طرح جریر نے اپنے قول

یَا تَیْمُ تَیْمَ عَدِیٍّ لَا أَبَا لَكُمُ میں پہلے تیم اور اُس کے مضاف الیہ کے درمیان دوسرے تیم کو داخل کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قول الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فِرَاشًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَكُمْ فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ أَنْدَادًا وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ (جس نے زمین کو تمہارے لیے فرش اور آسمان کو چھت بنایا۔ اور آسمان سے پانی اُتارا۔ اور تمہاری خورش کے لیے اُس پانی سے پھل نکالے۔ تم جان بوجھ کر مخلوقات کو اُس کا شریک نہ بناؤ) میں کئی مسئلے ہیں (پہلا مسئلہ) اَلَّذِي۔ موصول مع اپنے صلے کے یا محلاً منصوب ہے۔ اور محلاً منصوب ہونے کی دو توجیہیں ہیں یا اَلَّذِي خَلَقَكُمْ کی صفت ہے۔ یا مدح اور تعظیم کے طریق پر منصوب ہے۔ یا مبتدا ہونے کی وجہ سے محلاً مرفوع ہے۔ اور منصوب ہونے کی حالت میں جو مدح تھی۔ وہ مرفوع ہونے کی حالت میں بھی ہے۔ (دوسرا مسئلہ) جب مفرد کی اُس قضیے کے ساتھ تعریف کرنی مقصود ہو۔ جسے مخاطب جانتا ہے۔ تو اُس وقت اُس مفرد کی طرف اشارہ کرنے کے لیے اَلَّذِي۔ موضوع اور مقرر ہے۔ جیسے تیرا قول ذَهَبَ الرَّجُلُ الَّذِي أَبُوهُ مُنْطَلِقٌ (یعنی جس شخص کا باپ چلا جا رہا ہے۔ وہ چلا گیا) اس قول میں أَبُوهُ مُنْطَلِقٌ (یعنے جس کا باپ چلا جا رہا ہے) ایک ایسا قضیہ ہے۔ جسے مخاطب جانتا ہے۔ جب تو نے اس قضیہ کے ساتھ جسے مخاطب جانتا ہے۔ رجل کی تعریف کرنے کا ارادہ کیا۔ تو اُس پر اَلَّذِي داخل کر دیا۔ اور نحوی جو یہ کہتے ہیں۔ کہ جملے اَلَّذِي کے وسیلے سے معرفوں کی صفت ہو جاتے ہیں۔ اُن کے اِس قول کے بھی یہی معنی ہیں۔ جب یہ ثابت ہوگیا۔ کہ اَلَّذِي کے وسیلے سے مفرد کی اُس جملے کے ساتھ تعریف ہوتی ہے۔ جسے مخاطب پہلے سے جانتا ہے۔ تو اللہ کا قول اَلَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فِرَاشًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً (جس نے تمہارے لیے زمین کو فرش بنایا۔ اور آسمان کو چھت) یہ چاہتا ہے۔ کہ بندے جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فِرَاشًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً کے مضمون کو پہلے سے جانتے تھے۔ اور اُنھیں ایسی چیز کے وجود کا علم تھا جس نے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت بنایا ہے۔ اور یہ آیت اللہ تعالیٰ کے اس قول وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ (اگر تو اُن سے یہ پوچھیگا۔ کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے۔ تو ضرور بالضرور وہ یہی کہیں گے۔ کہ اللہ نے) کے مضمون کو ثابت اور محقق کرتی ہے (تیسرا مسئلہ) اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں پانچ قسم کی دلیلیں بیان کی ہیں۔ دلائل نفس میں سے دو قسم کی۔ اور دلائل آفاق میں سے تین قسم کی پہلے یہ دلیل بیان کی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں پیدا کیا۔ اور اس دلیل کا بیان اللہ تعالیٰ کے قول خَلَقَكُمْ میں ہے۔ دوسری دفعہ یہ دلیل بیان کی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے اُصول (یعنی ماں باپ) کو پیدا کیا۔ اور اس دلیل کا بیان اللہ تعالیٰ کے اِس قول میں ہے۔ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ۔ اور تیسری دفعہ یہ دلیل بیان کی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے زمین کو فرش بنایا۔ اور چوتھی دفعہ یہ بیان کی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے آسمان کو چھت بنایا۔ اور پانچویں دفعہ اُن چیزوں سے استدلال کیا۔ جو آسمان اور زمین دونوں کے مجموعے سے حاصل ہوتی ہیں۔ اور اس کا بیان اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ہے۔ وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَكُمْ (یعنی جس نے آسمان سے پانی اُتارا۔ اور اُس پانی سے تمہاری خورش کے لیے پھل نکالے) اور اِن پانچوں قسم کی دلیلوں کو جو اس ترتیب سے بیان کیا ہے

استدلال سے غرض علم کا افادہ ہو۔ تو جو دلیل دلالت کے اعتبار سے زیادہ ظاہر ہے وہ علم کے افادہ کے اعتبار سے زیادہ قوی۔ اور اُس کا ذکر اور دلیلوں کے ذکر سے اولیٰ اور انسب ہے۔ اسی سبب سے اللہ تعالیٰ نے انسان کی ذات کا ذکر سب سے پہلے کیا۔ پھر دوسری دفعہ ماں باپ کا ذکر کیا۔ پھر تیسری دفعہ زمین کا۔ کیونکہ انسان سے آسمان کی نسبت زمین زیادہ قریب ہے۔ اور انسان زمین کا حال آسمان کے حال سے زیادہ جانتا ہے۔ اور آسمان سے مینہ برسنے۔ اور مینہ برسنے کے سبب سے پھلوں کے نکلنے کے ذکر سے پہلے آسمان کا ذکر اس سبب سے کیا کہ یہ چیزیں آسمان اور زمین سے پیدا ہوتی ہیں۔ اور آسمان اور زمین کی اثر ہیں۔ اور اثر مؤثر سے پیچھے ہوتا ہے۔ اسی سبب سے اللہ تعالیٰ نے ان کا ذکر زمین اور آسمان کے ذکر سے پیچھے کیا (دوسرا سبب) یہ ہے کہ بندوں کو ذی حیات اور ذی قدرت پیدا کرنا سب نعمتوں کی اصل اور جڑ ہے۔ اور زمین اور آسمان۔ اور پانی کے پیدا کرنے سے بندوں کو جبھی نفع ہو سکتا ہے۔ کہ وہ پیدا ہو جائیں۔ اور اُن میں حیات اور قدرت اور شہوت (خواہش) ہو۔ اسی سبب سے اللہ تعالیٰ نے اُن نعمتوں کو جو اصل ہیں۔ اُن نعمتوں سے پہلے بیان کیا۔ جو فرع ہیں (تیسرا سبب) یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے وجود کی جو دلیلیں زمین اور آسمان میں ہیں۔ وہ سب کی سب انسان میں ہیں۔ اور انسان میں وہ دلیلیں بھی ہیں۔ جو زمین اور آسمان میں نہیں ہیں۔ کیونکہ انسان میں حیات اور قدرت اور شہوت (خواہش) اور عقل ہے۔ اور ان میں سے کسی چیز پر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو قدرت نہیں ہے جب انسان میں اللہ تعالیٰ کے وجود کے تمام دلائل ہیں۔ تو اُس کا سب سے پہلے بیان کرنا اولیٰ اور انسب ہے۔ جاننا چاہیے کہ جس طرح ہم نے ان دلیلوں کی اس ترتیب کے سبب بیان کیے۔ دلائل آفاق کی ان تینوں دلیلوں میں سے ہر ایک دلیل کے منافع بھی ہمیں بیان کرنے چاہئیں (چوتھا مسئلہ) جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ ارشاد فرمایا جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فِرَاشًا (یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے زمین کو فرش بنایا۔ اور یہ دو آیتیں بھی اسی آیت کی مثل ہیں۔ أَمَّنْ جَعَلَ الْأَرْضَ قَرَارًا وَجَعَلَ خِلَالَهَا أَنْهَارًا (کس نے زمین کو قرارگاہ بنایا۔ اور اُس کے درمیان نہریں پیدا کیں) الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ مِهَادًا (جس نے تمہارے لیے زمین کو فرش بنایا۔ جاننا چاہیے کہ زمین کے فرش ہونے کی کئی شرطیں ہیں (پہلی شرط) زمین کا ساکن ہونا ہے۔ اِس کی دلیل یہ ہے کہ اگر زمین متحرک ہو۔ تو اُس کی حرکت یا مستقیم ہوگی۔ یا مستدیر۔ اگر مستقیم ہو۔ تو زمین ہمارے لیے علی الاطلاق فرش نہ ہوگی۔ کیونکہ جو شخص اونچی جگہ سے کودیگا۔ ضرور بالضرور۔ وہ زمین تک نہیں پہنچیگا۔ کیونکہ زمین مستقیم حرکت کر رہی ہے۔ اور نیچے کو گر رہی ہے۔ اور یہ انسان بھی نیچے کو گرا ہے۔ اور زمین انسان سے بہت بھاری ہے۔ اور جب دو بھاری چیزیں نیچے کو گریں۔ تو اُن میں سے جو بہت بھاری ہے۔ اُس کی حرکت بہت تیز ہوگی۔ اور جس کی حرکت بہت سست ہے۔ وہ بہت تیز حرکت والی تک نہیں پہنچ سکتی۔ تو ضرور بالضرور انسان زمین تک نہیں پہنچ سکتا۔ تو یہ ثابت ہو گیا کہ اگر زمین کی حرکت مستقیم ہو اور زمین نیچے کو گر رہی ہو۔ تو زمین ہمارا فرش نہ ہوگی۔ اگر زمین کی حرکت مستدیر ہو۔ تو ہمیں زمین سے پورا نفع نہ ہوگا۔ کیونکہ زمین کی حرکت مثلاً جب مشرق کی جانب کو ہو۔ اور انسان مغرب کی جانب حرکت کرنا چاہے۔ اور اس میں کسی طرح کا شک نہیں ہے۔ کہ زمین کی حرکت انسان کی حرکت سے بہت تیز ہے۔ تو ضرور بالضرور انسان جہاں تھا۔ وہیں رہیگا۔ اور جہاں جانے کا ارادہ کرتا ہے۔ وہاں نہ پہنچ سکیگا۔ اور جب انسان جہاں جانا چاہتا ہے۔ وہاں پہنچ سکتا ہے۔ تو ہمیں یہ معلوم ہوا کہ زمین کی حرکت نہ مستدیر ہے۔ نہ مستقیم۔ بلکہ وہ ساکن ہے۔ اور زمین کے سکون کے سبب میں اختلاف ہے۔ سکون کے کئی سبب بیان کیے ہیں (پہلا سبب) یہ ہے۔ کہ نیچے کی جانب سے زمین کے لیے انتہا نہیں ہے۔ اور جب نیچے کی جانب سے انتہا نہیں ہے۔ تو اُس کے لیے گرنے کی کوئی جگہ نہیں ہے۔ اور جب گرنے کی کوئی جگہ نہیں ہے۔ تو وہ گر نہیں سکتی۔ اور نیچے کو حرکت نہیں کر سکتی۔ اور سکون کا یہ سبب غلط ہے۔ کیونکہ یہ دلیل سے ثابت ہو گیا ہے کہ سب جسم متناہی ہیں۔ اور سب جسموں کے لیے نہایت ہے (دوسرا سبب) جو لوگ سب جسموں کے متناہی ہونے کو تسلیم کرتے ہیں۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ زمین کرہ نہیں ہے۔ بلکہ نصف کرہ ہے۔ اور اُس کا گنبد اوپر کو ہے۔ اور سطح نیچے کو۔ اور یہ سطح پانی اور ہوا پر رکھی ہوئی ہے۔ اور بھاری چیز کی حالتوں میں سے ایک حالت یہ بھی ہے۔ کہ جب پھیلی ہوئی ہو۔ تو پانی اور ہوا کے اوپر رہتی ہے جیسے رانگ۔ کہ جب پھیلا ہوا ہو۔ تو پانی کے اوپر رہتا ہے۔ اُس میں ڈوبتا نہیں ہے۔ اور جب اکٹھا ہو۔ تو پانی کی تہ میں بیٹھ جاتا ہے۔ اور یہ سبب بھی دو وجہ سے باطل ہے۔ (پہلی وجہ) یہ ہے کہ زمین کے ٹھیرنے کے سبب میں جو بحث ہے۔ وہی بحث پانی اور ہوا کے ٹھیرنے کے سبب میں ہے (دوسری وجہ) زمین کی نیچے کی جانب پھیلی ہوئی کیوں ہے۔ کہ وہ پانی پر ٹھیر گئی۔ اور اوپر کی جانب میں گنبد کیوں ہے (تیسرا سبب) بعض لوگوں نے یہ کہا ہے۔ کہ زمین کے ساکن ہونے کا سبب یہ ہے کہ آسمان اُسے ہر طرف سے کھینچ رہا ہے۔ اور یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ ایک طرف کو کھنچ جائے۔ اور دوسری طرف کو نہ کھنچے لہٰذا وہ آسمان کے بیچا بیچ یعنی مرکز میں ٹھیری رہ گئی۔ اور یہ سبب بھی دو وجہ سے باطل ہے۔ (پہلی وجہ) یہ ہے۔ کہ بہت چھوٹی چیز بہت بڑی چیز کی نسبت بہت جلد کھنچتی ہے۔ تو کیا سبب ہے۔ کہ ذرہ آسمان کی طرف نہیں کھنچ جاتا (دوسری وجہ) جو چیز زیادہ قریب ہے۔ وہ زیادہ کھنچتی ہے۔ تو جو ذرہ اوپر کو پھینکا جاتا ہے۔ اُسے آسمان کی طرف کھنچ جانا چاہیے۔ اور نیچے واپس آنا نہیں چاہیے (چوتھا سبب) بعض لوگ یہ کہتے ہیں۔ کہ زمین کے ساکن ہونے کا سبب یہ ہے۔ کہ آسمان اُسے ہر طرف سے دفع کرتا ہے۔ اور دھکیلتا ہے۔ جیسے شیشے میں جب تھوڑی سی مٹی ڈال دی جائے۔ اور شیشے کو اُس کے قطب پر تیزی

زمین کے سکون کی دلیل

زمین کے سکون کے سبب میں اختلاف ہے

وجہ) جب آسمان اس زور شور سے زمین کو دفع کر رہا ہے - اور دھکیل رہا ہے - تو ہم میں سے کسی کو یہ محسوس کیوں نہیں ہوتا (دوسری وجہ) یہ کیسا دھکیلنا اور دفع کرنا ہے - کہ وہ بادلوں اور ہواؤں کی حرکت کو خاص سمت اور جہت کی طرف نہیں کر دیتا (تیسری وجہ) کیا سبب ہے - کہ اس دفعہ کرنے اور دھکیلنے نے مغرب کی طرف زمین کے منتقل ہونے کو - مشرق کی طرف منتقل ہونے سے زیادہ سہل اور آسان نہیں کر دیا (چوتھی وجہ) بھاری چیز جس قدر بہت بڑی ہو - اسی قدر اس کی حرکت بہت سست ہونی چاہیے - کیونکہ بہت بڑی چیز بہت چھوٹی چیز کی نسبت بہت دیر میں دھکیلی جاتی ہے (پانچویں وجہ) بھاری چیز جو نیچے کو گر رہی ہے - اس کی حرکت ابتدا میں انتہا کی نسبت بہت تیز ہونی چاہیے - کیونکہ وہ ابتدا میں آسمان سے بہت دور ہے (پانچواں سبب) یہ ہے - کہ زمین کی طبیعت آسمان کے مرکز کی طالب ہے - اور یہ ارسطاطالیس اور اس کے جمہور اتباع کا مذہب ہے - اور یہ سبب بھی ضعیف ہے - کیونکہ جسم ہونے میں سب جسم برابر ہیں - تو ان میں سے ایک جسم کا اسی طبیعت کے ساتھ خاص ہونا جو آسمان کے مرکز کی طالب ہے - جائز اور ممکن ہے - واجب اور ضروری نہیں ہے - تو وہ جسم اسی طبیعت کے ساتھ خاص ہونے میں فاعل مختار کا محتاج ہے (چھٹا سبب) ابو ہاشم نے کہا ہے - نیچے کی آدھی زمین میں اعتمادات ہیں - جو اوپر کو چڑھنا چاہتے ہیں اور اوپر کی آدھی زمین میں ایسے اعتمادات ہیں - جو نیچے کو گرنا چاہتے ہیں - ان دونوں میں باہم مزاحمت اور مقاومت ہوئی - لہٰذا زمین ٹھیر گئی - نہ اوپر کو جا سکی - نہ نیچے کو - اور اس سبب پر یہ اعتراض ہے کہ دونوں نصفوں میں سے ہر ایک نصف کا خاص صفت کے ساتھ خاص ہونا فاعل مختار کے بغیر نہیں ہو سکتا - لہٰذا جو کچھ ہم نے بیان کیا اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ زمین کے سکون کا سبب اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی چیز نہیں ہے - اب ہم یہ کہتے ہیں کہ تجھے زمین کے حال میں غور اور فکر کرنا چاہیے - تاکہ تجھے یہ معلوم ہو جائے - کہ زمین یونہی ٹھیری ہوئی ہے - نہ اس کے اوپر کوئی ایسی چیز ہے - جس میں وہ لٹکی ہوئی اور بندھی ہوئی ہو - اور نہ اس کے نیچے کوئی ستون ہے - کہ جس پر وہ ٹھیری ہوئی ہو - لیکن یہ بات کہ زمین کے اوپر کوئی ایسی چیز نہیں ہے - جس میں وہ لٹکی ہوئی اور بندھی ہوئی ہو - محسوس ہے - اور مشاہدہ اور معاینہ سے معلوم - علاوہ ازیں اگر زمین کے اوپر کوئی ایسی چیز ہو جس میں وہ لٹکی ہوئی اور بندھی ہوئی ہے - تو اس چیز کے اوپر بھی کوئی اور چیز ہونی چاہیے جس میں وہ لٹکی ہوئی اور بندھی ہوئی ہو اور اس کے اوپر کوئی اور - اور علیٰ ہذا القیاس غیر متناہی چیزیں ہونی چاہئیں - جن میں سے ہر ایک اس چیز میں لٹکی ہوئی اور بندھی ہوئی ہو - جو اس کے اوپر ہے - اور غیر متناہی چیزوں کا ہونا ناممکن ہے - تو یہ ثابت ہو گیا - کہ زمین کے اوپر کوئی ایسی چیز نہیں ہے - جس میں وہ لٹکی ہوئی اور بندھی ہوئی ہو اور اسی طریق سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ زمین کے نیچے کوئی ایسا ستون نہیں ہے - کہ جس پر وہ ٹھیری ہوئی ہو - کیونکہ اگر زمین کے نیچے کوئی ایسا ستون ہو جس پر وہ ٹھیری ہوئی ہے - تو اس ستون کے نیچے کوئی اور ستون ہونا چاہیے - جس پر وہ ٹھیرا ہوا ہو - اور اس کے نیچے کوئی اور - اور علیٰ ہذا القیاس غیر متناہی ستون ہونے چاہئیں - جن میں سے ہر ایک ستون اس ستون پر ٹھیرا ہوا ہو جو اس کے نیچے ہے - اور غیر متناہی ستونوں کا ہونا ناممکن ہے - تو یہ ثابت ہو گیا کہ زمین کے نیچے کوئی ایسا ستون نہیں ہے جس پر وہ ٹھیری ہوئی ہو - جب یہ ثابت ہو گیا کہ نہ زمین کے اوپر کوئی ایسی چیز ہے - جس میں وہ لٹکی ہوئی اور بندھی ہوئی ہو - اور نہ زمین کے نیچے کوئی ستون ہے - جس پر وہ ٹھیری ہوئی ہو - تو ہمیں یہ معلوم ہو گیا کہ ضرور بالضرور زمین کا کوئی تھامنے والا ہے - جس نے اپنی قدرت اور اختیار سے اسے تھام رکھا ہے - اور ادھر ادھر کو اسے جنبش کرنے نہیں دیتا - اسی سبب اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے اِنَّ اللّٰہَ یُمْسِکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا وَلَئِنْ زَالَتَا اِنْ اَمْسَکَھُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْ بَعْدِہٖ (اللہ نے آسمانوں اور زمین کو تھام رکھا ہے - اور انہیں اپنی جگہ سے ہٹنے نہیں دیتا - اگر وہ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں - اور جنبش کریں - تو اللہ کے سوا اور کوئی انہیں تھام نہیں سکتا. **زمین کے منافع** - ہمارے لیے زمین کے فرش ہونے کی (دوسری شرط) یہ ہے - کہ وہ پتھر کی طرح نہ بہت سخت ہو - کیونکہ بہت سخت چیز پر سونے اور چلنے سے بدن کو ایذا اور تکلیف ہوتی ہے - اور نیز اگر زمین سونے کی ہوتی - تو نہ اس پر کھیتی ہو سکتی - نہ اس سے مکانات بن سکتے - کیونکہ اس کا کھودنا اور جس طرح چاہیں اس طرح ترکیب دینا دشوار تھا - اور نہ پانی کی طرح بہت نرم - کیونکہ اگر پانی کی طرح بہت نرم ہوتی تو آدمی اس کے اندر دھس جاتے (تیسری شرط) یہ ہے - کہ زمین کو بہت لطیف اور شفاف ہونا نہیں چاہیے کیونکہ اگر لطیف اور شفاف ہو - تو اس پر نور اور روشنی نہیں ٹھیر سکیگی - اور جس چیز پر نور اور روشنی نہ ٹھیر سکے وہ تاروں اور سورج سے گرم نہ ہو سکیگی - اور جب وہ تاروں اور سورج سے گرم نہ ہو سکے گی - تو بہت ٹھنڈی ہو گی - اور جب بہت ٹھنڈی ہو گی - تو جانور اس پر نہ ٹھیر سکیں گے - لہٰذا اللہ تعالیٰ نے زمین کو اس سب سے کثیف بنایا - کہ اس پر نور اور روشنی ٹھیرے - اور نور اور روشنی کے ٹھیرنے سے وہ گرم ہو - اور گرم ہونے کے سبب - وہ جانوروں کا فرش ہو سکے - (چوتھی شرط) یہ ہے - کہ زمین پانی میں ڈوبی ہوئی نہ ہو - بلکہ کھلی ہوئی ہو - کیونکہ زمین کی طبیعت یہ چاہتی ہے - کہ زمین پانی میں ڈوبی ہوئی ہو - لہٰذا زمین کو ہر طرف سے دریا سے گھرا ہوا ہونا چاہیے تھا - اگر زمین پانی میں ڈوبی ہوئی ہوتی اور ہر طرف سے دریا اسے گھیرے ہوئے

زمین کے منافع کا بیان

کہا ہے - کہ زمین کے فرش ہونے کی ایک شرط یہ بھی ہے - کہ وہ گرہ نہو - اور وہ اسی آیت سے اس بات پر دلیل لائے ہیں - کہ زمین گرہ نہیں ہے - اور اُن کا یہ قول نہایت ہی بعید از عقل ہے کیونکہ بہت بڑے کُرے کا قطع فرش ہو سکنے کے باب میں سطح کی مثل ہے - اور اس بات سے اس کی اور زیادہ توضیح اور تائید ہوتی ہے - کہ پہاڑ زمین کی میخیں ہیں - اور پھر بھی اُن پر بود و باش ہو سکتی ہے - تو اتنے بڑے کُرے کے قطعے پر بود و باش کیوں نہیں ہو سکتی - وَاللّٰہُ اَعْلَمُ (پانچواں مسئلہ) زمین کی باقی منفعتوں اور صفتوں کے بیان میں (پہلی منفعت) وہ چیزیں ہیں - جو زمین میں پیدا ہوتی ہیں یعنی معدن - اور نبات - اور حیوان - اور علوی اور سفلی آثار جنکی تفصیل اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا (دوسری منفعت) یہ ہے - کہ مٹی اور پانی کے ملنے سے مرکبات کو دونوں میں استحکام ہو جائے (تیسری منفعت) زمین کے حصوں کا اختلاف ہے - زمین کا کوئی حصہ نرم ہے - اور کوئی سخت - اور کوئی ریگستانی - اور کوئی شور - اور کوئی سنگستانی - اور اس کا بیان ان دو آیتوں میں ہے - وَفِي الْأَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجَاوِرَاتٌ (یعنی زمین میں مختلف قطعے ہیں - جو باہم ملے ہوئے ہیں) وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ وَالَّذِي خَبُثَ لَا يَخْرُجُ إِلَّا نَكِدًا (اور جس شہر کی زمین اچھی اور پاکیزہ ہے - اُس میں سے بہت سی اور بہت نفع والی روئیدگی نکلتی ہے - اور جس شہر کی زمین اچھی اور پاکیزہ نہیں ہے اُسمیں سے کم اور بے منفعت روئیدگی نکلتی ہے) (چوتھی منفعت) زمین کے حصوں کے رنگ کا اختلاف ہے کسی حصے کا رنگ سرخ ہے کسی کا سپید کسیکا سیاہ کسیکا خاکستری کسی کا غبار کا سا - اور اس کا بیان اس آیت میں ہے - وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ بِيضٌ وَحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ أَلْوَانُهَا وَغَرَابِيبُ سُودٌ - یعنی - اور پہاڑوں میں سپید اور سرخ جنکی سپیدی و سرخی کے درجے مختلف ہیں) اور کالی بھجنگ گھاٹیاں ہیں (پانچویں منفعت) نباتات کے اُگنے کے وقت زمین کا پھٹ جانا ہے - اور اسکا بیان اس آیت میں ہے - وَالْأَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ (یعنی نباتات کے اُگتے وقت پھٹ جانیوالی زمین کی قسم ہے) (چھٹی منفعت) یہ ہے - کہ جو پانی آسمان سے برستا ہے - زمین اُس کا خزانہ ہے - اس کا بیان ان آیتوں میں ہے - وَأَنزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً بِقَدَرٍ فَأَسْكَنَّاهُ فِي الْأَرْضِ وَإِنَّا عَلَىٰ ذَهَابٍ بِهِ لَقَادِرُونَ (یعنی - اور ہم نے اندازے کے ساتھ آسمان سے پانی برسایا - پھر اُسے زمین میں ٹھیرا دیا - اور ہم اُسے پھر زمین میں سے لیجا سکتے ہیں) قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَصْبَحَ مَاؤُكُمْ غَوْرًا فَمَن يَأْتِيكُم بِمَاءٍ مَّعِينٍ (اے محمد تو اُن سے کہہ کہ تم مجھے بتاؤ تو سہی - اگر تمہارے پینے کا پانی خشک ہو جائے تو پھر تمہارے لیے آب رواں کون لائیگا (ساتویں منفعت) زمین کے بڑے بڑے چشمے اور بڑی بڑی نہریں ہیں جنکا بیان اس آیت میں ہے - وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنْهَارًا (یعنی اللہ نے زمین میں پہاڑ اور نہریں بنائیں (آٹھویں منفعت) زمین کے معادن اور جواہر ہیں - اس کا بیان اس آیت میں ہے وَالْأَرْضَ مَدَدْنَاهَا وَأَلْقَيْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنبَتْنَا فِيهَا مِن كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُونٍ (یعنی ہم نے زمین کو پھیلایا - اور اُس میں پہاڑ قائم کیے - اور ہر ایک چیز جو وزن کی جاتی ہے اُس میں اُگائی) اس کے بعد پھر اسکا پورا پورا بیان کیا - اور یوں ارشاد فرمایا - وَإِن مِّن شَيْءٍ إِلَّا عِندَنَا خَزَائِنُهُ وَمَا نُنَزِّلُهُ إِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُومٍ (اور ہمارے پاس ہر چیز کے خزانے ہیں - اور ہم اُن میں سے معین اندازہ کیموافق زمین پر اُتارتے ہیں (نویں منفعت) وہ چھپی ہوئی چیز (نبات) ہے - جسے زمین دانے اور گٹھلی میں سے نکالتی ہے اور اس کا بیان ان دو آیتوں میں ہے - إِنَّ اللَّهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوَىٰ (بیشک اللہ دانے اور گٹھلی کا شق کرنیوالا ہے) يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ (آسمانوں اور زمین میں جو چھپی ہوئی چیز ہے اللہ اُسی نکالتا ہے) زمین کی طبیعت میں جود اور کرم ہے کیونکہ تو اُسے ایک دانہ دیتا ہے اور وہ اُس ایک دانہ کو سات سو دانے کرکے تجھے واپس دیتی ہے - اس کا بیان اس آیت میں ہے - كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ (اللہ کی راہ میں صدقہ دینے کی مثال دانے کی سی ہے - کہ اُس میں سات بالیں اُگتی ہیں - اور ہر ایک بال میں سو دانے - (دسویں منفعت) مردہ ہونے کے بعد زمین کا زندہ ہو جانا ہے - اس کا بیان ان دو آیتوں میں ہے - أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا نَسُوقُ الْمَاءَ إِلَى الْأَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهِ زَرْعًا (کیا اُنھوں نے یہ نہیں دیکھا ہے کہ ہم مردہ زمین کی طرف پانی کو ہانکتے ہیں - اور اُس کے ذریعے سے اُس میں سے کھیتی نکالتے ہیں) وَآيَةٌ لَّهُمُ الْأَرْضُ الْمَيْتَةُ أَحْيَيْنَاهَا وَأَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَأْكُلُونَ (مردہ زمین اُن کے لیے ایک دلیل ہے - کہ ہم نے اُسے زندہ کیا - اور اُس میں سے اناج نکالا کہ جس میں سے وہ کھاتے ہیں (گیارھویں منفعت) وہ جانور ہیں - جو زمین پر ہیں جنکے رنگ اور صورتیں مختلف ہیں - اور جن کی پیدائش طرح طرح سے ہے - اس کا بیان اس آیت میں ہے - خَلَقَ السَّمَاوَاتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَأَلْقَىٰ فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَن تَمِيدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِيهَا مِن كُلِّ دَابَّةٍ - (اللہ نے ستونوں کے بغیر آسمان پیدا کیے - جنھیں تم دیکھ رہے ہو - اور زمین میں پہاڑ اس لیے گاڑ دیے - کہ وہ تمہیں نہ ہلائے - اور اُس میں ہر قسم کے جانور پھیلا دیے (بارھویں منفعت) نبات ہے جس کے رنگ اور اقسام - اور منافع مختلف ہیں - اور اس کا بیان اس آیت میں ہے - وَأَنبَتْنَا فِيهَا مِن كُلِّ زَوْجٍ بَهِيجٍ (اور ہم نے زمین میں ہر قسم کی اچھی چیز اُگائی) نباتات کے رنگوں کا اختلاف ایک دلیل ہے - اور مزوں کا اختلاف دوسری دلیل - اور بو کا اختلاف تیسری دلیل - بشر کا رزق بھی نباتات ہی سے ہے - اور بہائم کا رزق بھی نباتات ہی ہے - جیسا اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے - كُلُوا وَارْعَوْا أَنْعَامَكُمْ (خود بھی کھاؤ اور اپنے چوپایوں کو بھی چراؤ) لیکن بشر کی خورش کی تفصیل یہ ہے - کہ بشر کا طعام بھی نباتات ہی میں سے ہے - اور سالن بھی نباتات ہی میں سے - اور دوا بھی نباتات

اَرْبَعَةِ اَیَّامٍ سَوَاءً لِّلسَّآئِلِیْنَ (روزی مانگنے والوں کے لیے اہلِ زمین کی روزی کا چار دن میں زمین میں اندازہ کر دیا) اور انسان کا لباس بھی زمین ہی میں سے ہے۔ کیونکہ لباس یا نباتی ہے۔ یا حیوانی نباتی لباس روئی اور کتان ہے۔ اور حیوانی۔ بال۔ اور پشم۔ اور ریشم۔ اور پوستینیں ہیں۔ اور یہ اُن حیوانات سے حاصل ہوتے ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے زمین میں پھیلا دیا ہے۔ لہٰذا خورش بھی زمین ہی میں سے ہے۔ اور لباس بھی زمین ہی میں سے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا وَیَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (اللہ اُن چیزوں کو پیدا کرتا ہے جنھیں تم نہیں جانتے) اِس آیت میں بہت سے منافع کی طرف اشارہ ہے جنھیں اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ اور اللہ تعالےٰ نے تیرے مرنے کے بعد زمین کو تیرا عیب پوش کیا۔ اور یہ ارشاد فرمایا اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ کِفَاتًا اَحْیَآءً وَّاَمْوَاتًا۔ کیا ہم نے زمین کو مردوں اور زندوں کا جمع کرنے والا نہیں بنایا) مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِیْهَا نُعِیْدُكُمْ (ہم نے تم کو اُسی سے پیدا کیا ہے۔ اور پھر تمھیں اُسی میں لیجائینگے) پھر اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین کی بڑی بڑی منفعتوں کو اکٹھا کرکے یوں ارشاد فرمایا وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ (آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے۔ اللہ نے اُسے تمہارا مطیع اور فرمان بردار کر دیا (تیرھویں منفعت) زمین کے مختلف پتھر ہیں۔ چھوٹے پتھروں میں سے بعضے زینت کے قابل ہیں جن کے انگوٹھیوں کے نگینے بنائے جاتے ہیں۔ اور بڑے پتھروں میں سے بعضے عمارت کے قابل ہیں۔ جس پتھر سے آگ نکالی جاتی ہے۔ اُس کی کثرت کو دیکھ۔ اور یاقوت سُرخ کی قلت کو۔ پھر اِس بات کو دیکھ۔ کہ اُس حقیر پتھر سے کس قدر زیادہ نفع ہے۔ اور اس شریف پتھر سے کس قدر کم (چودھویں منفعت) وہ شریف کانی چیزیں ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے زمین میں پیدا کی ہیں۔ جیسے سونا۔ اور چاندی۔ پھر اِس بات میں غور اور تامل کر کہ انسان نے عقل و ذکاوت کے زور سے طرح طرح کے دقیق اور مشکل حرفی اور قسم قسم کی بڑی بڑی صنعتیں نکالیں۔ اور دریا کی تہ میں سے مچھلی کو نکال لیا۔ اور ہوا کی بلندی میں سے پرندے کو اُتار لیا۔ اور باایں ہمہ عقل و دانش سونے۔ اور چاندی کے بنانے سے عاجز رہا۔ اور اس کا سبب یہ ہے۔ کہ سونے اور چاندی سے ثمنیت اور قیمت کے سوا اور کچھ فائدہ نہیں ہے۔ اور یہ فائدہ قلت کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ تو جو شخص سونا اور چاندی بنانی چاہتا ہے۔ وہ اللہ کی اِس حکمت کو باطل کرنا چاہتا ہے اِسی سبب سے اللہ تعالیٰ نے سونے چاندی کے بنانے کا دروازہ۔ اس حکمت کے ظاہر کرنے۔ اور اس نعمت کے باقی رکھنے کے لیے بند کر دیا۔ اور اسی سبب سے جس چیز کے بنانے میں مخلوق کا ضرر نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُس کے بنانے پر انسان کو قادر کر دیا۔ اور وہ تانبے سے پیتل بنا سکتا ہے۔ اور ریگ سے پھٹکری۔ ان لطائف اور عجائب میں جب عاقل غور اور تامل کرے۔ تو چار ناچار اُسے یہ کہنا پڑتا ہے۔ کہ یہ تدبیریں ایسے خدا کے بغیر نہیں ہو سکتیں۔ جو صانع اور حکیم اور قادر اور علیم ہے۔ اور ظالموں نے جو جو اُس کی شان میں کہا ہے۔ وہ اُس سے بہت مقدس اور نہایت برتر ہے (پندرھویں منفعت) وہ درخت ہیں۔ جو پہاڑوں اور زمینوں پر بکثرت ہیں۔ اور جن سے مکانوں کے ستون اور چھتیں بن سکتی ہیں۔ اور جو ایندھن کے بھی قابل ہیں۔ اور کھانا پکانے میں ایندھن کی کیسی شدید ضرورت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے زمین کے دلائل اور منافع پر ایسے الفاظ کے ساتھ آگاہ اور متنبہ کیا۔ کہ جن تک بلغا کی رسائی نہیں ہو سکتی۔ اور جن سے تمام فصحا عاجز ہیں۔ اور یوں ارشاد فرمایا۔ وَهُوَ الَّذِیْ مَدَّ الْاَرْضَ وَجَعَلَ فِیْهَا رَوَاسِیَ وَاَنْهٰرًا وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِیْهَا زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ (یعنی وہی ہے جس نے زمین کو پھیلایا۔ اور اُس میں پہاڑ اور نہریں بنائیں۔ اور ہر قسم کے پھلوں میں سے اُس میں دو دو قسم "یعنی شیریں اور ترش۔ سپید اور سیاہ۔ چھوٹے اور بڑے" کے پیدا کیے) اور نہروں میں سے بعض نہریں تو بڑی بڑی ہیں۔ جیسے نیل۔ اور سیحون۔ اور جیحون۔ اور فرات۔ اور بعض چھوٹی چھوٹی ہیں۔ اور وہ بہت سی ہیں۔ اور سب نہروں میں خواہ چھوٹی ہوں خواہ بڑی پینے اور کھیتی کرنے۔ اور باقی اور فائدوں کے لیے میٹھا پانی ہے (چھٹا مسئلہ) **آسمان افضل ہے۔ یا زمین**۔ بعض علما نے کہا ہے۔ آسمان افضل ہے۔ اور اس کی کئی دلیلیں ہیں (پہلی دلیل) یہ ہے۔ کہ آسمان فرشتوں کی عبادت گاہ ہے۔ آسمان میں کوئی جگہ ایسی نہیں ہے۔ جہاں کسی نے اللہ کی نافرمانی کی ہو (دوسری دلیل) یہ ہے۔ کہ جنت میں جب آدم علیہ السلام نے گناہ کیا۔ تو اُن سے یہ کہا گیا۔ کہ جنت سے نیچے چلے جاؤ۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا۔ کہ جس نے میری نافرمانی کی۔ اُسے میرے قرب و جوار میں رہنا نہیں چاہیے۔ (تیسری دلیل) یہ دو آیتیں ہیں وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا (اور ہم نے آسمان کی محفوظ چھت بنائی) تَبٰرَكَ الَّذِیْ جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا (جس نے آسمان میں برج بنائے۔ وہ برکت والا ہے) اور زمین کی نسبت اللہ تعالیٰ نے ایسا ارشاد نہیں فرمایا (چوتھی دلیل) یہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے اکثر آسمان کا ذکر زمین کے ذکر سے پہلے کیا ہے۔ اور علما نے یہ کہا ہے۔ کہ زمین آسمان سے افضل ہے۔ اور اس کی کئی دلیلیں ہیں (پہلی دلیل) یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کے بہت سے حصوں کی نسبت یہ ارشاد فرمایا ہے کہ وہ برکت کے ساتھ موصوف ہیں اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا (آدمیوں کے لیے جو گھر سب سے پہلے بنایا گیا ہے۔ وہ مبارک گھر ہے جو مکے میں ہے (دوسری دلیل) فِی الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ (مبارک جگہ میں موسیٰ کو درخت میں سے ندا کی گئی (تیسری دلیل) اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ (بیت المقدس کی طرف۔ جس کے گرداگرد کو ہم نے متبرک کر دیا ہے (چوتھی دلیل) شام کی زمین کی نسبت اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا۔ کہ وہ

(پانچویں دلیل) اللہ تعالیٰ نے اِس آیت میں ساری زمین کو متبرک ارشاد فرمایا ہے۔ وَجَعَلَ فِیْهَا رَوَاسِیَ مِنْ فَوْقِهَا وَبَارَكَ فِیْهَا (اللہ نے زمین کے اوپر پہاڑ بنائے۔ اور زمین میں برکت دی) اگر کوئی یہ اعتراض کرے۔ کہ خالی جنگلوں۔ اور مہلک صحراؤں میں کیا برکت ہے۔ تو ہم یہ جواب دیں گے۔ کہ وہ وحشی جانوروں کے مسکن اور چراگاہیں ہیں۔ اور اگر آدمیوں کو اُن کی حاجت ہو۔ تو وہ آدمیوں کے بھی مسکن ہیں۔ اور انھیں برکتوں کے سبب اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے وَفِی الْاَرْضِ اٰیَاتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ (یعنی یقین کرنے والوں کے لیے زمین میں بہت سی نشانیاں۔ اور دلیلیں ہیں) اور یہ دلیلیں اگرچہ اُن لوگوں کے لیے بھی ہیں جنھیں یقین نہیں ہے۔ لیکن چونکہ ان دلیلوں سے یقین کرنے والوں کے سوا اور کسی کو نفع نہیں ہوا۔ اِس سبب تشریف اور تکریم کے لیے یہ ارشاد فرمایا۔ کہ یقین کرنے والوں کے لیے دلیلیں ہیں۔ جس طرح هُدًى لِّلْمُتَّقِیْنَ ارشاد فرمایا ہے یعنی قرآن اُن لوگوں کے لیے بھی ہدایت ہے۔ جو متقی نہیں ہیں۔ لیکن چونکہ قرآن سے متقیوں ہی نے فائدہ اُٹھایا۔ اِس لیے یہ ارشاد فرمایا۔ کہ قرآن متقیوں کے لیے ہدایت ہے (چھٹی دلیل) یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بزرگ نبی زمین سے پیدا کیے۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا ہے مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِیْهَا نُعِیْدُكُمْ (زمین ہی سے ہم نے تمھیں پیدا کیا ہے۔ اور زمین ہی میں پھر ہم تمھیں لیجائیں گے) یہ خطاب سب آدمیوں کو شامل ہے۔ خواہ نبی ہوں۔ خواہ نہ ہوں۔ اِس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ نبی بھی زمین ہی سے پیدا ہوئے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے آسمان سے کوئی چیز پیدا نہیں کی۔ کیونکہ ارشاد فرمایا ہے۔ وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا (یعنی ہم نے آسمان کی محفوظ چھت بنائی) (ساتویں دلیل) یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اکرام کیا۔ اور ساری زمین کو آپ کے لیے مسجد اور تمام زمین کی مٹی کو آپکے لیے مطہر اور پاک کنندہ بنادیا۔ اللہ تعالیٰ کے قول وَالسَّمَآءَ بِنَآءً امین کئی مسئلہ ہیں (پہلا مسئلہ) یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں آسمان وزمین کا جابجا ذکر کیا ہے۔ اور اِس میں کسی طرح کا شک نہیں ہے کہ آسمان زمین کا جابجا ذکر کرنا اِس بات پر دلالت کرتا ہے۔ کہ وہ دونوں عظیم الشان ہیں۔ اور اُن میں اللہ تعالیٰ کے بڑے بڑے اسرار اور حکمتیں ہیں۔ جن تک خلق کی عقل و فہم نہیں پہنچ سکتی (دوسرا مسئلہ)

## آسمان کے فضائل کے بیان میں۔

آسمان کی بہت سی فضیلتیں ہیں (پہلی فضیلت) یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان کو سات چیزوں سے آراستہ اور مزین کیا ہے۔ چراغوں سے ارشاد فرمایا ہے وَلَقَدْ زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ (ہم نے پہلے آسمان کو چراغوں سے آراستہ اور مزین کیا ہے) اور چاند سے ارشاد فرمایا ہے وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِیْهِنَّ نُوْرًا (اسنے آسمانوں میں چاند کو نور بنایا) اور سورج سے ارشاد فرمایا ہے۔ وَجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا (اور سورج کو چراغ بنایا) اور عرش سے ارشاد فرمایا ہے رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ (عظمت والے عرش کا رب) اور کرسی سے ارشاد فرمایا ہے وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اور اُس کی کرسی میں آسمانوں اور زمین کی گنجائش ہے)۔ اور لوح سے ارشاد فرمایا ہے۔ فِیْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ (لوح محفوظ میں۔ اور قلم سے ارشاد فرمایا ہے۔ نٓ وَالْقَلَمِ (یعنی قلم کی قسم ہے) یہ سات چیزیں ہیں۔ ان میں سے تین تو ظاہر ہیں۔ اور چار پوشیدہ۔ جو نقلی دلیلوں یعنی آیتوں اور حدیثوں سے ثابت ہوئی ہیں (دوسری فضیلت) یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کے ایسے نام رکھے ہیں جو اُن کے عظیم الشان ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو سما اور سقف محفوظ اور سبع طباق و سبع شداد۔ ارشاد فرمایا ہے۔ پھر اِن آیتوں میں آسمان کے انجام کا بیان کیا ہے۔ وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ (یعنی جب آسمان شگاف دیا جائیگا) وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ (یعنی جب آسمان کی کھال کھینچی جائیگی) یَوْمَ نَطْوِی السَّمَآءَ (جس دن ہم آسمان کو لپیٹیں گے) یَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ (جس دن آسمان پگھلے ہوئے تانبے کی مانند ہو جائے گا) یَوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا (جس دن آسمان خوب جنبش کریگا) فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ (آسمان سرخ چمڑے کی شکل سرخ ہو جائیگا) اور آسمان کی پیدائش کا حال اِن دو آیتوں میں بیان کیا ہے۔ ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ وَهِیَ دُخَانٌ (پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا جس وقت کہ وہ دھواں تھا) اَوَلَمْ یَرَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا (کیا کافروں نے یہ نہیں دیکھا ہے۔ کہ آسمان اور زمین دونوں بند تھے۔ ہم نے اُنھیں کھولدیا) آسمان اور زمین کے پیدا ہونے اور فنا ہونے کا حال اللہ تعالیٰ نے اِس تفصیل کے ساتھ جو اِس اہتمام اور اِس شدومد سے بیان کیا ہے۔ تو اس سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو بہت بڑی حکمت کے لیے پیدا کیا ہے۔ جیسا خود ارشاد فرمایا ہے۔ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا بَاطِلًا ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا (ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو اُن دونوں کے درمیان ہے۔ لغو اور بیہودہ پیدا نہیں کیا ہے۔ یہ کافروں کا گمان ہے۔ (تیسری فضیلت) یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان کو دُعا کا قبلہ بنایا۔ آسمان ہی کی طرف ہاتھ اُٹھتے ہیں۔ اور آسمان ہی کی طرف چہرے متوجہ ہوتے ہیں۔ اور آسمان ہی مورد انوار ہے۔ اور آسمان ہی صفا اور روشنیوں۔ اور طہارت کا محل ہے۔ اور آسمان ہی خلل و فساد سے محفوظ رہنے کا مقام ہے (چوتھی فضیلت) بعض علما نے کہا ہے۔ آسمانوں اور زمینوں کی دو صفتیں ہیں۔ آسمان موثر ہیں۔

مین تاثیر نہین کرتین۔ اور موثر یعنی تاثیر کرنے والا تاثیر کے قبول کرنے والے سے افضل ہے۔ اسی سبب سے اللہ تعالیٰ نے اکثر مقامات مین آسمان کا ذکر زمین کے ذکر سے پہلے کیا ہے۔ اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اکثر مقامات مین آسمانون کو جمع کے لفظ سے اور زمین کو واحد کے لفظ سے بیان کیا ہے۔ اِس کا سبب یہ ہے کہ آسمان بہت سے ہونے چاہئین تاکہ بہت سے آسمانون کے سبب سے تارون کے مختلف اتصال حاصل ہون۔ اور شعاعون کے گرنے کی جگہون مین تغیر ہو۔ اور زمین چونکہ تاثیر کی قبول کرنے والی ہے۔ لہٰذا وہ ایک ہی کافی ہے۔ (پانچوین فضیلت) آسمان کے رنگ اور آسمان کے رنگ مین جو صائب اور درست تدبیر ہوئی ہے۔ وہ غور اور فکر کرنے کے قابل ہے۔ کیونکہ سب رنگون سے زیادہ یہ رنگ آنکھ کے موافق اور آنکھ کا مقوی ہے۔ اسی سبب سے جب کسی کی آنکھ مین درد ہوتا ہے تو طبیب اُسے نیلے رنگ کی چیزون کے دیکھنے کا حکم کرتے ہین۔ غور اور تامل کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان کا یکسا رنگ بنایا۔ کہ جو لوگ آسمان کو دیکھتے ہین۔ اُن کی آنکھون کو اُس کے دیکھنے سے نفع ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آسمان کا رنگ سب رنگون سے زیادہ نافع۔ اور آسمان کی شکل سب شکلون سے افضل بنائی۔ اور وہ گول شکل ہے۔ اِسی سبب سے یہ ارشاد فرمایا ہے۔ اَوَلَمْ یَنْظُرُوْٓا اِلَی السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَیْفَ بَنَیْنٰهَا وَ زَیَّنّٰهَا وَ مَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ (کیا اُنھون نے آسمان کو نہین دیکھا ہے۔ جو اُن کے اوپر ہے۔ ہم نے اُسے کیسا بنایا ہے۔ اور کس طرح آراستہ اور مزین کیا ہے اور اُس مین دراڑین نہین ہین) اگر آسمان زمین کے گرد نہ ہوتا۔ اور زمین کا احاطہ نہ کرتا۔ تو ضرور اُس مین دراڑین ہوتین (تیسرا مسئلہ) جو چیزین آسمان مین ہین۔ یعنی سورج اور چاند اور تارے۔ اُن کے فضائل کا بیان۔

**سورج کے فضائل کا بیان**۔ سورج کے نکلنے اور چھپنے مین غور اور فکر کرنا چاہیے۔ اگر سورج نہ نکلتا۔ اور نہ چھپتا۔ تو جہان کے تمام کام بگڑ جاتے۔ اور آدمی زندگی کے اسباب بہم نہ پہنچا سکتے۔ سورج کے نکلنے کے فائدے ظاہر اور کھلے ہوئے ہین لیکن سورج کے چھپنے کے فائدون مین غور اور تامل کرنا چاہیے۔ اگر سورج نہ چھپتا۔ تو آدمیون کو آرام اور قرار نہ ہوتا۔ اور اُنھین آرام اور قرار لینے کی حاجت ہے تاکہ راحت حاصل ہو۔ اور قوتِ ہاضمہ اپنا کام بخوبی کرے۔ اور اعضا مین غذا نافذ و ساری ہو۔ جیسا اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ وَ النَّهَارَ مُبْصِرًا (اللہ ہی نے تمہارے لیے رات بنائی۔ تاکہ تم اُس مین آرام اور قرار لو۔ اور دن کو روشن بنایا) اگر آفتاب نہ چھپتا۔ تو ہمیشہ کام کرنے پر اُنھین حرص آمادہ کرتی۔ جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے وَجَعَلْنَا الَّیْلَ لِبَاسًا وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا (ہم نے رات کو پردہ۔ اور دن روزی کے لیے بنایا) اگر آفتاب نہ چھپتا تو سورج کی شعاع سے زمین اِس قدر گرم ہو جاتی۔ کہ زمین کے کل جانور جل جاتے۔ اور سب نباتات ہلاک اور نیست و نابود ہو جاتی۔ جیسا ارشاد فرمایا ہے۔ اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَیْفَ مَدَّ الظِّلَّ وَ لَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا (کیا تجھے یہ معلوم نہین ہے کہ تیرے پروردگار نے سائے کو کس طرح پھیلایا۔ اگر وہ چاہتا۔ تو اُسے ایک ہی جگہ ٹھیرا دیتا) اللہ تعالیٰ کی حکمت کے سبب سے سورج ایک وقت نکلتا ہے۔ اور دوسرے وقت چھپ جاتا ہے۔ جیسے مکان مین رہنے والون کو جب تک حاجت ہوتی ہے۔ چراغ روشن کر کے دیدیا جاتا ہے۔ اور جب حاجت نہین رہتی۔ تو اُن کے پاس سے اُٹھا لیا جاتا ہے۔ تاکہ وہ آرام اور قرار لین۔ اور راحت پائین۔ روشنی اور تاریکی۔ کہ جن مین سے ہر ایک دوسرے کی ضد ہے۔ اُن چیزون کی ممد و معاون ہین۔ جن مین اہل عالم کی بہتری ہے۔ یہ سب فائدے سورج کے نکلنے اور ڈوبنے کے ہین۔ اور اللہ تعالیٰ نے چارون فصلون کا سبب سورج کی بلندی اور پستی کو کیا۔ جاڑے مین حرارت۔ درخت اور سبزی کے اندر رک جاتی ہے۔ اور اُس سے پھلون کے مادے پیدا ہوتے ہین۔ اور ہوا لطیف ہو جاتی ہے۔ اور بادل اور مینہ بکثرت ہوتا ہے۔ اور اندر غریزی حرارت کے رک جانے کے سبب سے حیوانات کے بدن قوی ہو جاتے ہین۔ اور ربیع مین طبیعتون کو جنبش ہوتی ہے۔ اور جو مادے جاڑے مین پیدا ہوئے تھے وہ ظاہر ہو جاتے ہین۔ اور سبزہ نکل آتا ہے۔ اور درخت مین شگوفہ آجاتا ہے۔ اور جانور جفتی کیلئے مست ہو جاتے ہین۔ اور گرمی مین ہوا گرم اور مشتعل ہو جاتی ہے۔ اور پھل پک جاتے ہین۔ اور بدنون کے فضلے تحلیل ہو جاتے ہین۔ اور زمین خشک ہو جاتی ہے۔ اور اُس مین مکانات بنانے اور عمارات کی تعمیر کی قابلیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور خریف مین خشکی اور برودت ظاہر ہوتی ہے۔ اور بدن آہستہ آہستہ جاڑے کی طرف منتقل ہوتے ہین۔ اگر یہ انتقال یکایک ہوتا تو تمام بدن ہلاک اور تلف ہو جاتے۔ اور سورج کی حرکت کے منافع اور فوائد بھی تامل کے قابل ہین۔ اگر سورج ایک ہی جگہ ٹھیرا رہتا۔ تو وہ جگہ سخت گرم ہو جاتی اور باقی تمام جگہ سخت سرد۔ لیکن دن کے شروع ہونے کے وقت سورج مشرق سے نکلتا ہے اور مغرب پر جو اُس وقت سورج کے محاذی اور مقابل ہے سورج کی شعاع پڑتی ہے۔ پھر برابر گردش کرتا رہتا ہے اور ایک سمت کا دوسری سمت کے بعد محاذی اور مقابل ہوتا رہتا ہے۔ یہانتک کہ گردش کر کے چھپنے کے قریب ہو جاتا ہے اور مشرق کی جانب اُس کی شعاع پڑتی ہے اور کوئی کھلی ہوئی جگہ ایسی نہین رہتی۔ جس پر سورج کی شعاع نہ پڑے۔ گویا اللہ تعالیٰ یون ارشاد فرماتا ہے۔ اگر سورج مشرق مین ٹھیرا رہتا اور امیر فقیر کے مکان کے مشرق کی سمت سے بلند مکان بنا لیا تھا تو فقیر کے مکان مین سورج کی شعاع نہ پہنچتی۔ لیکن اللہ تعالیٰ یہ ارشاد فرماتا ہے۔ اگر امیر نے فقیر کے مکان کے سامنے اونچا مکان بنا لیا اور سورج کی شعاع کو

خط استوا سے سورج کے میل اور تجاوز کرنے کے فائدون کا بیان یہہ ہے۔ کہ اگر کواکب کی حرکت مین میل اور تجاوز نہ ہوتا۔ تو اُن کی تاثیر ایک ہی جگہ کے ساتھ خاص ہو جاتی۔ اور باقی سب جانبین اُن فائدون اور نفعون سے خالی رہتین۔ جو اُن کی تاثیرون سے ہوتے ہین۔ اور جو جگہ کوکب کے قریب ہے۔ اُس کے احوال متشابہ اور یکسان ہوتے اور وہان ایک ہی کیفیت کو قوت ہوتی۔ اگر وہ کیفیت جسے قوت ہے۔ حرارت ہے۔ تو وہ سب رطوبتون کو فنا کر دیتی۔ اور سب کو آگ بنا دیتی۔ اور پیدا ہونے والی چیزین پیدا نہ ہوتین۔ اور جو جگہ کواکب کی گذرگاہ کے مقابل اور محاذی ہوتی۔ وہ ایک کیفیت پر ہوتی۔ اور جو گذرگاہ کے مقابل اور محاذی نہ ہوتی۔ وہ دوسری کیفیت پر۔ اور جو جگہ ان دونون جگہون کے درمیان ہوتی۔ وہ درمیانی کیفیت پر۔ لہذا کسی جگہ ہمیشہ جاڑا۔ اور ہوا۔ اور گرد و غبار رہتا۔ اور کسی جگہ ہمیشہ ایسی گرمی رہتی جو سب چیزون کو جلا دیتی۔ اور کسی جگہ ہمیشہ بیچ کا موسم رہتی۔ جس مین پوری طرح کھیتی اور پھل نہ پکتے۔ اور اگر حرکتین متواتر اور پے در پے رجوع اور عود نہ کرتین۔ اور کواکب کی حرکتین سست ہوتین۔ تو میل سے فائدہ کم ہوتا۔ اور تاثیر بہت تھوڑی ہوتی۔ اور یہ حالت کہ میل نہ ہونے کی صورت مین ہوتی۔ اُسی حالت کے قریب قریب حالت ہو جاتی۔ جو حرکت اب ہے۔ اگر کواکب کی حرکت اس سے تیز ہوتی۔ تو فائدے کامل اور پورے نہ ہوتے۔ اور جب یہان ایسا میل ہے۔ کہ وہ حرکت کو ایک سمت مین ایک مدت تک محفوظ رکھتا ہے۔ پھر بقدر حاجت کے دوسری سمت کی طرف منتقل کرتا ہے۔ اور حرکت ہر سمت مین ایک مدت تک باقی رہتی ہے تو میل کی تاثیر پوری ہو گئی۔ اور اُس سے بہت فائدے ہوئے۔ وہ خالق پاک اور مقدس ہے۔ جو کامل حکمت اور غیر متناہی قدرت کے ساتھ عالم کا مدبر ہے۔

**چاند کے فضائل** ۔ چاند کو آیَتُ اللَّیلِ (یعنی رات کی نشانی اور دلیل) کہتے ہین۔ جاننا چاہیے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے چاند کے نکلنے اور چھپنے مین بہت سی مصلحتین اور فائدے رکھے ہین۔ چاند کے چھپنے مین اُس شخص کو فائدہ ہے۔ جو دشمن سے بھاگتا ہے۔ رات کی تاریکی اُسے چھپا لیتی ہے۔ اور ڈھونڈنے والا دشمن اُس تک نہین پہنچ سکتا۔ اور اُسے نجات اور رہائی ہو جاتی ہے۔ اگر تاریکی نہ ہوتی۔ تو دشمن اُسے پکڑ لیتا۔ اور متنبی کے اس شعر کے بھی یہی معنی ہین ؎ وَکَم لِظَلَامِ اللَّیلِ عِندِی مِن یَدٍ + تُخَبِّرُ اَنَّ المَانَوِیَّۃَ تَکذِبُ + (میرے اوپر رات کی تاریکی کے ایسے بہت سے احسان ہین۔ جو یہ خبر دیتے ہین کہ فرقہ مانویہ جھوٹا ہے۔) اور چاند کے نکلنے مین اُس شخص کو فائدہ ہے جسکی کوئی چیز کھوئی گئی ہے۔ اور تاریکی نے اُسے چھپا لیا ہے۔ اور چاند نے اُسے ظاہر کر دیا۔ ایک اعرابی (جنگلی) کی حکایت ہے۔ کہ وہ رات کو سو گیا۔ اور اُس کا اونٹ کھو یا گیا۔ جب چاند نکل آیا۔ تو اُس کا اونٹ مل گیا۔ وہ چاند کی طرف دیکھکر یہ کہنے لگا۔ اِنَّ اللّٰہَ صَوَّرَکَ وَنَوَّرَکَ وَعَلَی البُرُوجِ دَوَّرَکَ فَاِذَا شَاءَ نَوَّرَکَ وَاِذَا شَاءَ کَوَّرَکَ فَلَا اَعلَمُ مَزِیدًا اَسئَلُہُ لَکَ وَلَئِن اَھدَیتَ اِلَیَّ سُرُورًا لَقَد اَھدَی اللّٰہُ اِلَیکَ نُورًا (بیشک اللہ ہی نے تیری شکل بنائی ہے۔ اور تجھے نورانی کیا ہے۔ اور برجون پر گردش دی ہے۔ وہ جب چاہتا ہے تجھے نورانی کر دیتا ہے۔ اور جب چاہتا ہے ظلمانی کر دیتا ہے۔ مین اس سے زیادہ اور کوئی چیز نہین جانتا کہ اُسے تیرے لیے اللہ سے مانگون۔ اگر تو نے مجھے خوشی اور سرور دکھایا۔ تو اللہ نے تجھے روشنی اور نور عطا فرمایا۔) پھر یہ شعر پڑھنے لگا ؎ مَاذَا اَقُولُ وَقَولِی فِیکَ ذُو قِصَرٍ + وَقَد کَفَیتَنِی التَّفصِیلَ وَالجُمَلَا + اِن قُلتُ لَازِلتَ مَرفُوعًا فَاَنتَ کَذَا + اَو قُلتُ زَانَکَ رَبِّی فَھُوَ قَد فَعَلَا + (مین تیری مدح کیا کرون۔ میرا کلام تیری مدح سے کوتاہ اور قاصر ہے۔ تیرا کمال ہی کافی ہے۔ مجھے تفصیلی اور اجمالی مدح کرنے کی حاجت نہین ہے۔ اگر مین تیرے لیے یہ دعا کرون۔ کہ تجھے ہمیشہ رفعت اور بلندی ہو تو پہلے ہی سے تو ایسا ہے۔ اگر یہ دعا کرون۔ کہ میرا پروردگار تجھے آراستہ کرے۔ تو اُس نے پہلے ہی سے تجھے ایسا کیا ہے۔) اور بعضے عرب چاند کی مذمت کرتے تھے۔ اور یہ کہتے تھے۔ کہ چاند موت کو قریب کرتا ہے۔ اور چور کو رسوا اور ذلیل۔ اور بھاگنے والے کو پکڑوا دیتا ہے۔ اور عاشق کی پردہ دری کرتا ہے۔ اور کتان کو پرانا۔ اور جوانون کو بڈھا کر دیتا ہے۔ اور دوستون کو بھلا دیتا ہے۔ اور دَین کو قریب کر دیتا ہے۔ اور بعضے عرب چاند کو سورج سے افضل کہتے تھے۔ اور اس کی کئی دلیلین بیان کرتے تھے۔ (پہلی دلیل) یہ ہے۔ کہ عربی زبان مین لفظ قمر مذکر ہے۔ اور لفظ شمس مونث۔ لیکن متنبی نے اس دلیل پر اپنے اس شعر مین طعن کیا ہے ؎ فَمَا التَّانِیثُ لِاِسمِ الشَّمسِ عَیبٌ + وَلَا التَّذکِیرُ فَخرٌ لِلھِلَالِ + (نہ اسم شمس کے لیے تانیث عیب ہے + اور نہ ہلال کے لیے تذکیر فخر۔) (دوسری دلیل) یہ ہے۔ کہ عرب قمران کہتے ہین۔ اور شمس کو قمر کا تابع کرتے ہین۔ اور بعض عرب سورج کو چاند سے افضل کہتے ہین۔ اور اس پر یہ دلیل لاتے ہین۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان دو آیتون مین سورج کو چاند سے پہلے بیان کیا ہے۔ اَلشَّمسُ وَالقَمَرُ بِحُسبَانٍ (سورج اور چاند معین حساب کے ساتھ گردش کرتے ہین) وَالشَّمسِ وَضُحٰھَا وَالقَمَرِ اِذَا تَلٰھَا (سورج اور اُس کی روشنی کی قسم ہے۔ چاند کی قسم ہے۔ جب وہ سورج کے پیچھے آتا ہے) مگر اس دلیل پر ان آیتون سے نقض اور اعتراض ہوتا ہے۔ فَمِنکُم کَافِرٌ وَمِنکُم مُؤمِنٌ (تم مین سے بعضے کافر ہین۔ اور بعضے مومن) اور کافر مومن سے افضل نہین ہے۔ تو یہ معلوم ہوا۔ کہ ذکر کا مقدم ہونا افضل ہونے کی دلیل نہین ہے

بیشترا (دشواری کیساتھ آسانی ہی) اور دشواری آسانی سی افضل نہین ہی۔ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِنَفْسِهِ (اُن مین سی بعضے تو اپنے نفس پر ظلم کرتے ہین) اور اپنے نفس پر ظلم کرنے والے افضل نہین ہین نجوم یعنی تارون سے کئی فائدے ہین۔ (پہلا فائدہ) یہ ہے۔ کہ وہ شیطانون کے پھینک کر مارے جاتے ہین (دوسرا فائدہ) یہ ہے کہ تارون سے قبلہ کی شناخت ہوتی ہے۔ (تیسرا فائدہ) یہ ہے کہ جنگل اور دریا مین مسافر کو تارون سے راہ معلوم ہوتی ہی۔ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ النُّجُومَ لِتَهْتَدُوا بِهَا فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (اللہ ہی نے تمہارے لیے تارے پیدا کیے۔ تاکہ تمھین جنگل اور دریا کی تاریکیون مین اُن کے وسیلے سی راہ معلوم ہو) اور تارون کی تین قسمین ہین۔ جو ہمیشہ چھپے رہتے ہین۔ کبھی نہین نکلتے۔ جیسے جنوبی تارے۔ اور جو ہمیشہ نکلے رہتے ہین۔ کبھی نہین چھپتے۔ جیسے شمالی تارے۔ اور جو کبھی چھپ جاتے ہین۔ اور کبھی نکل آتے ہین اور نیز بعضے تارے ثوابت ہین۔ اور بعضے سیارات۔ اور بعضے شرقی ہین۔ اور بعضے غربی۔ اور ان کا تفصیلی بیان بڑا مطول ہے۔ اور حکما جو اجرام۔ اور ابعاد کی معرفت کا دعوی کرتے ہین فَدَعْ عَنْكَ بَحْرًا ضَلَّ فِيهِ السَّوَابِحُ (سو تجھے اِس دریا مین داخل ہونا نہین چاہیے۔ اِسمین بڑی بڑی تیراک گمراہ ہوگئی ہین) اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہی۔ عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَى مِنْ رَسُولٍ (اللہ ہی کو غیب کا علم ہے۔ اور وہ برگزیدہ رسولون کے سوا اُسے کسی پر ظاہر نہین کرتا) وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا (تمھین تھوڑا سا علم دیا گیا ہی) وَلَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ (اللہ تعالی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سی یہ ارشاد فرمایا۔ کہ تم کہدو مین تم سے نہ یہ کہتا ہون۔ کہ میری پاس اللہ کے خزانے ہین۔ اور نہ یہ کہتا ہون۔ کہ مجھے غیب کا علم ہی) مَا أَشْهَدْتُهُمْ خَلْقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَا خَلْقَ أَنْفُسِهِمْ (مین نے اُنھین نہ آسمان اور زمین کی پیدا کرنے کے وقت حاضر کیا تھا۔ اور نہ خود اُن کے پیدا کرنے کے وقت) اگر وہ آسمان۔ اور زمین۔ اور اپنے پیدا ہونے کے وقت موجود ہوتے۔ تو اُنھین آسمان اور زمین کا اور اپنا حال معلوم ہوتا۔ جب مخلوق اپنی ذات اور صفات کو نہین جان سکتی۔ تو اُن چیزون کو کس طرح جان سکتی ہی جو اور سب چیزون کی نسبت اُس سی بہت دور ہین۔ اور عرب کو باوجودیکہ حقایق شناسی سے کچھ تعلق اور لگاؤ نہ تھا یہ بات اُنپر ظاہر اور واضح ہوگئی۔ عرب کے شاعرون مین سی کسی شاعر کا شعر ہی ؎ وَأَعْلَمُ مَا فِي الْيَوْمِ وَالْأَمْسِ قَبْلَهُ + وَلَكِنَّنِي عَنْ عِلْمِ مَا فِي غَدٍ عَمِي + جو آج ہی۔ اور جو کل تھا مین اُسے جانتا ہون۔ لیکن جو کل ہوگا مین اُس کے جاننے سے اندھا ہون یعنی مین اُسے نہین جانتا۔ لبید کا شعر ہی ؎ وَاللّٰهِ مَا تَدْرِي الضَّوَارِبُ بِالْحَصَى + وَلَا زَاجِرَاتُ الطَّيْرِ مَا اللّٰهُ صَانِعٌ + جو کچھ اللہ کریگا۔ اُسے نہ کنکریون کی مارنے والیان۔ جانتی ہین۔ اور نہ پرندون سے فال لینے والیان۔ (چوتھا مسئلہ)

## آسمان کے چھت ہونیکا بیان

جاحظ نے کہا ہے۔ کہ جب تو اِس عالم مین غور اور تامل کریگا۔ تو اُسے تو اُس گھر کی مثل پائیگا۔ جس مین حاجت کی ہر ایک چیز موجود اور مہیا ہی۔ اِس عالم مین آسمان چھت کی طرح اونچا اور بلند ہی اور زمین فرش کی طرح پھیلی ہوئی۔ اور تارے چراغون کی طرح روشن۔ اور منور۔ اور آدمی گھر کے مالک کی مثل ہی۔ اُس مین جو چاہتا ہی کرتا ہی۔ اور نباتات کی سب قسمین انسان کے فائدون کے لیے موجود اور مہیا ہین۔ اور حیوان کی جمیع اقسام اُس کی مصالح اور منافع کے لیے تیار۔ اِن سب باتون سی یہ امر واضح اور ظاہر ہی۔ کہ یہ عالم پوری تدبیر اور کامل حکمت۔ اور غیر متناہی قدرت سی پیدا ہوا ہے واللہ اعلم۔ وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَكُمْ (آسمان سی پانی اُتارا۔ اور اُس سی تمہاری خورش کیلیے پھل نکالے) جاننا چاہیے کہ جب اللہ تعالی نے زمین پیدا کی۔ اور وہ صدف کی مثل تھی۔ اور آدم اور آدم کی اولاد موتی کی مانند۔ اور اللہ تعالی کو اُن کی سب قسم کی حاجتون اور ضرورتون کا علم تھا۔ تو گویا اللہ تعالی نے یہ ارشاد فرمایا۔ ای آدم مین تجھے اِس زمین کے سوا اور کسی چیز کا محتاج نہ کرون گا۔ جو تیری مان کی مثل ہی۔ إِنَّا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا (پہلے ہم نے خوب پانی گرایا۔ پھر زمین کو خوب پھاڑا) ای بندے تجھے غور اور فکر کرنا چاہیے۔ کہ سونا اور چاندی تیرے نزدیک سب چیزون سی زیادہ عزیز ہی۔ اگر مین چاندی اور سونے کی زمین پیدا کر دیتا۔ تو کیا یہ فائدے زمین سی حاصل ہو سکتے تھے۔ جب مین نے اِس دنیا مین۔ کہ قیدخانہ ہے۔ یہ چیزین پیدا کی ہین۔ تو غور اور فکر کرنا چاہیے۔ کہ جنت کا کیا حال ہوگا۔ حاصل یہ ہی۔ کہ زمین تیری مان۔ بلکہ تیری مان سے زیادہ مہربان ہی۔ کیونکہ مان صرف دودھ ہی پلاتی ہی۔ اور زمین قسم قسم کے کھانے تجھے کھلاتی ہی پھر یہ ارشاد فرمایا۔ مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ (ہم نے زمین ہی سے تمہین پیدا کیا ہی۔ اور پھر زمین ہی مین تمہین لیجاینگے) اِس سی غرض یہ ہی۔ کہ تمہاری اِس مان ہی کی طرف ہم تمہین پھر واپس کرین گے۔ اور یہ وعید اور ڈرانا نہین ہی۔ کیونکہ کوئی شخص یون نہین ڈرایا جاتا۔ کہ ہم اُسے اُس کی مان ہی کے پاس بھیجدینگے۔ اور اِس کی دلیل یہ ہی۔ کہ جس مان کے پیٹ سی تو پیدا ہوا ہی اُس کے پیٹ مین تیرا مکان۔ تیرے اُس مکان سے بہت تنگ تھا۔ جو زمین مین ہی۔ اور تو مان کے پیٹ مین نو مہینے ٹھیرا۔ اور تو وہان نہ کبھی بھوکا رہا۔ اور نہ پیاسا۔ تو جس وقت تو بڑی مان کے پیٹ مین داخل ہوگا اُس وقت کس طرح بھوکا اور پیاسا رہیگا۔ لیکن شرط یہ ہی کہ جیسا تو چھوٹی مان کے پیٹ مین تھا ویسا ہی اِس بڑی مان کے پیٹ مین

داخل ہو۔ کیونکہ جب تو چھوٹی ماں کے پیٹ مین تھا۔ اُس وقت کبیرہ گناہ کا تو کیا ذکر۔ تجھسے کبھی کوئی لغزش بھی نہین ہوئی تھی۔ بلکہ تو اللہ کا ایسا مطیع اور فرمان بردار تھا۔ کہ اُس نے جس وقت تجھے دنیا مین آنے کو کہا۔ تو نے اُسی وقت فرمان برداری کی۔ اور فوراً سر کے بل دُنیا مین آگیا۔ اور اب تیرا یہ حال ہے کہ وہ تجھے نماز کیلیے شمار بار کہتا ہے۔ اور تو اُسے پاؤن کے ساتھ بھی جواب نہین دیتا۔ جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے جب آسمان اور زمین کا ذکر کیا۔ تو اُن دونون کے درمیان جو عقد نکاح کی شکل ہے۔ اُسے یون بیان کیا۔ کہ ہم نے زمین پر آسمان سے پانی نازل کیا اور اُس سے حیوان کی نسل کی شکل آدمیون کی خورش کیلیے زمین کے پیٹ مین سے طرح طرح کے پھل نکالے۔ تاکہ وہ اپنی ذات مین۔ اور اُس چیز کے احوال مین غور اور فکر کرین جو اُن کے اوپر ہے اور جو اُن کے نیچے ہے۔ اور یہ جانین۔ کہ ان چیزون مین سے کسی چیز کو اُس کے سوا اور کوئی پیدا نہین کر سکتا۔ جس کی ذات اور صفات اِن سب چیزون کے خلاف ہے۔ اور وہی حکمت والا صانع اور خالق ہے۔ اور اِس آیت مین کئی سوال ہین (پہلا سوال) کیا تم یہ کہتے ہو۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی یہ عادت ڈال لی ہے۔ کہ زمین مین پانی کے پہنچنے کے بعد اِن پھلون کو پیدا کر دیتا ہے۔ یا یہ کہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے پانی مین تاثیر کرنے والی طبیعت اور زمین مین تاثیر کی قبول کرنے والی طبیعت پیدا کر دی ہے۔ اور جب اُن دونون کا اجتماع ہوتا ہے۔ تو اِن قوتون سے جنھین اللہ تعالیٰ نے پیدا کر دیا ہے یہ اثر حاصل ہو جاتا ہے (جواب) اِس مین کچھ شک نہین ہے کہ اِن دونون قولون کی مطابق حکمت والے صانع اور خالق کا ہونا لازم اور ضروری ہے۔ اور اِس جواب کی تفصیل یہ ہے۔ کہ اِس مین کسی طرح کا شک نہین۔ کہ اللہ تعالیٰ اِن واسطون کے بغیر اِن پھلون کو پیدا کر سکتا ہے۔ کیونکہ پھل اُسی جسم کو کہتے ہین۔ جس مین مزہ۔ اور رنگ۔ اور بو۔ اور رطوبت ہو۔ اور جسم مین ان صفتون کی قابلیت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ابتداءً اِن واسطون کے بغیر اِن صفتون کو پیدا کر سکتا ہے۔ کیونکہ مقدور اور معلول ہونیکی علت۔ یا حدوث (حادث ہونا) ہے۔ یا امکان (ممکن ہونا) یا دونون کا مجموعہ اور تینون صورتون مین یہ بات لازم اور ضروری ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ابتداءً اِن واسطون کے بغیر جسم مین اِن صفتون کو پیدا کر سکتا ہے۔ اور نقلی دلائل مین سے یہ حدیث اِس عقلی دلیل کی تائید اور تاکید کرتی ہے۔ اِنَّهٗ تعالیٰ یَخْتَرِعُ نَعِیْمَ اَهْلِ الْجَنَّةِ الْمُصَابِیْنَ مِنْ غَیْرِ هٰذِهِ الْوَسَائِطِ (اللہ تعالیٰ جنت مین اہل جنت کیلیے اِن واسطون کے بغیر نعمتین پیدا کریگا۔) مگر ہم یہ کہتے ہین اِن واسطون کے بغیر اِن پھلون کے پیدا کرنے پر قادر ہونے سے یہ لازم نہین آتا۔ کہ اجسام مین جو تاثیر کرنے والی۔ اور تاثیر کی قبول کرنے والی قوتین پیدا کر دی ہین۔ اُن کے واسطے سے اِن پھلون کے پیدا کرنے پر اللہ تعالیٰ قادر نہ ہو۔ اور متکلمین مین سے متاخرین اِس بات کا انکار کرتے ہین۔ اور اِس انکار کے لیے کوئی دلیل ہونی چاہیے۔ دلیل کے بغیر یہ انکار قابل قبول نہین ہے (دوسرا سوال) جب اللہ تعالیٰ اِن واسطون کے بغیر اِن پھلون کو پیدا کر سکتا تھا۔ تو اِس قدر مدت دراز مین اِن واسطون کے ساتھ پیدا کرنے مین کیا حکمت ہے۔ اِس کا (جواب) یہ دو آیتین ہین۔ یَفْعَلُ اللّٰهُ مَا یَشَاءُ (اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے) یَحْکُمُ مَا یُرِیْدُ (اللہ جو چاہتا ہے حکم کرتا ہے) اور علما نے اِس مین کئی حکمتین بیان کی ہین (پہلی حکمت) یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے جو اپنی یہ عادت ڈال لی ہے۔ کہ اِن پھلون کو ترتیب و تدریج کے بغیر پیدا نہین کرتا۔ اس کا سبب صرف یہی ہے کہ جب بندے پھلون کے لیے کھیتی کرنے اور درخت لگانے کی مشقت کا تحمل کرین گے اور وقتاً فوقتاً اس مین مصیبتین اور تکلیفین اُٹھائین گے۔ تو اُنھین یہ معلوم ہو جائیگا کہ جب دُنیا کے اِن فائدون کے لیے اتنی مشقتین اُٹھانی پڑین۔ تو آخرت کے فائدون کے لیے جو دنیا کے اِن فائدون سے بہت ہی بڑے ہین۔ اُن مشقتون کا اُٹھانا جو دنیا کی اِن مشقتون سے بہت ہی کم ہین۔ اولیٰ اور بہت مناسب بلکہ ضروری ہے۔ اور یہ بعینہ ہمارے اِس قول کی شکل ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ دوا کھانے کے بغیر شفا پیدا کر سکتا ہے۔ لیکن اُس نے اپنی یہ عادت ڈال لی ہے۔ کہ دوا کے بغیر شفا پیدا نہین کرتا۔ اور شفا کے پیدا کرنے کو دوا کے استعمال پر موقوف کر دیا ہے۔ کیونکہ جب بندہ بیماری کے ضرر کے دور کرنیکے لیے دواؤن کی تلخی کا تحمل کریگا تو عذاب کے ضرر کے دور کرنے کے لیے تکلیف (یعنی امر و نہی) کی مشقتون کے تحمل کرنے کو اولیٰ اور انسب بلکہ ضروری سمجھے گا (دوسری حکمت) یہ ہے۔ کہ اگر اللہ تعالیٰ ان واسطون کے بغیر اِن پھلون کو دفعۃً پیدا کر دیتا تو بندون کو غور اور فکر کے بغیر یہ بات معلوم ہو جاتی کہ ان پھلون کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ اور غور اور فکر کے بغیر اِس بات کا معلوم ہو جانا تکلیف (یعنی امر و نہی) کے منافی اور مخالف ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے اِن واسطون کے ساتھ اِن پھلون کو پیدا کیا۔ تو بندے کو بڑے غور اور فکر سے یہ بات معلوم ہوئی۔ کہ اِن پھلون کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ اور اُسے اِس غور اور فکر کا ثواب ملا۔ اور اسی سبب سے یہ کہا گیا ہے۔ لَوْلَا الْاَسْبَابُ لَمَا ارْتَابَ مُرْتَابٌ (اگر اللہ تعالیٰ اسباب کے واسطے سے مخلوقات کو پیدا نہ کرتا۔ تو کسی کو اللہ کے وجود مین شک نہ ہوتا) (تیسری حکمت) یہ ہے۔ فرشتون اور ارباب دانش کو اکثر اوقات اِس مین عبرتین اور درست فکر ہین۔ (تیسرا سوال) اللہ تعالیٰ کے قول وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً (یعنی آسمان سے مینہ برسایا) سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مینہ آسمان سے برستا ہے۔ اور فی الحقیقت آسمان سے مینہ نہین برستا۔ کیونکہ مینہ اُن بخارات سے پیدا ہوتا ہے جو زمین سے اُٹھتے ہین۔ اور ہوا کے ٹھنڈے طبقے کی طرف چڑھ جاتے ہین۔ اور وہان ٹھنڈک کے سبب سے جمع ہو جاتے ہین۔ اور جمع ہو جانے کے بعد پھر زمین پر اُتر آتے ہین۔ مینہ کی حقیقت یہی ہے۔ جو ہم نے بیان کی۔ اِس سوال کے کئی جواب ہین (پہلا جواب)

یہ ہے۔ کہ جو چیز اونچی اور بلند ہو عربی زبان میں اُسے سماں کہتے ہیں۔ اور آسمان کو بھی اسی سبب سے کہتے ہیں۔ کہ وہ اونچا اور بلند ہے۔ تو جو چیز کہ اونچی اور بلند ہو۔ وہ سماں کہلاتی ہے اور ابر بھی ہم سے اونچا اور بلند ہے۔ لہٰذا وہ بھی سماں ہے۔ اِس آیت میں سماں کے معنی ابر کے ہیں۔ آسمان کے نہیں ہیں۔ لہٰذا اس آیت کے معنی یہ ہوئے۔ کہ اللہ نے ابر سے مینہ برسایا (دوسرا جواب) یہ ہے۔ کہ زمین کے اندر سے بخارات کی اُٹھنے کا سبب اور باعث اُسی پانی کے اجزا ہیں۔ جسے اللہ نے آسمان سے اُتارا ہے۔ (تیسرا جواب) یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ ارشاد فرمایا ہے۔ وہ صحیح اور درست اور سچ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔ کہ ہم آسمان سے مینہ برساتے ہیں۔ اور ہمیں یہ بات بھی معلوم ہوئی ہے کہ ابر سے مینہ برستا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی حق ہے۔ اور ہمیں جو یہ بات معلوم ہوئی ہے۔ یہ بھی حق ہے۔ تو ہمیں اب یہ کہنا چاہیے کہ ابر میں پانی آسمان سے آتا ہے۔ اور زمین میں ابر سے۔ تاکہ یہ دونوں امر جو حق ہیں موافق اور مطابق ہو جائیں

من الثمرات میں مِن کے کیا معنی ہیں

(چوتھا سوال) اللہ تعالیٰ کے قول مِنَ الثَّمَرَاتِ میں مِن کے کیا معنی ہیں (جواب) اس قول میں جو مِن کا لفظ ہے اُس میں دو احتمال ہیں۔ (پہلا احتمال) یہ ہے۔ کہ مِن تبعیض کے لیے ہے۔ یعنی مِن کے معنی بعض کے ہیں۔ کیونکہ مِن کے لفظ کو اُس کی دونوں جانبوں سے دو نکروں یعنی مَاءً ا اور رِزْقًا نے گھیر لیا ہے۔ یعنی ایک نکرہ مِن کے پہلے ہے۔ اور دوسرا پیچھے۔ اور ان دونوں نکروں کی تنکیر سے بعضیت مراد ہے۔ اور دونوں نکروں سے بعضیت کا مراد ہونا۔ اِس بات کا قرینہ ہے۔ کہ مِن تبعیض کے لیے ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے یوں ارشاد فرمایا ہے۔ وَانْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ بَعْضَ الْمَاءِ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ بَعْضَ الثَّمَرَاتِ لِيَكُوْنَ بَعْضَ رِزْقِكُمْ (یعنی ہم نے آسمان سے کچھ پانی برسایا۔ اور اُس سے کچھ پھل نکالے تاکہ وہ تمہاری کچھ رزق ہو جائیں (دوسرا احتمال) یہ ہے۔ کہ مِن بیان کے لیے ہے۔ یعنی اَلثَّمَرَاتِ۔ رِزْقًا کا بیان ہے۔ اور آیت کے یہ معنی ہیں۔ اور اُس پانی سے ہم نے تمہارے لیے رزق نکالا۔ اور وہ رزق پھل ہیں۔ جیسے تیرے قول اَنْفَقْتُ مِنَ الدَّرَاهِمِ اِنْفَاقًا میں مِن بیان کے لیے ہے۔ یعنی میں نے درہم خرچ کیے۔ اگر کوئی یہ کہے۔ کہ رِزْقًا کے منصوب ہونے کی کیا وجہ ہے۔ تو ہم اُس کے اِس قول کا یہ جواب دیں گے۔ اگر مِن تبعیض کے لیے ہے۔ تو رِزْقًا مفعول لہٗ ہونے کے سبب منصوب ہے۔ اگر بیان کے لیے ہے۔ تو اَخْرَجَ کا مفعول بہٖ ہے (پانچواں سوال)۔ آسمان کے پانی سے جو پھل نکالے گئے ہیں۔ وہ بکثرت ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے الثَّمَرَاتِ یعنی جمع قلت کا لفظ کیوں ارشاد فرمایا۔ اَلثَّمَر۔ یا اَلثِّمَار۔ یعنی جمع کثرت کا لفظ کیوں نہیں ارشاد فرمایا (جواب) اللہ تعالیٰ نے جمع قلت کا لفظ اس بات سے آگاہ اور متنبہ کرنے کے لیے ارشاد فرمایا ہے کہ دنیا کے پھل قلیل ہیں۔ اور آخرت بہت بڑی عظیم الشان چیز ہے۔ واللہ اعلم۔ اللہ تعالیٰ کے

فلا تجعلوا کو کس قول سے تعلق اور لگاؤ ہے

قول فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (یعنی تم جان بوجھ کر مخلوقات کو اللہ کا شریک نہ بناؤ) میں کئی سوال ہیں (پہلا سوال) اللہ تعالیٰ کے قول فَلَا تَجْعَلُوْا کو کس قول سے تعلق اور لگاؤ ہے۔ (جواب) اِسکی تین توجیہیں ہیں (پہلی توجیہ) یہ ہے۔ کہ فَلَا تَجْعَلُوْا کو امر سے تعلق اور لگاؤ ہے یعنی اُعْبُدُوْا فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا (یعنی تم عبادت کرو اور مخلوقات کو اللہ کا شریک بناؤ) کیونکہ توحید عبادت کی اصل اور جڑ ہے۔ (دوسری توجیہ) یہ ہے کہ فَلَا تَجْعَلُوْا کو لَعَلَّ سے تعلق ہے۔ اور معنی یہ ہیں کہ اللہ نے تمہیں اسلیے پیدا کیا ہے کہ تم اُسکے عذاب سے بچو اور ڈرو لہٰذا تمہیں مخلوقات کو اُس کا شریک بنانا نہیں چاہیے کیونکہ مخلوقات کو اللہ کا شریک بنانا عذاب کے بہت بڑے سببوں میں سے ہے۔ (تیسری توجیہ) یہ ہے۔ کہ فَلَا تَجْعَلُوْا کو اللہ تعالیٰ کے قول اَلَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا سے تعلق ہے۔ یعنی اللہ ہی نے تمہارے لیے یہ ظاہر اور روشن دلیلیں پیدا کی ہیں۔ لہٰذا مخلوقات کو تم اُس کا شریک نہ بناؤ (دوسرا سوال) نِد کس چیز کو کہتے ہیں۔ نزاع کرنے والے مثل کو نَادَدْتُ الرَّجُلَ کے یہ معنی ہیں۔ کہ میں نے اُس مرد سے منافرت کی۔ اور یہ نَدَّ نُدُوْدًا (یعنی اُس نے نفرت کی) سے ماخوذ ہے۔ گویا دونوں نِدّوں میں سے ہر ایک دوسرے سے منافرت اور عناد کرتا ہے۔ اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ بت پرست یہ نہیں کہتے ہیں کہ بت اللہ سے منازعت کرتے ہیں۔ تو بتوں کو انداد کہنا صحیح اور درست نہیں ہے۔ کیونکہ نِد نزاع کرنے والے مثل کو کہتے ہیں۔ اور بت نزاع نہیں کرتے تو ہم اس اعتراض کا یہ جواب دیں گے۔ کہ بت پرستوں نے جب بتوں کی پرستش و عبادت کی اور اُنہیں معبود کہا۔ تو اُن کا حال اُن لوگوں کے حال کے مشابہ ہو گیا جن کا بتوں کی نسبت یہ اعتقاد ہے۔ کہ وہ ایسے معبود ہیں جو اللہ سے منازعت کر سکتے ہیں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے استہزا کے طریق سے بتوں کو اَنْدَاد ارشاد فرما دیا۔ اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے نِد کے لفظ کے ساتھ استہزا کیا۔ اسیطرح اُن پر یہ طعن بھی کیا کہ جس کا کبھی کوئی چیز نِد اور مثل نہیں ہو سکتی اِن بت پرستوں نے بہت سی چیزوں کو اُس کا نِد (یعنی نزاع کرنے والا مثل) بنا دیا۔ اور محمد بن سمیفع کی قرأت فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ نِدًّا ہے (تیسرا سوال) وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ کے کیا معنی ہیں (جواب) اس کے یہ معنی ہیں۔ چونکہ تمہاری عقل کامل اور پوری ہے۔ اِس سبب سے تم یہ جانتے ہو۔ کہ یہ چیزیں اللہ تعالیٰ کی نِد اور مثل نہیں ہو سکتیں۔ لہٰذا تمہیں اِن چیزوں کو اللہ تعالیٰ کا نِد اور مثل کہنا نہیں چاہیے۔ کیونکہ جو شخص جس قول کی زشتی اور بُرائی کو جانتا ہے اُسے اُس قول کا کہنا بہت بُرا اور نہایت قبیح ہے۔ اور اس آیت میں کئی مسئلے ہیں (پہلا مسئلہ) جاننا چاہیے کہ عالم میں کوئی شخص ایسا نہیں ہے۔ جو کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کا برابر کا شریک جانتا ہو یعنی جس کو کسی چیز کی نسبت یہ اعتقاد ہو۔ کہ وہ وجود اور قدرت اور علم اور حکمت میں اللہ تعالیٰ کی برابر ہے۔ اِس وقت تک

اللہ تعالیٰ کے سوا اور چیزون کے معبود کہنے والون کے بہت فرقے ہین - کوئی دین بت پرستون کے دین سے زیادہ قدیم نہین

جو بدی پیدا کرتا ہے - اور اللہ تعالیٰ کے سوا اور چیزون کے معبود کہنے والون کے بہت سے فرقے ہین (پہلا فرقہ) ستارون کی پرستش کرنے والا ہے - اور اس فرقہ کو صابیہ کہتے ہین -
یہ فرقہ یہ کہتا ہے - کہ اللہ تعالیٰ نے اِن تارون کو پیدا کیا - اور یہ تارے اِس عالم کے مدبر ہین - تو ہمین اِن تارون کی عبادت کرنی چاہیے (دوسرا فرقہ) نصاریٰ ہے - جو مسیح علیہ السّلام
کی عبادت اور پرستش کرتا ہے - (تیسرا فرقہ) وہ ہے - جو بتون کی عبادت اور پرستش کرتا ہے - جاننا چاہیے - کہ کوئی دین بت پرستون کے دین سے زیادہ قدیم اور پرانا نہین ہے -
اور اس کی دلیل یہ ہے - کہ جن نبیون کا حال اللہ تعالیٰ نے ہمین بتایا ہے - اُن مین سے نوح علیہ السلام سب سے زیادہ قدیم اور پرانے نبی ہین - اور وہ بت پرستون ہی کے رد کرنیکے
لیے آئے تھے - چنانچہ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کی قوم کا قول اپنے اِس قول مین نقل کیا ہے - وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ
وَنَسْرًا (یعنی نوح علیہ السلام کی قوم نے کہا تم اپنے معبودون کو ہرگز نہ چھوڑو - اور ہرگز نہ ود کو چھوڑو - اور نہ سواع کو - اور نہ یغوث اور یعوق اور نسر کو) تو اس آیت سے ہمین یہ معلوم ہوا
کہ بت پرستی کا مذہب نوح علیہ السلام سے پہلے سے تھا - اور اس وقت تک موجود ہے - بلکہ اکثر اہل عالم اِس مذہب اور دین پر قائم ہین اور جو مذہب اور دین ایسا ہے یعنی جس کو اکثر اہل
عالم نے اختیار کیا ہے - اُس کی غلطی اور فساد کا ظاہر اور بدیہی ہونا محال اور ناممکن ہے - لیکن اس بات کا جاننا بھی بدیہی اور ضروری اور ظاہر ہے - کہ یہ پتھر جو اسوقت تراشا گیا ہے - اِس نے
مجھے - اور آسمانون - اور زمین کو پیدا نہین کیا ہے - تو کروڑون آدمیون کا اس بات پر متفق ہونا محال اور ناممکن ہے - تو ضرور بالضرور بت پرست ان بتون کو اس سبب سے نہین پوجتے
کہ اُنھون نے ہمین اور آسمانون - اور زمین کو پیدا کیا ہے - بلکہ وہ کسی اور غرض سے ان بتون کی پرستش کرتے ہین - اور علما نے اُس غرض کی کئی توجیہین بیان کی ہین (پہلی توجیہ) وہ ہے
جو ابو معشر جعفر بن محمد منجم بلخی نے اپنی بعض کتابون مین بیان کی ہے - کہ چین اور ہندوستان کے اکثر باشندے اللہ اور فرشتون کے قائل تھے - اور اُن کا یہ اعتقاد تھا - کہ اللہ تعالیٰ جسم ہے
اور اس کی بہت اچھی صورت ہے - اور اسی طرح فرشتون کی نسبت بھی ان کا یہی اعتقاد تھا - کہ وہ جسم ہین - اور اُن کی اچھی صورتین ہین - اور اللہ اور سب فرشتے آسمان کے پردے مین چھپے ہوئے ہین
اور ہمپر یہ واجب اور فرض ہے - کہ اللہ اور فرشتون کی صورتون کے خوش منظر بت بنائین - اور اُن کی عبادت کرین - اور اُن کی عبادت کرنے سے اُن کی یہ غرض تھی کہ اللہ تعالیٰ اور فرشتون کا
قرب اُنھین حاصل ہو - اگر ابو معشر کا یہ بیان صحیح ہے - تو بتون کی عبادت کرنے کا سبب مشابہت کا اعتقاد ہے (دوسری توجیہ) وہ ہے - جو اکثر علما نے بیان کی ہے - اور وہ یہ ہے کہ لوگون نے کواکب کے
احوال کے تغیرات پر اس عالم کے احوال کے تغیرات کا دار و مدار دیکھا - کیونکہ سمت الراس سے سورج کے نزدیک اور دور ہونے کے اعتبار سے مختلف فصلین اور متفرق احوال حادث ہوتے ہین -
اور اُنھون نے باقی کواکب کا احوال دیکھکر یہ اعتقاد کیا - کہ دنیا مین سعادت اور نحوست کا سبب انھین کواکب کا آدمیون کے طالعون مین واقع ہونا ہے - جب اُنھین یہ اعتقاد ہو گیا - تو وہ کواکب
کی تعظیم حد سے زیادہ کرنے لگے - اور اُن مین سے بعض کا یہ اعتقاد ہوا - کہ کواکب واجب بالذات ہین ممکن نہین ہین - اور کواکب ہی نے اِس عالم کو پیدا کیا ہے - اور بعض کا یہ اعتقاد ہوا کہ سب سے بڑے
معبود نے کواکب کو پیدا کیا ہے - اور کواکب نے اِس عالم کو لہذا پہلے گروہ کا یہ اعتقاد ہوا - کہ کواکب ہی حقیقی معبود ہین - اور دوسرے گروہ کا یہ اعتقاد ہوا - کہ کواکب اللہ تعالیٰ اور انسان کے
درمیان واسطے ہین - لہذا وہ کواکب کی عبادت اور خضوع اور خشوع مین مشغول ہو گئے - اور جب انھون نے اکثر اوقات کواکب کو چھپا ہوا دیکھا تو کواکب کی شکل کے بت بنا لیے -
اور کواکب کی عبادت کرنے لگے - اور اس عبادت سے ان بتون کی عبادت کرنی مقصود نہ تھی بلکہ انھین کواکب کی عبادت مقصود تھی - اور اس عبادت سے انھین کواکب کے تقرب کے طالب
تھے جو اُن کی نظرون سے نہان اور غائب تھے - جب اِسی طرح عبادت کرتے ہوئے ایک مدت دراز گذر گئی - تو اُنھون نے کواکب کے ذکر کو طاق نسیان پر رکھدیا - اور انھین بتون کی
عبادت کرنے لگے - لہذا یہ بت پرست فی الحقیقت کواکب پرست ہین - (تیسری توجیہ) ارباب احکام سالہا سال اور مدتہائے دراز (جیسے ہزار برس اور دو ہزار برس) مین وقتون کی
تعیین کرتے تھے - اور یہ کہتے تھے - جو شخص اس وقت مین خاص طریق سے طلسم بنائیگا - وہ خاص احوال مین اُس سے نفع اُٹھائیگا - جیسے سعادت اور خوشحالی اور دفع آفات - اور وہ جب
یہ طلسم بناتے تھے - تو اُس کی تعظیم کرتے تھے - کیونکہ اُن کا یہ اعتقاد تھا - کہ اس طلسم سے ہم نفع اُٹھائین گے - جب وہ اُس کی تعظیم حد سے زیادہ کرتے لگے - تو وہ عبادت کی مثل ہو گئی - اور جب اسی طرح
ایک مدت دراز گذر گئی - تو وہ اِس امر کی ابتدا کو بھول گئے - اور اصل حقیقت سے جاہل ہو کر اُنھین کی عبادت مین مشغول ہو گئے (چوتھی توجیہ) جب اُن مین سے کوئی ایسا بزرگ آدمی مرتا تھا -
جس کی نسبت اُنھین یہ اعتقاد تھا - کہ وہ مستجاب الدعوات ہے - اور اُس کی شفاعت اللہ تعالیٰ کے ہان مقبول ہے - تو اُس کی صورت کا بت بنا کر وہ اُس کی عبادت کرتے تھے

ہان ہماری شفیع ہین۔ (پانچوین توجیہ) شاید اُنھون نے بتون کو اپنی نمازون اور عبادتون کا قبلہ بنایا ہو۔ اور بتون کی طرف سجدہ کرتے ہین۔ اور بتون کو سجدہ نہین کرتے جس طرح ہم قبلے کی طرف سجدہ کرتے ہین۔ اور قبلے کو سجدہ نہین کرتے۔ اور جب اس حالت کو دوام اور ہمیشگی ہوئی تو جاہلون نے یہ گمان کیا کہ ہمین ان بتون ہی کی عبادت کرنی چاہیے (چھٹی توجیہ) شاید یہ بت پرست مجسمہ[1] فرقے مین سے تھے۔ اور اُن کا یہ اعتقاد تھا کہ اللہ تعالیٰ کا اِن بتون مین حلول ہوسکتا ہو۔ یعنی اللہ تعالیٰ ان مین سماسکتا ہو۔ لہذا اس اعتقاد کے سبب سے وہ ان کی عبادت کرنے لگے۔ بعض بت پرستون کے قول کی یہی توجیہین ہوسکتی ہین جن کے سبب سے وہ ایسا نہین رہتا جس کا باطل ہونا ظاہر اور بدیہی ہو (دوسرا مسئلہ) اگر کوئی شخص اعتراض کرے۔ جب بت پرستون کے مذہب کا حاصل یہی توجیہات اور تاویلات ہین۔ جو آپ نے بیان کی ہین۔ تو خالق عالم کے ثابت کردینے سے بت پرستی کا جائز نہ ہونا کس طرح لازم آتا ہو۔ تو ہم اس کا یہ (جواب) دین گے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے زمین اور آسمان کے حادث اور مخلوق ہونے پر اِس چیز کے ساتھ آگاہ اور متنبہ کیا ہو۔ جیسے ہم بیان کرچکے ہین یعنی زمین اور آسمان جسم ہونے مین باقی اور سب جسمون کے شریک ہین۔ یعنی جس طرح باقی اور سب جسم جسم ہین اسی طرح زمین اور آسمان بھی جسم ہین۔ تو زمین آسمان مین سے ہر ایک جس شکل۔ اور جس صفت اور جس حیز یعنی مکان کے ساتھ خاص ہو۔ اُس کے ساتھ ان دونون مین سے ہر ایک کے خاص ہونے کے لیے کوئی مخصص اور خاص کرنے والا ہونا چاہیے۔ اور یہ ہم بیان ہی کرچکے ہین۔ کہ یہ مخصص اور خاص کرنے والا اگر کوئی اور جسم ہو۔ تو وہ بھی کسی اور مخصص کا محتاج ہوگا۔ اگر یہ دوسرا مخصص بھی جسم ہو۔ تو وہ کسی اور مخصص کا محتاج ہوگا۔ اور علی ہذا القیاس غیر متناہی مخصصون کی احتیاج ہوگی۔ اور تسلسل لازم آئیگا۔ اور تسلسل ناممکن ہو۔ تو یہ مخصص جسم نہین ہوسکتا۔ اور جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ یہ مخصص جسم نہین ہوسکتا۔ تو اب ہم یہ کہتے ہین۔ جب اِس دلیل سے یہ ثابت ہوگیا۔ کہ اللہ جسم نہین ہو۔ تو جن بت پرستون کا یہ اعتقاد ہے۔ کہ ان بتون کی شکل اللہ کی شکل کے مشابہ ہو۔ اور اسی سبب سے ہم ان کی عبادت اور پوجا کرتے ہین۔ اُن کا یہ اعتقاد باطل ہوگیا۔ کیونکہ جب اللہ جسم نہین ہے۔ تو اُس کی کوئی شکل نہین ہو۔ اور جب اُس کی کوئی شکل نہین ہو۔ تو کسی شے کی شکل اس کی شکل کے مشابہ نہین ہوسکتی۔ اور جب ہم نے دلیل سے یہ بات ثابت کردی۔ کہ ہر ایک جسم جس جس صفت کے ساتھ موصوف ہو۔ وہ اُس کے ساتھ موصوف ہونے مین فاعل مختار کا محتاج ہو۔ تو دوسرا قول (یعنی یہ کواکب اِس عالم کے مدبر اور معبود ہین) بھی باطل ہوگیا۔ اور یہ ثابت ہوگیا۔ کہ یہ کواکب بندے ہین۔ رب اور پروردگار نہین ہین۔ اور تیسرا قول (اور وہ اصحاب طلسمات کا قول ہو) بھی باطل ہوگیا۔ کیونکہ طلسمات کی تاثیر کواکب کی قوتون کے واسطے سے ہو۔ اور جب ہم نے دلیل سے یہ بات ثابت کردی۔ کہ کواکب حادث ہین اور مدبر اور مؤثر نہین ہین۔ تو کواکب کی قوتون کے واسطے سے طلسمات کا مؤثر ہونا بھی باطل ہوگیا۔ اور کوئی عقلی دلیل ایسی نہین ہو جس سے چوتھا اور پانچوان قول ثابت ہو یا باطل۔ لیکن شرع نے اِن دونون قولون سے منع کیا ہے۔ تو اُن سے باز رہنا چاہیے۔ اور چھٹا قول بھی تشبیہ پر مبنی ہو۔ اور تشبیہ باطل ہو۔ تو چھٹا قول باطل ہو۔ لہذا ہمارے اس بیان سے یہ ثابت ہوگیا کہ اس بات کو دلیل کے ساتھ ثابت کردینے سے۔ کہ عالم ایسے صانع اور خالق کا محتاج ہے۔ جو مختار اور جسم سے مقدس اور پاک ہو۔ بت پرستی سب تاویلون اور توجیہون کے ساتھ باطل ہوجاتی ہو۔ واللہ اعلم (تیسرا مسئلہ) جاننا چاہیے کہ یونانیون نے اسکندر سے پہلے اپنے لیے بہت سی شکلین بنائین۔ اور روحانی قوتون اور نورانی جسمون کے نامون کے ساتھ انھین نامزد کیا۔ اور اُنھین اپنا معبود بنایا۔ اور پہلی علت جسے وہ امرالٰہی کہتے ہین۔ اور عقل صریح اور سیاست مطلق اور نفس اور صورت کی شکلین مدور تھین۔ اور زحل کی شکل مسدس۔ اور مشتری کی مثلث۔ اور مریخ کی مستطیل۔ اور شمس کی مربع اور زہرہ کی مثلث جس کے اندر مربع تھا۔ اور عطارد کی مثلث جس کے اندر مستطیل تھا۔ اور قمر کی مثمن۔ اور مؤرخون نے یہ کہا ہو کہ عمرو بن لُحی جب اپنی قوم کا سردار اور رئیس اور کعبے کا متولی ہوا۔ تو بلقار کی طرف سفر کرنے کا اُسے اتفاق ہوا۔ اُس نے وہان ایک قوم کو بتون کی پرستش کرتے دیکھا۔ اُس نے اُن سے پوچھا۔ یہ کیا چیزین ہین۔ اُنھون نے کہا یہ ہمارے رب اور پروردگار ہین۔ ہم اِن سے مدد مانگتے ہین۔ تو یہ ہماری مدد کرتے ہین۔ ہم اِن سے مینہ طلب کرتے ہین۔ تو یہ مینہ برساتے ہین۔ عمرو بن لُحی نے اُن سے کہا کہ اِن مین سے ایک مجھے بھی عنایت کیجیے۔ اُنھون نے ایک بُت جو ہُبل کے نام سے مشہور ہو۔ اُسے دیدیا۔ وہ اُسے لیکر مکے آیا۔ اور کعبے مین اُسے رکھدیا۔ اور لوگون سے یہ کہنے لگا کہ اسکی تعظیم کرو۔ اور یہ ساپور ذی الاکتاف کی پادشاہت کی ابتدا کا واقعہ ہو۔ جاننا چاہیے کہ مشہور بت خانون مین سے ایک بُت خانہ غمدان تھا جسے ضحاک نے شہر صنعا مین زہرہ کے نام سے بنایا تھا۔ اور عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ نے اُسے ویران اور نیست و نابود کیا۔ اور مشہور بت خانون مین سے ایک بتخانہ نوبہار بلخ تھا جسے چاند کے نام سے منوشہر بادشاہ نے بنایا تھا۔ اور عرب کی قبیلون کے بہت سے مشہور بُت تھے۔ جیسے کلب کا۔ وُد۔ دومۃ الجندل مین اور بنی ہذیل کا سواع۔ اور بنی مذحج کا یغوث۔ اور ہمدان کا یعوق۔ اور ذوالکلاع کا نسر حِمیر کی زمین مین۔ اور ثقیف کا لات

[1] مجسمہ وہ لوگ ہین جو اللہ تعالیٰ کو جسم کہتے ہین۔

بت پرستی کے باطل ہونے کا بیان

عرب مین بت پرستی کی ابتدا کا بیان

عبادت کرنے سے منع کرتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف بلاتے تھے۔ اور زید بن عمرو بن نفیل کا بھی یہی حال تھا۔ اور اُسی کے یہ شعر ہیں ۵ اَرَبًّا وَاحِدًا اَمْ اَلْفَ رَبٍّ ۞ اَدِیْنُ اِذَا تَقَسَّمَتِ الْاُمُوْرُ ۞ (ایک خدا کی اطاعت کروں یا ہزار خدا کی ۞ جب کام تقسیم ہو گئے) تَرَکْتُ اللَّاتَ وَالْعُزّٰی جَمِیْعًا ۞ کَذٰلِکَ یَفْعَلُ الرَّجُلُ الْبَصِیْرُ (تو میں نے لات اور عزیٰ سبھی کو چھوڑ دیا ۞ دانشمند آدمی ایسا ہی کیا کرتا ہے) **نبوت کا اثبات** وَاِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَکُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْکٰفِرِیْنَ (جو کتاب ہم نے اپنے بندے پر نازل کی ہے۔ اگر تمہیں اُس میں کچھ شک ہے تو تم ویسی ایک سورۃ ہی بنا لاؤ۔ اور خدا کے سوا جو تمہارے مددگار ہیں۔ اُن سب کو بلا لو۔ اگر تم سچے ہو۔ اگر تم ایک سورۃ بھی نہ بنا سکے۔ اور ہرگز نہ بنا سکو گے۔ تو تمہیں اُس آگ سے ڈرنا چاہیے۔ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے) اس آیت میں کئی مسئلے ہیں (پہلا مسئلہ) **قرآن کے معجزہ ہونے کا بیان** جاننا چاہیے کہ جب اللہ تعالیٰ صانع اور خالق کے ثبوت اور شریک کے باطل ہونے پر دلائل قائم کر چکا یعنی توحید کو دلائل سے ثابت کر چکا۔ تو اُس کے بعد نبوت کی دلیل بیان کی۔ اور توحید کے ثابت کرنے کے بعد نبوت کی دلیل کا بیان کرنا تعلیمیہ اور حشویہ فرقوں کے قول کے فاسد ہونے کی دلیل ہے۔ تعلیمیہ فرقہ یہ کہتا ہے۔ کہ اللہ کی معرفت رسول کی معرفت سے حاصل ہوتی ہے۔ اور حشویہ یہ کہتا ہے۔ کہ اللہ کی معرفت قرآن اور حدیث کے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔ چونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ثبوت قرآن کے معجزہ ہونے پر موقوف ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے قرآن کا معجزہ ہونا دلیل سے ثابت کیا۔ جاننا چاہیے کہ قرآن کے معجزہ ہونے کا بیان دو طریق سے ہو سکتا ہے (پہلا طریق) یہ ہے۔ کہ یہ قرآن تین حال سے خالی نہیں ہے۔ یا فصحاء کے تمام کلاموں کی برابر ہے۔ یا فصحاء کے تمام کلاموں سے اسقدر زائد ہے۔ کہ وہ زیادتی عادت کے خلاف نہیں ہے۔ یا اسقدر زائد ہے کہ وہ زیادتی عادت کے خلاف ہے۔ اور پہلی دونوں قسمیں باطل ہیں۔ تو تیسری قسم ثابت ہو گئی۔ اور یہ جو ہم نے کہا ہے۔ کہ پہلی دونوں قسمیں باطل ہیں۔ ہمارے اس قول کی یہ دلیل ہے۔ کہ اگر قرآن فصحاء کے تمام کلاموں کی برابر ہوتا۔ یا تمام کلاموں سے اُسے ایسی زیادتی ہوتی۔ جو عادت کے خلاف نہیں ہے تو ضرور بالضرور کفار عرب متفق ہو کر یا اکیلے اکیلے قرآن کی کسی صورت کی مثل کہتے۔ اور اُسے پیش کرتے۔ اگر مثل ہونے میں نزاع ہوتا۔ اور مماثلت کے قبول نہ کرنے کا خوف ہوتا۔ تو گواہ اور حکام شبہ دور کر دیتے۔ اور یہ نہایت درجے کی حجت ہے۔ کیونکہ عرب لغت والی اور فصاحت کے قاعدوں کے جاننے میں انتہا کو پہنچ گئے تھے۔ اور اُنھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے باطل کرنے کی محبت اسقدر تھی۔ کہ وہ حد سے گذر گئی تھی۔ یہاں تک کہ اُنھوں نے نبوت کے باطل کرنے کے لیے جانیں دیں۔ اور مال تباہ کیے۔ اور قسم قسم کی مشقتوں اور ہلاکتوں میں پڑے۔ اور اُنھیں حمیت اور جوش اس درجے کا تھا کہ جس کے سبب سے وہ حق کو بھی قبول نہیں کرتے تھے۔ تو باطل کو کس طرح قبول کر لیتے۔ اور یہ سب باتیں اس امر کی موجب اور باعث تھیں۔ کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول میں طعن کرتے۔ اور اس سے زیادہ قوی اور کوئی طعن نہ تھا۔ کہ وہ قرآن کی مثل کہتے۔ اور اُسے پیش کرتے۔ اور جب تمام عرب میں سے کسی نے قرآن کی کسی سورۃ کی مثل کہ کر پیش نہ کیا۔ تو ہمیں یہ بخوبی معلوم ہو گیا کہ وہ قرآن کی مثل کے کہنے سے عاجز تھے۔ لہٰذا یہ ثابت ہو گیا کہ قرآن عرب کے کلام کی مثل نہیں ہے۔ اور قرآن اور عرب کے کلام میں ایسا تفاوت نہیں ہے۔ جو عادت کے خلاف نہو۔ لہٰذا یہ بات ظاہر اور واضح ہو گئی۔ کہ قرآن اور عرب کے کلام میں ایسا تفاوت ہے۔ جو عادت کے خلاف ہے۔ اور جب قرآن اور کلام عرب میں ایسا تفاوت ہوا۔ تو قرآن کا معجزہ ہونا ثابت ہو گیا۔ اور اس دلیل کے بیان کرنے سے غرض یہی ہے۔ کہ قرآن معجزہ ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے قرآن کے معجزہ ہونے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو دلیل سے ثابت کیا۔ تو یہ بات ظاہر ہو گئی کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے توحید کی معرفت میں تقلید پر کفایت نہیں کی تھی۔ اسی طرح نبوت کی معرفت میں بھی تقلید پر کفایت نہ کی۔ جاننا چاہیے کہ قرآن میں بہت سے ایسے امر جمع ہو گئے ہیں جو قرآن کی فصاحت کی کمی کے باعث ہیں۔ اور باایں ہمہ قرآن فصاحت میں اس درجے اور اس نہایت کو پہنچ گیا ہے۔ کہ اُس کے بعد فصاحت کیلیے کوئی درجہ اور کوئی نہایت نہیں ہے۔ اور یہی قرآن کے معجزہ ہونے کی دلیل ہے۔ (پہلا امر) یہ ہے۔ کہ عرب کی فصاحت۔ اکثر محسوسات اور مشاہدات کے وصف میں ہے۔ جیسے اونٹ یا گھوڑے۔ یا کنیزک۔ یا پادشاہ۔ یا شمشیرزنی یا نیزہ بازی۔ یا جنگ۔ یا غارتگری کا وصف۔ اور قرآن میں ان میں سے کوئی چیز نہیں ہے۔ تو یہ بات واجب اور ضروری تھی۔ کہ عرب کے فصیح الفاظ جن کا وہ اپنے کلام میں استعمال کرتے ہیں۔ قرآن میں نہ لکھے جاسکتے۔ (دوسرا امر) یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے سارے قرآن میں صدق کا التزام کیا ہے۔ اور کذب سے احتراز اور اجتناب۔ اور جس شاعر نے جھوٹ چھوڑ دیا۔ اور سچ بولنے کا التزام کیا۔ اُس کے اشعار فصاحت کے درجے سے گر گئے۔ اور اُن کی خوش اسلوبی اور عمدگی

خوش اسلوبی اور عمدگی اُن کے ایام جاہلیت کے اشعار کی سی نہ رہی - اور اللہ تعالیٰ نے باوجودیکہ کذب اور لاف و گزاف سے اجتناب اور احتراز کیا ہے - پھر بھی قرآن ایسا فصیح
ہے - کہ جس کی فصاحت کا شہرہ سمک سے سماک تک ہے (تیسرا امر) یہ ہے کہ قصیدہ میں صرف ایک دو شعر فصیح ہوتے ہیں - اور باقی اشعار فصیح نہیں ہوتے - اور قرآن کا یہ حال نہیں ہے - قرآن
سارے کا سارا فصیح ہے - اور جس طرح خلق تمام قرآن کی مثل کے کہنے سے عاجز ہے - اسی طرح قرآن کی ہر ایک سورۃ کی مثل کے کہنے سے عاجز ہے (چوتھا امر) یہ ہے - جس شاعر نے کسی چیز کی فصیح
اشعار کے ساتھ پھر دوبارہ مدح کی - تو اُس کی دوسری مدح فصاحت میں پہلی مدح کی مثل نہ ہوئی - اور قرآن میں بے انتہا تکرار ہے - اور باایں ہمہ قرآن کا ہر ایک بیان نہایت
فصیح ہے - دو پہلے اور پچھلے بیانوں میں کچھ تفاوت نہیں ہے - (پانچواں امر) یہ ہے - کہ قرآن میں صرف عبادتوں کے واجب کرنے اور قبیح اور بُری چیزوں کے حرام کرنے کا بیان اور
اخلاق پسندیدہ کی ترغیب اور دنیا کے چھوڑنے - اور آخرت کے اختیار کرنے کی تحریض اور تشویق ہے - اور ایسی باتیں فصاحت کی کمی کا باعث ہیں (چھٹا امر) یہ ہے - کہ عرب یہ کہتے ہیں
کہ امرء القیس بزم کا بیان خوب کرتا ہے - اور عورتوں اور گھوڑوں کی صفت میں اُس کے اشعار نہایت برجستہ اور دلفریب ہوتے ہیں - اور نابغہ کا رزم کا بیان بے نظیر بے
عدیل ہے - اور اعشیٰ کے اشعار طلب و سوال کے وقت تیر بہدف - اور شراب کی مدح میں دلکش اور عقل ربا ہیں - اور زہیر کے اشعار رغبت اور اُمید کے وقت بے مثل ہیں - حاصل یہ کہ
ہر ایک شاعر کا کلام ایک فن میں اچھا ہوتا ہے - اور اُس فن کے سوا باقی اور فنون میں اچھا نہیں ہوتا - اور قرآن سب فنون میں نہایت اعلیٰ درجہ کا فصیح ہے - کیا آپ کو یہ نہیں معلوم
ہے - کہ اللہ تعالیٰ نے ترغیب (رغبت دلانے) کے باب میں یہ دو آیتیں ارشاد فرمائی ہیں فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ (جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے چھپا رکھی ہیں - کہ
جن کے دیکھنے سے اُن کی آنکھیں ٹھنڈی ہونگی - کوئی نفس انہیں نہیں جانتا) وَفِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ الْأَنفُسُ وَتَلَذُّ الْأَعْيُنُ (اور جنت میں وہ چیزیں ہیں جن کی نفس خواہش کریں گے
اور جن کے دیکھنے سے آنکھوں کو لذت حاصل ہوگی -) اور ترہیب (ڈرانے) کے باب میں یہ دو آیتیں - أَفَأَمِنتُمْ أَن يَخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ تا آخر آیات (کیا تم اس سے نڈر ہوگئے ہو کہ وہ
تمہیں جنگل کی کسی جانب میں دھسا دے) أَأَمِنتُم مَّن فِي السَّمَاءِ أَن يَخْسِفَ بِكُمُ الْأَرْضَ فَإِذَا هِيَ تَمُورُ أَمْ أَمِنتُم الخ (جو آسمان میں ہے کیا تم اُس سے نڈر ہوگئے ہو - کہ وہ تمہیں زمین میں
دھسا دے - اور تمہاری دھسائی ہی زمین گردش کرنے لگے) وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ (اور ہر ایک عناد کرنے والا متکبر نا اُمید ہوا) تا قول حضرت باری وَيَأْتِيهِ الْمَوْتُ مِن كُلِّ مَكَانٍ اور زجر و
توبیخ کے باب میں یہ آیت جس تک بشر کا وہم بھی نہیں پہنچ سکتا - فَكُلًّا أَخَذْنَا بِذَنبِهِ (ہم نے ہر ایک کو اُس کے گناہ کے سبب سے پکڑ لیا) تا قول حضرت باری وَمِنْهُم مَّنْ أَغْرَقْنَا
(ہم نے اُن میں سے بعض کو غرق کر دیا) اور وعظ و پند میں یہ آیت جس سے زیادہ فصیح ہونا ممکن نہیں - أَفَرَأَيْتَ إِن مَّتَّعْنَاهُمْ سِنِينَ (آپ ہمیں یہ بتا دیجیے - اگر ہم انہیں چند
سال متمتع کر دیں) اور الٰہیات میں یہ آیت يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ أُنثَىٰ وَمَا تَغِيضُ الْأَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ (جو ہر ایک مادہ کے پیٹ میں ہے - اور جسے پیٹ گھٹاتے اور بڑھاتے
ہیں - اُسے اللہ جانتا ہے (ساتواں امر) یہ ہے - کہ قرآن سب علموں کی اصل اور جڑ ہے - پورا علم کلام قرآن میں ہے - اور پورا علم فقہ قرآن سے ماخوذ ہے - اور اسی طرح علم اصول
فقہ - اور علم نحو - اور علم لغت - اور علم زہد - اور علم اخبار آخرت - اور علم مکارم اخلاق - یہ سب علم قرآن سے ماخوذ ہیں - ہماری کتاب جو دلائل اعجاز میں ہے - جو شخص اُسے غور
اور تامل سے دیکھیگا اُسے یہ معلوم ہو جائیگا - کہ قرآن فصاحت کے سب طریقوں میں نہایت کو پہنچ گیا ہے (دوسرا طریق) یہ ہے - کہ قرآن دو حال سے خالی نہیں ہے فصاحت
میں یا اعجاز کی حد کو پہنچ گیا ہے - یا نہیں پہنچا ہے - اگر اعجاز کی حد کو پہنچ گیا ہے - تو قرآن کا معجز ہونا ثابت ہو گیا - اگر اعجاز کی حد کو نہیں پہنچا ہے - تو قرآن کی مثل کہکر
پیش کرنا ممکن ہے - باوجودیکہ قرآن کی مثل کہکر پیش کرنا ممکن تھا - اور قرآن کی مثل کہکر پیش کرنے کے اتنے اسباب اس قدر موجبات کا اجتماع تھا کہ جن کی استقصا سے
بیان قاصر ہے - اور پھر بھی کفار عرب نے قرآن کی مثل کہکر پیش نہ کیا - تو اس صورت میں قرآن کی مثل کہکر پیش نہ کرنا عادت کے خلاف ہے - تو اس صورت میں قرآن معجز
ہے - لہذا یہ ثابت ہو گیا - کہ قرآن ہر صورت میں معجز ہے - اور ہمارے نزدیک یہ طریق حق کی زیادہ قریب ہے - (دوسرا مسئلہ) اللہ تعالیٰ نے تنزیل سے نَزَّلْنَا ارشاد فرمایا اور
انزال سے أَنزَلْنَا ارشاد نہ فرمایا - اس کا سبب صرف یہی ہے - کہ یہاں تدریج اُتارنا مراد ہے - اور لفظ تنزیل تدریج پر دلالت کرتا ہے - اور انزال تدریج پر دلالت نہیں
کرتا - اور یہاں اس لفظ تنزیل کا ذکر کرنا لائق اور مناسب ہے - کیونکہ کفار عرب یہ کہتے تھے - اگر یہ قرآن اللہ کے پاس سے اُترتا - اور لوگوں کی تالیف نہ ہوتا تو واقعات

قرآن سب علوم کا اصل ہے

اور عادتاً انکے خلاف ہونیکے وقت اس طرح متفرق اس کی ایک سورت کے بعد دوسری سورت [illegible]
ظاہر ہونیکے وقت وقتاً فوقتاً متفرق پائے جاتے ہین۔ اس طرح نہ اُترتا نہ شاعر کے اشعار کا دیوان دفعۃً ظاہر ہوتا ہے۔ اور نہ ناثر کے رسالون اور خطبون کی کتاب یکایک آشکارا
ہوتی ہے۔ اگر اس قرآن کو اللہ تعالیٰ نے اُتارا ہوتا تو شاعرون اور ناثرون کی عادت کے خلاف وہ اسے پورا کا پورا دفعۃً اُتارتا وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً
وَّاحِدَةً (کافرون نے کہا۔ کہ محمد پر پورا قرآن ایک ہی دفعہ کیون نہین اُتارا گیا) اللہ تعالیٰ نے یہان وہ دلیل بیان کی ہے جس سے قرآن کا معجز ہونا بھی ثابت ہوگیا۔ اور یہ شبہ
بھی دور ہوگیا۔ اور اُس دلیل کی یہ تقریر ہے۔ یہ قرآن جو تدریج نازل ہوا ہے۔ یا بشر اس کی مثل کہہ سکتا ہے۔ یا نہین۔ اگر کہہ سکتا ہے۔ تو کفار عرب کو کوئی ایسی کتاب تدریج تالیف
کرنی چاہیے تھی۔ جو قرآن کی مثل ہوتی۔ یا قرآن کے قریب قریب۔ اگر نہین کہہ سکتا ہے تو یہ بات ثابت ہوگئی کہ قرآن باوجود تدریج نازل ہونیکے معجز ہے۔ اور بعض قاریون
نے عَلٰى عَبْدِنَا کی جگہ عَلٰى عِبَادِنَا پڑھا ہے۔ اور عِبَادِنَا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور رسول اللہ صلی اللہ کی امت مُراد ہے۔ (تیسرا مسئلہ) سورۃ قرآن کے محدود ٹکڑے
کو کہتے ہین۔ سورۃ کا واو اگر اصلی ہے۔ تو قرآن کے محدود ٹکڑے کو جو سورۃ کہتے ہین۔ وہ سورۃ۔ یا سُوْرُ الْمَدِيْنَةِ سے ماخوذ ہے۔ اور سور المدینۃ شہر کی فصیل کو کہتے ہین۔ کیونکہ قرآن کا
محدود ٹکڑا فصیل والے شہر کی طرح محدود ہے۔ یا جس طرح شہر کی فصیل اُن چیزون پر حاوی ہے۔ جو شہر مین ہین۔ اسی طرح قرآن کا محدود ٹکڑا علم کے فنون اور اقسام پر حاوی ہے۔ یا قرآن کے
محدود ٹکڑے کو جو سورۃ کہتے ہین۔ اُس سورۃ کے معنے رتبے کے ہین۔ کیونکہ محدود ٹکڑے درجون اور مرتبون کے قائم مقام ہین۔ جن مین قاری ترقی کرتا ہے۔ اگر سورۃ کی واو کو
ہمزہ سے بدلا ہوا کہا جائے یعنی اصل مین سؤرۃ ہمزہ کے ساتھ تھا۔ پھر ہمزہ کو ضمے کے سبب واو سے بدل لیا تو سورۃ ہوگیا۔ اور سؤرۃ چیز کے بقیہ اور بچے کھچے کو کہتے ہین۔
اِس صورت مین قرآن کے محدود ٹکڑے کو سورۃ اس سبب کہتے ہین کہ وہ چیز کے بقیہ کی مثل قرآن کا ٹکڑا ہے۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ قرآن کو مختلف سورتون مین تقسیم کرنے سے
کیا فائدہ ہے۔ تو ہم یہ کہین گے۔ کہ کئی فائدے ہین (پہلا فائدہ) تو وہی ہے۔ جس کے سبب سے مصنف اپنی کتابون کو بابون اور فصلون مین تقسیم کرتے ہین۔ (دوسرا فائدہ) یہ ہے۔
کہ جب ایک جنس کی کئی نوعین ہون۔ تو اُن مین سے ہر ایک نوع کو الگ الگ بیان کرنا بہتر ہے (تیسرا فائدہ) یہ ہے۔ جب پڑھنے والا قرآن کی ایک سورۃ یا کتاب کا ایک باب ختم کرلے اور پھر
دوسری سورۃ یا دوسرا باب شروع کرے۔ تو اُسے اُس مین بہت انبساط اور سُرور ہوتا ہے۔ اگر وہ سارے قرآن اور ساری کتاب کو برابر ایک ساتھ پڑھتا۔ تو اُسے ایسا سُرور اور انبساط نہوتا۔ پڑھنے والے کی
مثال مسافر کی سی ہے۔ مسافر کو جب یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ مین نے ایک میل یا ایک فرسنگ طے کرلیا تو اُسکے دل کو نہایت سرور اور انبساط ہوجاتا ہے۔ اور بہ نشاط خاطر چلتا ہے (چوتھا فائدہ) یہ ہے۔ کہ جب حافظ کوئی سورۃ
یاد کرلیتا ہے۔ تو اُسے یہ اعتقاد ہوجاتا ہے۔ کہ مین نے اللہ کی کتاب کا ایک پورا حصہ یاد کرلیا۔ اور وہ اپنے دل مین یہ خیال کرتا ہے۔ اور اس سے خوش ہوتا ہے۔ اور اسی سبب نماز مین پوری
سورۃ کا پڑھنا افضل ہے۔ (چوتھا مسئلہ) اللہ تعالیٰ کا قول فَأْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کو اسی طرح سورتون پر منقسم نازل کیا ہے۔ اور یہ
بہت سے اہل حدیث کے خلاف ہے۔ وہ یہ کہتے ہین کہ قرآن کی یہ ترتیب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے مین ہوئی ہے۔ چونکہ قرآن اسی طرح منقسم بسور نازل ہوا ہے اسی
سبب سے کبھی اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا۔ کہ تم اس قرآن کی ایک سورۃ ہی کی مثل بنا لاؤ۔ اور کبھی یہ ارشاد فرمایا تم اس پورے قرآن کی مثل بنا لاؤ۔ (پانچوان مسئلہ) جاننا چاہیے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے کئی طرح
قرآن کیساتھ تحدی کی ہے۔ (پہلا طریق) اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے۔ فَأْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰى (تم اللہ کے پاس سے کوئی اور کتاب لے آؤ جس مین زیادہ ہدایت ہو) (دوسرا طریق) اللہ تعالیٰ کا یہ
قول ہے قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا (اے محمد تو اُن سے یہ کہدے۔ اگر سارے آدمی و جن اس
قرآن کی مثل کے بنانے کے لیے جمع ہوجائیں۔ تو بھی وہ اس کی مثل نہ بنا سکین گے۔ اگرچہ وہ سب باہم ایک دوسرے کے مددگار ہون (تیسرا طریق) اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے۔ فَأْتُوْا
بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ (تم بھی ایسی دس گھڑی ہوئی سورتین بنا لاؤ) (چوتھا طریق) اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے۔ فَأْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ (تم اس قرآن کی مثل ایک ہی سورۃ بنا لاؤ
اور اسکی مثال اُس شخص کی سی ہے۔ جو اپنی تصنیف کے ساتھ اپنے ہم نشین سے تحدی کرتا ہے اور یہ کہتا ہے۔ آپ بھی اس کی مثل تصنیف کیجیے۔ اگر آپ اس پوری کتاب کی مثل تصنیف نہین
کرسکتے تو اِس کے آدھے ہی کی مثل تصنیف کیجیے۔ اگر آدھے کی مثل بھی تصنیف نہین کرسکتے ہین۔ تو چوتھائی ہی کی مثل تصنیف کیجیے۔ اگر چوتھائی کی مثل بھی تصنیف نہین کرسکتے ہین
تو ایسا ایک مسئلہ ہی لکھیے۔ اِس طریق سے تحدی کرنا عذر کا بالکل دور کردینا ہے۔ اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا قول فَأْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ۔ سورۃ کوثر اور

سورتوں کیطرف قرآن کی تقسیم کرنیکے فائدے

من مثلہ کی ضمیر کس طرف پھرتی ہے

مثل انسان نہین بناسکتا۔ اور ان سورتون کی مثل کا بنانا انسان کی قدرت سی خارج ہے۔ تو یہ صریح مکابرہ اور ناانصافی ہی۔ اور اس قسم کے مکابرون اور ناانصافیون کا اختیار کرنا دین کو متہم کرنا ہی۔ تو ہم اس اعتراض کا یہ جواب دین گے کہ ہم نے اسی سبب سے دوسرا طریق اختیار کیا ہی۔ اور یہ کہا ہے۔ یہ سورۃ فصاحت مین اگر اعجاز کے درجے کو پہنچ گئی ہی۔ تو ہمارا مدعیٰ حاصل ہوگیا۔ اور اس سورۃ کا معجز ہونا ثابت ہوگیا۔ اور اگر اعجاز کے درجے کو نہین پہنچی ہی۔ تو باوجودیکہ کفار عرب اس کی مثل کہہ سکتے تھے اور بہت سے اسباب انھین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے باطل کرنے کی طرف داعی تھے۔ اور پھر بھی اُنھون نے اس سورۃ کی مثل کہا کر پیش نہ کیا۔ تو اس تقدیر پر بھی یہ سورۃ معجز ہوگئی۔ اور دونون صورتون مین اس سورۃ کا معجز ہونا ثابت ہوگیا (چھٹا مسئلہ) من مثلہ کی ضمیر کس طرف پھرتی ہی۔ اس مین دو توجیہین ہین (پہلی توجیہ) یہ ہی۔ کہ یہ ضمیر مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا مین جو مَا ہے۔ اُس مَا کی طرف پھرتی ہی یعنی جو کتاب فصاحت اور ترتیب کی خوبی مین اِس قرآن کی مثل ہو اُس مین سی تم ایک سورۃ ہی بنالاوٴ (دوسری توجیہ) یہ ہے۔ کہ یہ ضمیر عَبْدِنَا کی طرف پھرتی ہی یعنی جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل اُمی اور ان پڑھ ہے۔ نہ اُس نے کتابین پڑھی ہین نہ عالمون سے کچھ سیکھا ہی۔ تم اُس سی ایک سورۃ بنوالاوٴ۔ پہلی توجیہ عمرؓ اور ابن مسعودؓ اور ابن عباسؓ اور حسنؓ اور اکثر محققون سی منقول ہی۔ اور اُس کے بہتر ہونے کی کئی دلیلین ہین (پہلی دلیل) یہ ہی۔ کہ یہ توجیہ باقی اُن سب آیتون کے مطابق ہی۔ جو تحدی کے باب مین آئی ہین۔ خصوصًا سورۂ یونس کی اس آیت کے فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّثْلِهِ۔ تم قرآن کی مثل ایک سورۃ ہی بنالاوٴ (دوسری دلیل) یہ ہے۔ کہ یہان اُس کتاب مین بحث ہی۔ جو اللہ تعالیٰ نے نازل کی ہی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔ وَإِن كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا (جو کتاب ہم نے نازل کی ہی۔ اگر تمہین اُس مین کسی طرح کا شک ہو) تو یہ ضمیر اُسی کتاب کی طرف پھرنی چاہیے جس مین بحث ہی۔ کیا آپ کو یہ نہین معلوم ہے۔ کہ اس آیت کے یہ معنی ہین۔ اگر تمہین اس بات مین شک ہو کہ یہ قرآن اللہ کے پاس سی نازل ہوا ہی۔ تو تم اس قرآن کی مثل کچھ بنالاوٴ۔ اگر یہ ضمیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھرتی۔ تو بااقتضائے ترتیب یون کہنا چاہیے تھا۔ اگر تمہین اس بات مین شک ہے۔ کہ محمد پر کتاب نازل ہوئی ہے۔ تو تم محمد صلعم جیسے سے قرآن بنوالاوٴ۔ (تیسری دلیل) یہ ہی۔ اگر ضمیر قرآن کی طرف پھرے گی۔ تو اس آیت کے یہ معنی ہون گے۔ کہ کفار عرب اِس قرآن کی مثل کے بنانے سی عاجز ہین۔ خواہ وہ مجتمع ہون۔ خواہ اکیلے اکیلے۔ خواہ اُمی اور ان پڑھ ہون۔ خواہ عالم اور پڑھے ہوئے۔ اگر ضمیر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھرے گی تو آیت کے یہ معنی ہونگے کہ اُمی اور اَن پڑھ اکیلا اس قرآن کی مثل نہین بناسکتا۔ کیونکہ ایک اُمی اور ان پڑھ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل ہی۔ اگر وہ اکٹھے اور پڑھے ہوئے ہون۔ تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل نہ ہونگے۔ کیونکہ جماعت ایک کی۔ اور پڑھا ہوا۔ اُمی اور ان پڑھ کی مثل نہین ہے۔ اور اس مین کسی طرح کا شک نہین ہی۔ کہ پہلی صورت مین اعجاز زیادہ قوی ہی۔ (چوتھی دلیل) یہ ہے۔ اگر ضمیر قرآن کی طرف پھرے گی۔ تو قرآن اِس سبب سے معجز ہوگا۔ کہ اُس کی فصاحت کامل ہی۔ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھرے گی۔ تو قرآن اس سبب سے معجز ہوگا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُمی اور ان پڑھ تھے۔ اس صورت مین بھی اگرچہ قرآن کا معجز ہونا ثابت ہوگیا۔ لیکن اس صورت مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق مین ایک قسم کے نقصان کے ثابت کرنے کے بغیر قرآن کا معجز ہونا ثابت نہین ہوتا۔ لہذا پہلی توجیہ بہتر ہے (پانچوین دلیل) یہ ہے۔ اگر ضمیر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھرے۔ تو اس سی یہ وہم ہوتا ہے کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح اُمی اور اَن پڑھ نہین ہی۔ وہ قرآن کی مثل بنا سکتا ہی۔ اگر ضمیر قرآن کی طرف پھرے گی تو اُسوقت اس آیت کے یہ معنی ہین۔ کہ ان پڑھ اور پڑھا ہوا کوئی قرآن کی مثل نہین بناسکتا۔ لہذا یہی توجیہ بہتر ہے (ساتوان مسئلہ) شہدا کے لفظ مین دو توجیہین ہین۔ (پہلی توجیہ) یہ ہی۔ کہ شہدا سی وہ لوگ مراد ہین۔ مشرکون نے جن کے معبود ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اور وہ بت ہین۔ گویا اللہ تعالیٰ نے اُن سے یہ ارشاد فرمایا۔ اگر تمہارا یہ قول صحیح اور درست ہی۔ کہ ان بتون کی عبادت کرنی چاہیے۔ کیونکہ یہ نفع اور ضرر پہنچاتے ہین۔ تو تمہین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی منازعت اور مخاصمت سے نجات اور رہائی پانیکی سخت ضرورت اور شدید حاجت ہی تمہین ان بتون سی جلد مدد مانگنی چاہیے۔ کہ وہ تمہین اس منازعت اور مخاصمت سے نجات اور رہائی دین اگر ان بتون نے تمہاری مدد نہ کی۔ اور تمہین رہائی اور نجات نہ دی۔ تو تمہین یہ بات جان لینی چاہیے۔ کہ تمہارا یہ دعویٰ بالکل لغو اور باطل ہی۔ کہ یہ بت معبود ہین۔ اور نفع اور ضرر پہنچاتے ہین۔ اور اس کلام مین دو دلیلین ہین (پہلی دلیل) سے اُن کا یہ دعویٰ باطل ہوتا ہی۔ کہ یہ بت معبود ہین (دوسری دلیل) سے اُن کا یہ انکار باطل ہوتا ہی۔ کہ یہ قرآن معجز نہین ہے۔ بلکہ محمد نے خود ہی بنالیا ہے۔ اور یہ کہدیا ہے۔ کہ اللہ نے نازل کیا ہی۔ (دوسری توجیہ) یہ ہی۔ کہ شہدا کے

لفظ سے اُن کے بزرگ مُراد ہین - یا جو لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کرنے مین اُن کے موافق ہین - اور آیت کے معنی یہ ہین - تم اپنے بزرگون اور سرداروں کو بلالو - تاکہ قرآن کی مثل کے
بنانے مین وہ تمہاری مدد کرین - اور اگر تم قرآن کی مثل بنا سکو تو وہ تمہارے موافق یہ حکم کرین - کہ یہ قرآن کی مثل بنا سکتے ہین - اور اگر نہ بنا سکو - تو تمہارے مخالف یہ حکم کرین - کہ یہ قرآن کی
مثل نہین بنا سکتے - اگر کوئی شخص یہ کہہ سکے کیا شہداء کے لفظ سے یہ دونون معنے مراد ہو سکتے ہین - اگر نہین ہو سکتے - تو ان دونون معنون مین سے کون سے معنے بہتر ہین - تو ہم ان دونون سوالو
مین سے پہلے سوال کا یہ جواب دینگے - ہان یہ دونون معنی مراد ہو سکتے ہین - کیونکہ شہداء شہید کی جمع ہے - اور شہید کے معنی حاضر یا گواہ کے ہین - تو بطریق مجاز لفظ شہید سے معین اور مددگار مراد لے
سکتے ہین - اور اُن کے بت اور اُن کے بزرگ اس بات مین سب شریک ہین - کہ انھین اُن کی نسبت یہ اعتقاد تھا - کہ وہ ہمارے مددگار اور انصار ہین - اور جب شہداء کے لفظ سے یہ معنی
مراد ہوئے - جو دونون کو شامل ہین - تو اس لفظ مین دونون داخل ہو گئے - اور دوسرے سوال کا یہ جواب دین گے - کہ شہداء کے لفظ سے بزرگون اور سردارون کا مراد لینا بہتر ہے - کیونکہ شہداء
انھی کو کہہ سکتے ہین جو مشاہدہ کر سکین اور شہادت دے سکین - اور یہ دونون باتین بزرگون اور سردارون ہی مین ہو سکتی ہین بتون مین نہین ہو سکتین اگر لفظ شہداء سے بت مراد لین تو یا یہ کہنا پڑیگا کہ بتون
شہداء کے لفظ کا اطلاق مجازاً کیا ہے یا یہ کہنا پڑیگا کہ اس آیت کی اصل وَادْعُوا الَّذِيْنَ تَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ شُهَدَاءُ كُمْ (یعنی جن کو تم اپنا گواہ کہتے ہو انھین بلالو) ہے اور مجازاً اور حذف دونون اصل کے خلاف ہین
جب شہداء کے لفظ سے اُن کے بزرگ اور سردار مراد ہوئے - تو یہ کلام صحیح اور درست ہو گیا - کیونکہ یہ کلام گویا اس قول کے قائم مقام ہے - وَادْعُوا مَنْ يَّشْهَدُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ لِاتِّفَاقِكُمْ عَلٰى هٰذَا
الْاِنْكَارِ اُن لوگون کو بلاؤ - جو تمہاری شہادت دیتے ہین - اور جن کی تم شہادت دیتے ہو - کیونکہ اس انکار پر تمہارا سب کا اتفاق ہے - اور ایک مذہب پر جن لوگون کا اتفاق ہوتا ہے موافق ہونے کے
سبب سے اُن مین سے بعض بعض کی شہادت دیا کرتے ہین تو شُهَدَاءَكُمْ مین جو اضافت ہے وہ اضافت بھی صحیح ہو گئی - اور نیز عرب مین بزرگ لوگ تھے - جب فصاحت مین دو شخصون کا ع۱۵/۳
جھگڑا ہوتا تھا تو وہ اس بات کی شہادت دیا کرتے تھے - کہ ان دونون مین سے فلان شخص فصاحت مین اعلیٰ ہے - اور فلان ادنیٰ - اور جب یہ بات ثابت ہو گئی - تو یہ امر ظاہر ہو گیا
کہ اس کلام کے مجازی معنی مراد لینے سے حقیقی معنی کا مراد لینا بہتر ہے - (آٹھوان مسئلہ) جو جگہ اور مکان کسی چیز سے قریب ہو اُسے دُوْن کہتے ہین اور اَلشَّیْءُ الدُّوْنُ (یعنی حقیر چیز) بھی اسی سے ماخوذ ہے
اور دَوَّنَ الْكُتُبَ (یعنی کتابین جمع کین) بھی اسی سے ماخوذ ہے - کیونکہ چیز سے چیز کے نزدیک کر دینے ہی کو جمع کرنا اور اکٹھا کرنا کہتے ہین - اور هٰذَا اَدْوَنُ ذَاكَ (یعنی یہ اس
سے ادنیٰ ہے) بولتے ہین - اور یہ غرض ہوتی ہے - کہ اس کا مرتبہ اُس سے کچھ کم ہے - اور دُوْنَكَ هٰذَا (اس کو پکڑ لے) کی اصل خُذْ هٰذَا مِنْ دُوْنِكَ (اس کو اپنے پاس سے پکڑلے)
ہے یعنی مِنْ اَدْنٰى مَكَانٍ مِنْكَ یعنی جو مکان تجھ سے زیادہ نزدیک ہے - اُس مین سے تو اسے پکڑلے - پھر حذف کر کے اسے مختصر کر لیا - لفظ دُوْن کے اصلی معنی یہ ہین - جو ہم نے
بیان کیے - پھر اس لفظ کو احوال کے تفاوت کیلیے استعارہ کر لیا - اور یہ کہنے لگے - زَيْدٌ دُوْنَ عَمْرٍو فِي الشَّرَفِ وَالْعِلْمِ (یعنی شرافت اور علم مین زید عمرو سے کم ہے) پھر اس کا استعمال عام
کر لیا - اور ہر ایک اُس شخص مین استعمال کرنے لگے - جو ایک حد سے دوسری حد کی طرف تجاوز کرے - اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ
(یعنی مومنون کو مومنون کے سوا کافرون سے دوستی کرنی نہین چاہیے) یعنی مومنون کو مومنون کی دوستی سے کافرون کی دوستی کی طرف تجاوز کرنا نہین چاہیے - اگر کوئی شخص
یہ کہے - مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ کا متعلق کیا ہے یعنی مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ کس کے متعلق ہے - تو ہم اس کے جواب مین یہ کہین گے - اس کی دو توجیہین ہین (پہلی توجیہ) یہ ہے - کہ یہ شُهَدَاءَكُمْ کے
متعلق ہے - اِس توجیہ مین دو احتمال ہین (پہلا احتمال) آیت کے معنی یہ ہین - جن کو تم نے اللہ کے سوا معبود بنایا ہے - اور جن کی نسبت تمہارا یہ گمان ہے کہ وہ قیامت کے دن
تمہارے لیے یہ گواہی دین گے - کہ تم حق پر ہو - تم اُن کو بلاؤ - اور اللہ تعالیٰ نے جو عرب کے مشرکون کو یہ امر کیا ہے - کہ وہ اس قرآن کی مثل کے بنانے مین جس نے اپنی فصاحت کے
سبب سے اپنی مثل کی بناوٹ سے تمام عالم کو عاجز کر دیا ہے - پتھرون سے مدد لین جن مین نطق اور گویائی نہین ہے - تو اللہ تعالیٰ کے اس امر مین عرب کے مشرکون کے ساتھ نہایت درجہ کی ہنسی اور استہزا
ہے (دوسرا احتمال) اُدْعُوْا شُهَدَاءَكُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ کی اصل یہ ہے - اُدْعُوْا شُهَدَاءَكُمْ مِنْ دُوْنِ اَوْلِيَاءِ اللّٰهِ وَمِنْ غَيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَشْهَدُوْا لَكُمْ اَنَّكُمْ اَتَيْتُمْ بِمِثْلِهٖ یعنی اس آیت مین
مضاف محذوف ہے - یعنی اللہ کے دوستون یعنی مومنون کے سوا تم اپنے اور گواہ بلاؤ - تاکہ وہ تمہارے لیے یہ شہادت دین کہ تم نے اس قرآن کی مثل بنا لیا - اِس مین یہ اشارہ ہے
کہ اُن کے گواہون کی جو میدان فصاحت کے شہسوار ہین) سلیم طبیعتین جھوٹی گواہی کو ہرگز پسند نہ کرین گی - اور وہ یہ جھوٹی شہادت ہرگز نہ دین گے کہ انھون نے اِس قرآن
کی مثل بنا لیا (دوسری توجیہ) یہ ہے - کہ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اُدْعُوْا کا متعلق ہے - اور اس آیت کی اصل یہ ہے اُدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُهَدَاءَكُمْ (اللہ کے سوا اپنے اور گواہ بلالو یعنی

سچے ہونیکا اللہ ہی گواہ ہے۔ بلکہ تم آدمیون مین سے اپنے گواہ بلاؤ جنکی شہادت ظاہر ہے۔ اور جن کی شہادت سے حکام کے نزدیک دعوی ثابت ہوتے ہین۔ اور یہ اس امر کا بیان ہے کہ کفار عرب شہادت کے ساتھ اپنے دعوی کے ثابت کرنے سے عاجز ہو گئے ہین۔ اور انھین کچھ بن نہین آتا۔ اور اس امر کے کہنے کے سوا آن کے پاس اور کوئی دلیل نہین ہے۔ کہ ہمارا دعوی سچا ہے اور ہمارے دعوے کے سچے ہونے کا اللہ ہی گواہ ہے۔ (نوان مسئلہ) قاضی نے کہا ہے۔ اللہ تعالی نے جو اس قرآن کے ساتھ تحدی کی ہے یعنی کفار عرب سے یہ ارشاد فرمایا ہے۔ اگر تمہین اس قرآن مین کچھ شک ہو۔ تو تم اس قرآن کی ایک سورۃ ہی کی مثل بنا لاؤ۔ تو اللہ کے اس تحدی کرنے سے جبریون کا مذہب (یعنی بندہ مجبور ہے) انہی طریق سے باطل ہوتا ہے (پہلا طریق) یہ ہے کہ اللہ تعالی کا تحدی کرنا۔ اور یہ ارشاد فرمانا۔ کہ اگر تمہین اس قرآن مین کچھ شک ہے۔ تو تم اس قرآن کی ایک سورۃ ہی کی مثل بنا لاؤ۔ اس بات پر موقوف ہے۔ کہ جو لوگ افعال پر قادر ہین۔ اور جن سے افعال صادر ہو سکتے ہین۔ وہ اس قرآن کی ایک سورۃ کی مثل بھی نہین بنا سکتے۔ تو جس فرقے کا یہ اعتقاد ہے۔ کہ بندہ مجبور ہے۔ وہ کوئی فعل نہین کر سکتا۔ اس کے نزدیک تحدی نہین ہو سکتی۔ اور قرآن کے اعجاز کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر استدلال نہین ہو سکتا۔ اور اس آیت سے تحدی ثابت ہے۔ تو جبریون کا یہ قول باطل ہے۔ کہ بندہ مجبور ہے۔ کچھ نہین کر سکتا ہے (دوسرا طریق) یہ ہے۔ کہ جبریون کے مذہب کے مطابق قرآن کا مثل کے نہ بنا سکنے کا سبب یہ ہے۔ کہ بندہ مجبور ہے۔ اس مین قدرت موجبہ نہین ہے۔ اور اس مین معجز (جسمین اعجاز ہے) اور غیر معجز (جسمین اعجاز نہین ہے) دونون برابر ہین۔ تو جبریون کے مذہب کے مطابق تحدی نہین ہو سکتی۔ اور اس آیت سے تحدی ثابت ہے۔ تو جبریون کا مذہب باطل ہے (تیسرا طریق) یہ ہے۔ کہ جو فعل بندے کی طرف منسوب ہے۔ اس کا خالق اللہ تعالی ہے۔ تو اللہ تعالی کا کفار عرب سے تحدی کرنا۔ اور یہ ارشاد فرمانا کہ اگر تمہین اس قرآن مین کچھ شک ہے۔ تو تم اس قرآن کی ایک سورۃ ہی کی مثل بنا لاؤ۔ فی الحقیقت اپنی ہی ذات سے تحدی کرنا ہے۔ اور یہ ارشاد فرمانا ہے۔ کہ اگر کفار عرب کو اس قرآن مین کچھ شک ہے۔ تو اللہ تعالی اس قرآن کی ایک سورۃ ہی کی مثل بنا لائے۔ اور اس مین کسی طرح کا شک نہین۔ کہ اللہ تعالی اس قرآن کی سورۃ کی مثل بنا سکتا ہے۔ تو جبریون کے مذہب کے مطابق قرآن کا اعجاز ثابت نہین ہو سکتا۔ اور قرآن کا اعجاز ثابت ہے۔ تو جبریون کا مذہب باطل ہے۔ (چوتھا طریق) یہ ہے۔ کہ قرآن کا اعجاز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور قرآن کے کلام ربانی ہونے پر صرف اس سبب سے دلالت کرتا ہے۔ کہ اس مین عادت کی مخالفت ہے۔ اور جب جبریون کے مذہب کے مطابق جو فعل عادت کے موافق ہے۔ وہ بھی بندے کا فعل نہین ہے۔ تو معتاد (جو عادت کے موافق ہے) اور غیر معتاد (جو عادت کے موافق نہین ہے) دونون مین کچھ فرق نہین رہا۔ اور قرآن کے اعجاز کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور قرآن کے کلام ربانی ہونے پر استدلال کرنا صحیح اور درست نہ ہوا (پانچوان طریق) یہ ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یون استدلال فرمایا ہے۔ کہ اللہ تعالے نے میرے دعوی کی تصدیق کے لیے خاص میرے اوپر یہ قرآن نازل فرمایا۔ اگر یہ قرآن اللہ کی جانب سے نہ ہوتا۔ تو یہ قرآن معجز نہ ہوتا۔ اور سارا عالم اس قرآن کی مثل کے بنانے سے عاجز نہ ہوتا۔ اور جبریون کے مذہب کے مطابق یہ فرق صحیح نہین ہے۔ کیونکہ جب بندہ مجبور ہے۔ تو معتاد (جو عادت کے موافق ہے) اور غیر معتاد (جو عادت کے موافق نہین ہے) دونون اللہ ہی کی جانب سے ہین۔ اور قاضی کے اس قول کا یہ جواب ہے۔ کہ تحدی سے یا یہ غرض ہے۔ کہ کفار عرب اس قرآن کی مثل قصداً بنائین۔ یا یہ غرض ہے۔ کہ قرآن کی مثل ان سے اتفاقاً بن جائے۔ دوسری صورت باطل ہے۔ کیونکہ قرآن کی مثل اتفاقاً بن جانا ان کے اختیار مین نہین ہے۔ تو پہلی صورت ثابت ہو گئی۔ اور جب پہلی صورت ثابت ہو گئی تو قرآن کی مثل کا بنانا قصد پر موقوف ہوا یہ قصد اگر بندے کی جانب سے ہے۔ تو اس قصد کا قصد اور علی ہذا القیاس غیر متناہی قصد بندے کی جانب سے ہونگے۔ اور تسلسل لازم آئیگا۔ اور تسلسل محال ہے۔ تو اس قصد کا بندے کی جانب سے ہونا محال اور ناممکن ہوا۔ اگر یہ قصد اللہ کی جانب سے ہے۔ تو بندے کا مجبور اور عاجز ہونا ثابت ہو گیا۔ اور جو اعتراضات قاضی نے ہم پر کیے ہین وہ سب اسپر وارد ہوے۔ اور جو کچھ قاضی نے کہا تھا۔ وہ باطل ہو گیا۔ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا (یعنی اگر تم نے قرآن کی ایک سورۃ کی مثل بھی نہ بنایا۔ اور ہرگز نہ بناؤ گے) جاننا چاہیے۔ کہ یہ آیت چار طریق سے اس بات پر دلالت کرتی ہے۔ کہ قرآن معجز ہے۔ اور تمام عالم اس کی مثل کے بنانے سے عاجز ہے (پہلا طریق) یہ ہے۔ کہ تواتر اور یقینی طریق سے ہمین یہ معلوم ہے۔ کہ عرب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہایت عداوت تھی۔ اور انھین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے باطل کرنے کا از حد خیال تھا۔ اور اس کی سب سے زیادہ قوی دلیل یہ ہے۔ کہ عرب نے اسی سبب سے اپنے وطن اور خویش و اقارب کی مفارقت اختیار کی۔ اور اپنی جانین تک دین۔ اور اس پر یہ اور مستزاد ہوا۔ کہ اس سختی اور اس زور و شور کے ساتھ سرزنش کی۔

آیت چار طریقون سے قرآن کے معجزہ ہونے پر دلالت کرتی ہے

تو ضرور بناتے۔ جب اُنھوں نے نہ قرآن کی مثل بنایا۔ اور نہ قرآن کی ایک سورۃ کی مثل۔ تو یہ امر ظاہر اور آشکارا ہوگیا۔ کہ قرآن معجز ہے۔ اور وہ قرآن کی مثل کے بنانے سے عاجز ہیں۔ (دوسرا طریق) یہ ہے۔ کہ جن چیزوں کو نبوت سے تعلق ہے۔ اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُن چیزوں میں اُن کے نزدیک متہم تھے۔ مگر تمام عرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عقل و فضل کے کمال اور دور اندیشی کے معترف اور مقر تھے۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نبوت کا دعوی جھوٹا ہوتا۔ تو آپ ہرگز اس زور شور سے تحدی نہ کرتے۔ اور یہ ارشاد نہ فرماتے۔ کہ اگر تمہیں اس قرآن میں کچھ شک ہے۔ تو تم اس قرآن کی ایک سورۃ ہی کی مثل بنالاؤ۔ بلکہ ذلت و رسوائی سے ڈرتے۔ اور اس امر سے خائف ہوتے۔ کہ اگر عرب نے اس قرآن کی مثل بنالیا۔ تو میری سب کوششیں اور تدبیریں خاک میں مل جائیں گی۔ اور کل کام بگڑ جائیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے مقدس اور منزہ ہیں۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معلوم ہوتا کہ کفار عرب قرآن کی مثل کے بنانے سے عاجز ہیں اور وہ ہرگز قرآن کی مثل نہ بناسکیں گے۔ تو آپ ہرگز قرآن کی مثل کے بنانے پر اُنھیں اس زور شور کے ساتھ آمادہ اور مستعد نہ کرتے (تیسرا طریق) یہ ہے۔ کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی نبوت کا یقین نہ ہوتا۔ تو آپ ہرگز یقینی طریق سے یہ خبر نہ دیتے۔ کہ کفار عرب ہرگز قرآن کی مثل نہ بناسکیں گے۔ کیونکہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی نبوت کا یقین نہ ہوتا۔ تو اس خبر کے خلاف ہوسکتا تھا۔ اور جب اس خبر کے خلاف ہوتا۔ تو آپ کا کذب ظاہر اور آشکارا ہوجاتا ہمکار اور فریبی اور دغاباز کبھی کوئی بات یقینی طریق سے بیان نہیں کرتا۔ اور کبھی یہ نہیں کہتا۔ کہ فلان امر یون ہی ہوگا۔ بلکہ اگر مگر کرتا ہے۔ یعنی اگر یون ہوگا۔ تو یون ہوگا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر یقینی طریق سے دی۔ کہ اہل عرب اس قرآن کی مثل ہرگز نہ بناسکیں گے۔ تو یہ معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی نبوت کا یقین تھا (چوتھا طریق) یہ ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خبر دی تھی۔ وہی ہوا۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے ہمارے زمانے تک کوئی وقت دین اسلام کے اعدا سے خالی نہیں رہا ہے۔ اور ہمیشہ اُن کی یہی خواہش اور آرزو رہی۔ کہ اس دین پر کوئی اعتراض کریں۔ پھر باین ہمہ آجتک کوئی اس قرآن کی ایک سورۃ کی مثل بھی نہ بنا سکا یہ آیت ان چارون طریقون پر مشتمل ہے۔ جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں۔ کہ قرآن معجز ہے۔ جو جاہل یہ کہتے ہیں۔ کہ اللہ کی کتاب میں حجت اور دلیل نہیں ہے۔ یہ آیت اُن کے اس قول کے غلط ہونے کی دلیل ہے اس آیت میں کئی سوال ہیں (پہلا سوال) قرآن کی سورۃ کی مثل کا نہ بنانا واجب و ضروری ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے إذا کیون نہیں ارشاد فرمایا۔ جو وجوب کے لیے ہے۔ اِن کیون ارشاد فرمایا جو شک کے لیے ہے۔ اسکے دو جواب ہیں (پہلا جواب) یہ ہے۔ اُنکے گمان کے مطابق اُن سے کلام کیا گیا ہے۔ اُنھیں اپنی فصاحت اور تالیف کلام کی قوت اور قدرت پر بھروسا تھا۔ اس وقت تک اُنھیں یہ یقین نہیں تھا کہ ہم اس قرآن کی مثل کے بنانے سے عاجز ہیں (دوسرا جواب) یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے ساتھ ہنسی کی ہے۔ جس طرح کوئی قوی اور زور آور جسے اپنے مقابل پر غالب ہونے کا کامل یقین ہو۔ اپنے مقابل سے ہنسی سے یہ کہتا ہے۔ کہ إِنْ غَلَبْتُكَ (اگر مین تجھ سے غالب ہو جاؤن (دوسرا سوال) اللہ تعالیٰ نے فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا کیون ارشاد فرمایا۔ فَإِنْ لَّمْ تَأْتُوا بِهِ کیون نہیں ارشاد فرمایا (جواب) فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا۔ فَإِنْ لَّمْ تَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّنْ مِّثْلِهِ وَلَنْ تَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّنْ مِّثْلِهِ سے بہت مختصر ہے (تیسرا سوال) وَلَنْ تَفْعَلُوا کا محل اعراب کیا ہے۔ اور یہ ترکیب مین کیا واقع ہوا ہے (جواب) یہ جملہ معترضہ ہے۔ نہ اس کے لیے محل اعراب ہے۔ اور نہ یہ ترکیب مین کچھ واقع ہوا ہے (چوتھا سوال) نفی کے باب مین لن کی حقیقت اور اصل کیا ہے (جواب) لا اور لن دونون مستقبل کی نفی کیلیے ہیں۔ صرف اتنا فرق ہے۔ کہ لن مین تاکید ہے۔ لا مین نہیں ہے۔ تو اپنے رفیق سے یہ کہتا ہے لَا أُقِيمُ غَدًا عِنْدَكَ (مین کل تیرے پاس نہیں ٹھیرونگا) اگر وہ انکار کرے۔ اور تجھے جانے سے روکے تو پھر تو یہ کہتا ہے۔ لَنْ أُقِيمَ غَدًا (مین کل ہرگز نہیں ٹھیرون گا) لن مین تین قول ہیں (پہلا قول) یہ ہے۔ کہ لن کی اصل لا اَن ہے۔ یہ خلیل کا قول ہے (دوسرا قول) یہ ہے۔ لن کی اصل لا ہے۔ لا کے الف کو نون سے بدل لیا تو لن ہوگیا۔ یہ فراء کا قول ہے۔ (تیسرا قول) یہ ہے۔ لن ایک مستقل حرف نصب ہے۔ جو مستقبل کی نفی کی تاکید کے لیے موضوع ہے۔ یہ سیبویہ کا قول ہے۔ اور خلیل سے بھی ایک روایت یہی ہے۔ (پانچوان سوال) اللہ تعالیٰ نے جو یہ ارشاد فرمایا ہے۔ اگر تم قرآن کی ایک سورۃ کی مثل بھی نہ بنا سکو۔ تو تم آگ سے بچو۔ اس کے کیا معنی ہین (جواب) جب وہ قرآن کی ایک سورۃ کی مثل بھی نہ بنا سکے۔ اور قرآن کی مثل کے نہ بنانے سے اُن کا عاجز ہونا ظاہر و آشکارا ہوگیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نبوت کا دعوی اُنکے نزدیک سچا ہوگیا۔ اور جب نبوت کا دعوی اُنکے نزدیک سچا ہوگیا۔ اور پھر بھی وہ ایمان نہ لائے۔ بلکہ عناد پر اڑے رہے تو وہ آگ کی عذاب کے مستحق ہوگئے اور آگ کی عذاب سے بچنا عناد کے چھوڑ دینے کا سبب ہے۔ اس آیت مین سبب اور مؤثر کو اثر اور مسبب کے قائم مقام کر دیا۔ اور فَاتْرُكُوا الْعِنَادَ کی جگہ فَاتَّقُوا النَّارَ ارشاد فرما دیا۔ یہ وہی ایجاز ہے۔ جو بلاغت کے فنون مین سے ایک فن ہے۔ اور اس مین عناد سے

کرنے کے بعد آگ کی صفت سے دہشتناک کیا ہے (چھٹا سوال) وَقُود کسے کہتے ہیں۔ جس چیز سے آگ روشن کی جاتی ہے اُسے وَقُود کہتے ہیں۔ اور وُقُود جو مصدر ہے۔ اُس کا واو مضموم ہے۔ اور مصدر میں بھی فتحہ آیا ہے۔ سیبویہ نے کہا ہے۔ ہم نے عرب میں سے بعض کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے وَقَدْنَا النَّارَ وَقُوْدًا عَالِيًا (یعنی ہم نے خوب آگ روشن کی) یعنی مصدر کو فتحہ کے ساتھ کہتے ہوئے سنا ہے۔ اِس کے بعد پھر سیبویہ نے یہ کہا ہے۔ وُقُود کا استعمال بہت ہے۔ اور وَقُود ایندھن کو کہتے ہیں اور عیسیٰ ابن عمر نے اس آیت میں وُقُود کو ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ اور یہ کہا ہے۔ جس چیز کے ساتھ آگ روشن کی جاتی ہے اُس کا نام مصدر کے ساتھ رکھدیا ہے جس طرح یہ کہتے ہیں فُلَانٌ فَخْرُ قَوْمِهٖ وَ زَيْنُ بَلَدِهٖ (فلاں شخص اپنی قوم کا فخر اور اپنے شہر کی زینت ہے) (ساتواں سوال) موصول کے صلے کو ایسا قضیہ ہونا چاہیے۔ جسے مخاطب جانتا ہو۔ تو اِن لوگوں کو یہ کیونکر معلوم ہوا کہ آخرت کی آگ آدمیوں اور پتھروں سے روشن کی جاتی ہے۔ (جواب) یہ ممکن ہے۔ کہ اس آیت کے نازل ہونیسے پہلے اُنھوں نے یہ اہل کتاب سے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن لیا ہو۔ یا اِس آیت کے نازل ہونے سے پہلے سورۂ تحریم کی یہ آیت نَارًا وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ سنی ہو۔ (آٹھواں سوال) نَارًا جو اس جملے (وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ) کے ساتھ موصوف ہے۔ کیا سبب ہے کہ وہ سورۂ تحریم میں نکرہ آئی۔ اور یہاں معرفہ (جواب) سورۂ تحریم کی آیت مکے میں نازل ہوئی ہے۔ اُس آیت سے اُنھیں اس صفت کی آگ معلوم ہوگئی۔ پھر یہ آیت مدینہ میں نازل ہوئی۔ اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے اس صفت کی آگ معلوم ہو چکی تھی۔ لہذا اس آیت میں نار کا لفظ معرفہ آیا۔ اور سورۂ تحریم کے نازل ہونے سے پہلے اس صفت کی آگ معلوم نہیں ہوئی تھی۔ اس سبب سے سورۂ تحریم میں نار کا لفظ نکرہ آیا (نواں سوال) وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ (جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں) کے کیا معنی ہیں (جواب) اس آیت کے یہ معنی ہیں۔ کہ اُس آگ اور۔ اور آگوں میں یہ فرق ہے۔ کہ وہ آدمیوں اور پتھروں ہی سے روشن ہوتی ہے۔ اور یہ آیت دو طریق سے اُس آگ کی قوت پر دلالت کرتی ہے (پہلا طریق) یہ ہے۔ کہ اور آگوں سے اگر آدمیوں کا جلانا یا پتھروں کا گرم کرنا چاہیں۔ تو وہ آگیں پہلے کسی اور چیز سے روشن کی جاتی ہیں۔ پھر جس چیز کا جلانا یا گرم کرنا چاہتے ہیں وہ اُن میں ڈالدی جاتی ہے۔ اور یہ آگ (اللہ تعالیٰ اپنی وسیع رحمت کے ساتھ ہمیں اُس سے بچائے) خود اُسی چیز سے روشن کیجاتی ہے جو جلائی جاتی ہے (دوسرا طریق) یہ ہے کہ یہ آگ اپنی قوت اور تیزی کے سبب سے پتھر سے روشن ہوجاتی ہے (دسواں سوال) کیا سبب ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آدمیوں کو پتھروں کے کے ساتھ مقرون کیا۔ اور پتھروں کو اُن کے ساتھ جہنم کا ایندھن بنادیا (جواب) اس کا سبب یہ ہے کہ دنیا میں اِن لوگوں نے اپنے تئیں ان پتھروں کے ساتھ مقرون کردیا تھا۔ اور اُن سے الگ نہیں ہوتے تھے۔ کیونکہ اُن پتھروں کے اُنھوں نے بت تراشے۔ اور اُن بتوں کو خدا کا شریک بنایا۔ اور اللہ کے سوا اُن کی عبادت کی۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ (تم بھی اور جن پتھروں کی اللہ کے سوا تم عبادت کرتے ہو۔ وہ بھی جہنم کے ایندھن ہو) یہ آیت اس آیت کی تفسیر ہے النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ۔ اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ کی تفسیر ہے۔ اور وَقُوْدُهَا حَصَبُ جَهَنَّمَ کی یعنی اَلنَّاسُ۔ اِنَّكُمْ کی تفسیر ہے۔ اور اَلْحِجَارَةُ۔ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ کی۔ کافر جن پتھروں کی اللہ کے سوا عبادت کرتے تھے۔ اُن کی نسبت اُن کا یہ اعتقاد تھا۔ کہ یہ ہمارے شفیع اور گواہ ہیں۔ یہ ہماری شفاعت کرینگے اور ہر ایک مصیبت اور مضرت کو یہ ہم سے دور کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کی حسرت کے بڑھانے اور زیادہ کرنے کے لیے اُنھی پتھروں کو اُن کا عذاب بنادیا۔ اور جہنم میں اُن پتھروں کو اُنکے ساتھ مقرون کردیا۔ تاکہ وہ پتھر جہنم کی آگ سے ہمیشہ گرم ہوتے رہیں۔ اور اُن گرم پتھروں سے دائمًا اُنھیں عذاب ہوتا رہے۔ اور اسی طرح اللہ تعالیٰ اُن کافروں کے ساتھ کرے گا جنھوں نے سونا چاندی اکٹھا کیا ہے۔ اور بخل کے سبب سے حق ادا نہیں کیے ہیں۔ کیونکہ وہ سونا چاندی جہنم کی آگ سے گرم کیا جائیگا اور اُس سونے چاندی سے اُن کی پیشانیاں۔ اور اُن کے پہلو۔ اور اُنکی پیٹھیں داغ دی جائینگی بعض لوگوں نے یہ کہا ہے۔ کہ اس آیت میں ان پتھروں سے گندھک کے پتھر مراد ہیں۔ اِن پتھروں سے گندھک کے پتھروں کا مراد لینا اس پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ بلکہ اس آیت میں اس قول کے فاسد اور غلط ہونے کی دلیل ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ یہاں اس امر کا بیان کرنا مقصود ہے کہ یہ آگ اور آگوں کی نسبت نہایت تیز اور قوی ہے۔ اور گندھک کے پتھروں سے ہر ایک آگ روشن ہوجاتی ہے۔ تو اس آگ کا گندھک کے پتھروں سے روشن ہوجانا اس آگ کی قوت اور تیزی پر دلالت نہیں کرتا۔ اگر اس آیت میں اِن پتھروں سے گندھک کے پتھروں کے سوا اور پتھر مراد لیے جائیں۔ تو بیشک یہ آیت اس آگ کی قوت اور

بن پتھروں سے بجھ جاتی ہی۔ یہ آگ اُن پتھروں سے لگتے ہی فوراً اُنھیں جلا دیتی ہی۔ اللہ تعالیٰ کا قول اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ (یعنی وہ آگ کافروں کے لیے تیار کیگئی ہے) اس بات
و دلالت کرتا ہے کہ یہ آگ جسمیں یہ صفت ہی۔ کافروں کے لیے تیار کیگئی ہی۔ اور یہ آیت اس بات کی دلیل نہیں ہے۔ کہ مسلمان گنہگاروں کے لیے اور آگین تیار کی گئی ہیں جن میں
صفتیں نہیں ہیں۔ **معاد یعنی حشر و نشر کا بیان**۔ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا
قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا وَلَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (اے محمد جو لوگ ایمان لائے ہیں۔ اور جنھوں نے نیک عمل کیے ہیں۔ تو انھیں یہ مژدہ
سنا دے۔ کہ اُن کے لیے ایسے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ اُن میں سے کھانے کے لیے جب انھیں پھل دیے جائینگے۔ تو وہ یہی کہیں گے کہ اس سے پہلے بھی ہمیں یہی ملے تھے
(اس کے کہنے کا سبب یہ ہی کہ انھیں ایک شکل اور ایک رنگ کے پھل دیے جائینگے اور اُن کے لیے اُن باغوں میں پاک بیبیاں ہیں۔ اور وہ اُن میں ہمیشہ رہیں گے) جاننا
چاہیے۔ کہ جب اللہ تعالیٰ توحید اور نبوت کا بیان کر چکا۔ تو اُس کے بعد معاد کا ذکر کیا۔ اور کافر کے عذاب اور مطیع (یعنی اطاعت کرنے والے) کے ثواب کو بیان کیا
اور اللہ تعالیٰ کی یہ عادت ہی۔ کہ جب ایک آیت میں وعید یعنی عذاب کے وعدے کا ذکر کرتا ہی۔ تو اسکے بعد دوسری آیت میں وعد یعنی ثواب کے وعدے کو بیان فرماتا ہی۔ اور یہاں کئی مسئلے
ہیں۔ (پہلا مسئلہ) جاننا چاہیے کہ حشر و نشر کا مسئلہ اُن مسائل میں سے ہے۔ کہ جن کے اعتقاد اور اقرار پر دین اور ایمان موقوف ہی۔ اور جن کے اعتقاد اور اقرار کے بغیر
بندہ مومن اور مسلمان نہیں ہو سکتا۔ اور حشر و نشر کے مسئلے میں دو بحثیں ہیں (پہلی بحث) یہ ہی۔ کہ حشر و نشر ممکن ہی۔ یا نہیں۔ (دوسری بحث) یہ ہے۔ کہ ممکن ہونے کی صورت میں
حشر و نشر ہوگا بھی یا نہیں۔ حشر اور نشر کا ممکن ہونا عقلی دلیل سے بھی ثابت ہو سکتا ہی۔ اور نقلی دلیل سے بھی اور حشر اور نشر کا ہونا صرف نقلی ہی دلیل سے ثابت ہو سکتا ہی عقلی دلیل سے ثابت نہیں ہو سکتا۔ اور اللہ تعالیٰ
نے ان دونوں مسئلوں کا قرآن شریف میں ذکر کیا ہی۔ اور ان دونوں مسئلوں میں جو امر حق ہی اُسے کئی طریق سے بیان کیا ہی (پہلا طریق) اللہ تعالیٰ نے حشر و نشر کے منکروں کا انکار اکثر نقل کیا ہے اور انکار کے
نقل کرنیکے بعد پھر یہ ارشاد فرمایا ہی کہ حشر اور نشر ضرور ہوگا اور حشر اور نشر کو عقلی دلیل سے ثابت نہیں کیا ہے۔ صرف یہ فرما دینا کہ حشر اور نشر ضرور ہوگا۔ اور اسے عقلی دلیل سے ثابت
نہ کرنا صرف اس سبب سے جائز ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ثبوت جس چیز کے ثبوت پر موقوف نہیں ہی۔ وہ چیز نقلی دلیل سے ثابت ہو سکتی ہی۔ یعنی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ثبوت جس چیز کے ثبوت پر موقوف نہیں ہی۔ وہ چیز نبوت اور نبی کے ذریعہ سے ثابت ہو سکتی ہی۔ اور حشر اور نشر کا مسئلہ بھی ایسا ہی ہے
یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ثبوت حشر اور نشر کے ثبوت پر موقوف نہیں ہی تو نبوت اور نبی کے ذریعہ سے حشر اور نشر کا مسئلہ ثابت ہو سکتا ہی۔ اللہ تعالیٰ نے صرف یہ ارشاد فرمایا۔ کہ حشر اور نشر ضرور ہوگا
اور اسے عقلی دلیل سے ثابت نہیں کیا۔ اس کی ایک مثال تو یہی آیت ہی۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہی۔ کہ کافروں کے لیے دوزخ ہی۔ اور نیکوں کے لیے بہشت اور اسے عقلی
دلیل سے ثابت نہیں کیا ہی بلکہ صرف دعوے ہی پر کفایت کی ہی اور توحید اور نبوت کے ثبوت میں صرف دعوے پر کفایت نہیں کی ہی بلکہ توحید اور نبوت کے ثبوت کی عقلی دلیل بھی ذکر کی ہے۔ اور توحید
اور نبوت کے مسئلے اور حشر اور نشر کے مسئلے میں وہی فرق ہی۔ جو ہم بیان کر چکے ہیں۔ یعنی نبوت کا ثبوت توحید کے ثبوت پر موقوف ہی۔ لہذا نبوت اور نبی کے ذریعہ
سے توحید ثابت نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اُسے عقلی دلیل سے ثابت کرنا چاہیے۔ اور یہ ظاہر ہی ہے۔ کہ نبوت اور نبی کے ذریعہ سے نبوت ثابت نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ یہ نہیں ہو سکتا
کہ وہی دعویٰ ہو۔ اور وہی دلیل۔ اگر خود دعویٰ ہی دلیل ہو سکے تو اہل عالم کے کل دعوے جو باہم مناقض اور مخالف ہیں۔ ثابت ہو جائینگے۔ تو نبوت کو بھی عقلی دلیل سے ثابت کرنا
ضرور ہوا۔ اور نبوت کا ثبوت حشر و نشر کے ثبوت پر موقوف نہیں ہی۔ لہذا نبوت اور نبی کے ذریعے سے حشر اور نشر ثابت ہو سکتا ہے۔ اُس کے ثابت کرنے کے لیے عقلی دلیل کی
کچھ ضرورت نہیں ہی۔ اور دوسری مثال سورہ نحل کی یہ آیت ہے۔ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (اور
وہ اللہ کی مضبوط مضبوط قسمیں کھاتے ہیں۔ کہ اللہ مردوں کو زندہ نہیں کریگا۔ ہاں ضرور زندہ کریگا۔ یہ اُس نے وعدہ کیا ہے۔ اور اس وعدے کا پورا کرنا اُس کے ذمے لازم
ہے۔ لیکن بہت سے آدمی اسے نہیں جانتے) اور تیسری مثال سورہ تغابن کی یہ آیت ہے۔ زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ
(کافروں نے یہ گمان کر لیا ہے۔ کہ وہ مرنے کے بعد پھر ہرگز نہیں اُٹھائے جائینگے۔ اے محمد تو اُن سے یہ کہدے۔ ہاں پروردگار کی قسم تم ضرور اُٹھائے جاؤ گے۔ اور جو کچھ تم نے

حشر کا مسئلہ نبوت کے ذریعہ سے بھی ثابت ہو سکتا ہے

اُن پر قادر ہی۔ اور جب اللہ تعالیٰ اُن چیزون پر قادر ہی۔ جو حشر اور نشر کی مثل ہین۔ تو حشر اور نشر پر بھی قادر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس طریقے کی تقریر کئی طرح سی بیان کی
اُن تقریرون مین سے سب سے زیادہ جامع تقریر وہی جس کا بیان سورۂ واقعہ مین ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ واقعہ مین پہلے۔ دوزخیون کا یہ قول نقل کیا ہی۔ کَانُوْا یَقُوْلُوْنَ اَئِذَا
مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ اَوَاٰبَاۤؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ (یہ دوزخی دنیا مین یہ کہا کرتے تھے۔ کیا جب ہم مرجائین گے اور مٹی اور ہڈیان ہوجائینگے۔ کیا ہم اور ہمارے پہلے باپ
اور دادا پھر زندہ کیے جائین گے۔) اور پھر اُن کے اس قول کا یہ جواب دیا ہے۔ قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ لَمَجْمُوْعُوْنَ اِلٰى مِیْقَاتِ یَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ (ای محمد تو اُن سی یہ کہدے
کہ قیامت کے دن اگلے پچھلے سب کے سب جمع کیے جائین گے۔ اور اللہ تعالیٰ حشر اور نشر کے ممکن ہونے پر چار چیزون سی دلیل لایا ہی (پہلی دلیل) منی ہی۔ اور اس دلیل کا بیان

حشرونشر کے ممکن ہونے کے دلائل

اللہ تعالیٰ کے اس قول مین ہی۔ اَفَرَءَیْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ۔ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ (بتاؤ تو سہی جو منی کہ تم اپنی بیبیون کے پیٹ مین ڈالتے ہو۔ اُس کا آدمی تم بناتے
ہو یا ہم) منی سے جو اللہ تعالیٰ حشر ونشر کے ممکن ہونے پر دلیل لایا ہی۔ اُس دلیل کی تقریر یہ ہی۔ کہ منی ہضم رابع کے فضلے سی پیدا ہوتی ہی۔ اور وہ جوڑون کے اطراف وجوانب
مین شبنم کی طرح متفرق اور پراگندہ ہی۔ اور جماع کے وقت سب جوڑون کے اطراف سی نکلتی ہی۔ اور اسی سبب سے سب جوڑون کو جماع سی لذت ہوتی ہی۔ اور اللہ تعالیٰ نے شہوت
کی قوت کو باقی اور سب قوتون پر غالب اور مسلط کر دیا ہے۔ کہ وہ ان سب اجزا کو جو تمام جوڑون کے اطراف وجوانب مین شبنم کی طرح پھیلے ہوی ہین اکٹھا کر لیتی ہی۔ اس دلیل کا حاصل
یہ ہی کہ پہلے یہ اجزا عالم کے اطراف وجوانب مین ازحد متفرق اور پراگندہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو اس حیوان کے بدن مین اکٹھا کر دیا۔ پھر یہ اجزا اس حیوان کے بدن کے اطراف
وجوانب مین متفرق اور پراگندہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو اُن رگون مین جمع کر دیا جن مین منی رہتی ہی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان اجزا کو اُچھلنے اور کودنے کی حالت مین اُن رگون سے
نکال کر ماں کے شکم مین ڈالا جب یہ اجزا متفرق اور پراگندہ تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اُنھین اکٹھا کیا۔ اور اُنھین اکٹھا کر کے اُن سے اس شخص کو پیدا کیا۔ جب مرنے سے پھر
دوبارہ یہ اجزا متفرق ہوجائین۔ تو اللہ تعالیٰ ان کو پھر دوبارہ کیون نہین جمع کرسکتا۔ منی سے جو اللہ تعالیٰ حشر ونشر کے ممکن ہونے پر دلیل لایا ہی۔ اُس کی تقریر یہی ہی۔ جو ہم نے
بیان کی۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنی اس کتاب مین اس دلیل کا جا بجا ذکر کیا ہی۔ سورۂ حج مین ارشاد فرمایا ہے۔ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ (ای لوگو اگر تمہین
مرنے کے بعد پھر دوبارہ زندہ ہونے مین شک ہی۔ تو ہم نے تمہین پہلے بھی مٹی ہی سے پیدا کیا ہے۔ یعنی جب ہم نے پہلے بھی تمھین مٹی ہی سے پیدا کیا ہے۔ تو پھر دوبارہ ہم تمہین
مٹی سے کیون نہین پیدا کرسکتے) تا قول اللہ سبحانہ۔ وَتَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً (اور تو زمین کو خشک دیکھتا ہے) اس کے بعد پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّهٗ
یُحْیِ الْمَوْتٰى وَاَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ وَّاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِیَةٌ لَّا رَیْبَ فِیْهَا وَاَنَّ اللّٰهَ یَبْعَثُ مَنْ فِی الْقُبُوْرِ (اس کا سبب یہ ہی۔ کہ علت اور سبب کے بغیر صرف اللہ ہی موجود ہی۔ باقی
اور سب چیزین اللہ ہی کے سبب سے موجود ہوئی ہین۔ بیشک اللہ مردون کو زندہ کریگا۔ بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہی۔ قیامت ضرور آئیگی۔ اُس کے آنے مین کسی طرح کا شک
نہین ہی۔ اللہ تعالیٰ مردون کو زندہ کر کے قبرون سے اُٹھائیگا۔) سورۂ قد افلح المومنون مین پیدائش کے مرتبون کے ذکر کرنے کے بعد یہ ارشاد فرمایا ہے۔ ثُمَّ اِنَّكُمْ
بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَیِّتُوْنَ۔ ثُمَّ اِنَّكُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ (اس کے بعد پھر تم مرو گے پھر قیامت کے دن تم قبرون سے زندہ کر کے اُٹھائے جاؤ گے۔ اور سورۂ لا اقسم مین یہ ارشاد
فرمایا ہے۔ اَلَمْ یَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِیٍّ یُّمْنٰى ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى (کیا یہ منی کا ایک قطرہ نہ تھا۔ جو ماں کے شکم مین ٹپکا یا گیا تھا۔ پھر یہ خون بستہ ہوا۔ پھر اسے پیدا کیا۔ پھر اسے
ٹھیک اور درست کیا) اور سورۂ الطارق مین ارشاد فرمایا ہے۔ فَلْیَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ۔ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ یَّخْرُجُ (انسان کو اسی امر مین غور اور فکر کر لینا چاہیے۔ کہ وہ
کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے۔ وہ اُچھلتے ہوے پانی سی پیدا کیا گیا ہے۔ جو باپ کی پشت اور ماں کے سینے کی ہڈیون سے نکلتا ہی) تا قول جل جلالہ۔ اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ
(اللہ انسان کے پھر دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہے) (دوسری دلیل) کھیتی ہے۔ اس دلیل کا بیان اللہ تعالیٰ کے اس قول مین ہی۔ اَفَرَءَیْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ۔ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗۤ
اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ (تم مجھے بتاؤ تو سہی جو تم بوتے ہو۔ اُسے تم اُگاتے ہو یا ہم) تا قول عز اسمہ۔ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ (بلکہ ہم محروم اور بدنصیب ہی ہین) کھیتی کی ساتھ جو اللہ تعالیٰ حشر ونشر
کی ممکن ہونے پر دلیل لایا ہی۔ اسکی تقریر یہ ہی کہ دانہ اور دانے کی مختلف شکلون کی تمام قسمین (یعنی گول ولمبا خواہ بیچ مین سی چرا ہوا ہو۔ خواہ چرا ہوا نہ ہو۔ جیسے چاول اور جو یہ دونو

مطول اور لمبے ہوتے ہیں۔ مگر بیچ میں سے چِری ہوئی نہیں ہوتے۔ اور مدور اور مثلث اور مربع وغیرہ جب گیلی اور نمناک زمین پر پڑتی ہیں اور پانی اور مٹی اُن پر غالب ہوجاتی ہے۔ تو
عقل یہی چاہتی ہے۔ کہ وہ خراب ہوجائیں اور بگڑ جائیں۔ کیونکہ خراب ہوجانے اور بگڑ جانے کے لیے پانی اور مٹی میں سے ایک ہی کافی ہے۔ تو پانی اور مٹی دونوں سے اُن کا خراب ہوجانا
اور بگڑ جانا ضروری اور لازم تھا۔ مگر وہ نہ بگڑیں۔ اور نہ خراب ہوئیں۔ بلکہ جیسی تھیں ویسی ہی محفوظ رہیں۔ پھر رطوبت جب زیادہ ہوجاتی ہے۔ تو دانے کے دو ٹکڑے ہوجاتے ہیں۔ اور اُس
میں سے دو پتے نکل آتے ہیں۔ اور لمبے اور مطول دانے کے سر میں ایک چھید ہوجاتا ہے۔ اور ایک لمبا پتا نکل آتا ہے۔ یہ جو ہم نے بیان کیا۔ یہ کھیتی کا حال ہے۔ اور گٹھلی جو اِس قدر سخت
ہوتی ہے کہ اکثر آدمی اُس کی سختی کے سبب سے اُسے توڑ نہیں سکتے۔ جب گیلی اور نمناک زمین میں پڑتی ہے۔ تو اللہ کے حکم سے وہ پھٹ جاتی ہے۔ اور چھواری کی گٹھلی جس کی پیٹھ پر
ایک دراڑ ہوتی ہے۔ اُس دراڑ کے پاس سے پھٹ جاتی ہے۔ اور اُس کے دو ٹکڑے برابر کے ہوجاتے ہیں۔ ایک ٹکڑے میں سے چڑھنے والا اجزا نکلتا ہے۔ اور دوسرے میں سے
گرنے والا۔ چڑھنے والا اجزا تو اوپر کو چڑھ جاتا ہے۔ اور گرنے والا زمین کے گہراؤ میں گھس جاتا ہے۔ اس دلیل کا حاصل یہ ہے۔ کہ ایک چھوٹی سی گٹھلی میں سے دو درخت
نکلتے ہیں۔ ایک ہلکا جو اوپر کو چڑھ جاتا ہے۔ اور دوسرا بھاری جو نیچے کو گرتا ہے۔ باوجودیکہ گٹھلی اور پانی اور ہوا۔ اور مٹی کی طبیعت ایک ہے۔ کیا یہ امر کامل قدرت اور پوری
حکمت پر دلالت نہیں کرتا۔ کامل قدرت اور پوری حکمت والا اجزا کے جمع کرنے اور اعضا کے ترکیب دینے سے کس طرح عاجز ہوسکتا ہے۔ اس آیت کی مثل سورۂ حج کی یہ آیت ہے
وَتَرَى الْأَرْضَ هَامِدَةً فَإِذَا أَنزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ (تو زمین کو خشک دیکھتا ہے جب ہم اُس پر مینہ برسا دیتے ہیں۔ تو وہ جنبش کرنے لگتی ہے۔ اور زیادہ ہوجاتی ہے
(تیسری دلیل) پانی ہے۔ اس دلیل کا بیان اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ہے۔ أَفَرَأَيْتُمُ الْمَاءَ الَّذِي تَشْرَبُونَ - أَأَنتُمْ أَنزَلْتُمُوهُ مِنَ الْمُزْنِ أَمْ نَحْنُ الْمُنزِلُونَ (تم مجھے بتاؤ تو
سہی۔ جو پانی تم پیتے ہو۔ اُسے ابر میں سے تم نے اُتارا ہے۔ یا ہم نے) اور پانی حشر و نشر کے ممکن ہونے پر چار طریق سے دلالت کرتا ہے (پہلا طریق) یہ ہے۔ کہ پانی ایک ایسا — پانی حشر ونشر کے ممکن ہونے پر چار طریق سے دلالت کرتا ہے
جسم ہے جو بالطبع بھاری اور ثقیل ہے اور بھاری چیز کا اوپر کو چڑھانا اُس کی طبیعت کے خلاف ہے۔ تو ضرور بالضرور یہاں کوئی ایسا قادر اور غالب ہے جس نے اِس کی طبیعت کو
مغلوب کردیا۔ اور اُس کی خاصیت باطل اور زائل کردی۔ اور جو چیز نیچے کو گرنا چاہتی تھی اُسے اوپر کو چڑھا دیا (دوسرا طریق) یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے پانی کے ان قطروں کو
اُن کے متفرق اور پراگندہ ہوجانے کے بعد پھر اکٹھا اور جمع کیا (تیسرا طریق) یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے پانی کے ان قطروں کو جنہیں متفرق ہوجانے کے بعد پھر جمع کیا ہے۔ ہوا کے
ساتھ چلایا (چوتھا طریق) یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے پانی کے ان قطروں کو حاجت کی جگہ اور خشک زمین میں برسایا۔ ان چاروں طریقوں میں سے ہر ایک طریق حشر و نشر کے
ممکن ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ لیکن (پہلا طریق) یعنی بھاری چیز کا اوپر کو چڑھا دینا حشر و نشر کے ممکن ہونے پر اس سبب سے دلالت کرتا ہے۔ کہ بھاری چیز کا اوپر کو چڑھا دینا
اُس کی طبیعت کا بدل دینا ہے۔ جب طبیعت کا بدل دینا ممکن ہوا۔ تو مٹی اور پانی کی آمیزش سے حیات اور رطوبت کا پیدا کرنا کیوں نہیں ممکن ہے اور دوسرا
طریق حشر اور نشر کے ممکن ہونے پر اس سبب سے دلالت کرتا ہے۔ کہ جب اللہ تعالیٰ پانی کے ان قطروں کے متفرق اور پراگندہ ہوجانے کے بعد اُن کے
جمع کرنے پر قادر ہے۔ تو مٹی کے اجزا کے متفرق اور پراگندہ ہوجانے کے بعد اُن کے جمع کرنے پر قادر کیوں نہیں ہے۔ اور (تیسرا طریق) حشر و نشر کے ممکن ہونے پر
اس سبب سے دلالت کرتا ہے۔ کہ جب اللہ تعالیٰ ایسی ہواؤں کے جنبش دینے اور چلانے پر قادر ہے۔ جو پانی کے ان قطروں میں سے بعض کو بعض کے ساتھ
ملا دیتی ہیں۔ تو قیامت کے دن ایسی ہواؤں کے چلانے اور جنبش دینے پر کیوں نہیں قادر ہے۔ جو بدن کے اجزا میں سے بعض کو بعض کے ساتھ
ملا دیں۔ اور (چوتھا طریق) حشر و نشر کے ممکن ہونے پر اس سبب سے دلالت کرتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے بادل اور مینہ کو آدمیوں کی حاجت اور ضرورت کے لیے
پیدا کیا ہے۔ اور قیامت کے دن بندوں کے پھر دوبارہ پیدا کرنے کی شدید حاجت اور سخت ضرورت ہے۔ تاکہ وہ جس جس ثواب اور جس جس عذاب کے قابل
اور مستحق ہیں اُنھیں وہ ملے۔ جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں اس دلیل کو بہت جگہ بیان کیا ہے۔ سورۂ اعراف میں توحید کی دلیلیں بیان کرنے کے بعد حشر کی اس دلیل کا اس
آیت میں ذکر کیا ہے۔ وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيَاحَ (وہی ہوائیں چلاتا ہے) تا قول عز مجدہ كَذَٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتَىٰ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ (ہم اسی طرح مردوں کو زندہ کرکے نکالیں گے۔ شاید تم نصیحت قبول کرو)
(چوتھی دلیل) آگ ہے۔ اس دلیل کا بیان اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ہے۔ أَفَرَأَيْتُمُ النَّارَ الَّتِي تُورُونَ - أَأَنتُمْ أَنشَأْتُمْ شَجَرَتَهَا أَمْ نَحْنُ الْمُنشِئُونَ (تم مجھے بتاؤ تو سہی جس آگ کو تم سُلگاتے ہو۔ اُس کے درخت کو تم نے پیدا کیا ہے۔ یا ہم نے)

آگ روشن اور نورانی ہے۔ درخت تاریک اور ظلمانی۔ آگ گرم خشک ہے۔ درخت سرد و تر۔ جب اللہ تعالیٰ ذ آگ کے ان نورانی اجزا کو اس درخت کے اندر رکھدیا۔ تو اس نے اپنی کامل قدرت سے ان متضاد اور مخالف چیزون کو باہم اکٹھا کر دیا۔ جو ان متضاد چیزون کے اکٹھا کرنے سے عاجز نہین ہے۔ وہ حیوانات کی ترکیب اور تالیف سے کس طرح عاجز ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دلیل کو سورۂ یٰس کی اس آیت مین بھی ذکر کیا ہے۔ اَلَّذِیْ جَعَلَ لَکُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا (جس نے سبز درخت مین سے تمہارے لیے آگ پیدا کی) جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ واقعہ مین پانی اور آگ کا ذکر کیا۔ اور سورۂ نمل کی اس آیت مین ہوا کا۔ اَمَّنْ یَّھْدِیْکُمْ فِیْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (جنگل اور دریا کی تاریکیون مین تمہین کون راہ بتاتا ہی) تا قول جل مجدہ اَمَّنْ یَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُہٗ (وہ کون ہے جو پہلے پیدا کرتا ہے۔ اور قیامت کے دن پھر دوبارہ بھی پیدا کریگا) اور سورۂ حج کی اس آیت مین زمین کا ذکر کیا ہی۔ وَتَرَی الْاَرْضَ ھَامِدَۃً (تو زمین کو خشک دیکھتا ہے) گویا اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔ کہ حشر و نشر کے ممکن ہونے پر چارون عنصر دلالت کرتے ہین۔ حشر و نشر کے ممکن ہونے کی دلیلون مین سے (دوسری قسم کی دلیل) یہ ہی۔ کہ اللہ تعالیٰ یہ ارشاد فرماتا ہے۔ جب پہلے پیدا کرنے پر مین قادر ہون۔ تو پھر دوبارہ پیدا کرنے پر مجھے ضرور قادر ہونا چاہیے۔ اس دلیل کی عقلی تقریر ظاہر ہے۔ بیان کی حاجت نہین ہے۔ اس دلیل کو اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف مین بہت جگہ ذکر کیا ہے۔ سورۂ بقر مین ارشاد فرمایا ہے۔ کَیْفَ تَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ وَکُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْیَاکُمْ ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ ثُمَّ یُحْیِیْکُمْ ثُمَّ اِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ (تم اللہ کا کس طرح انکار کرتے ہو۔ حالانکہ تم بے جان تھے اُس نے تمہین زندہ کیا۔ اور وہ تمہین پھر مارے گا۔ اور مارنے کے بعد تمہین پھر زندہ کریگا۔ اور زندہ کرنے کے بعد پھر تم اُسی کی طرف واپس کیے جاؤ گے۔) اور سُبحان الذی مین ارشاد فرمایا ہی۔ وَقَالُوْٓا ءَاِذَا کُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِیْدًا قُلْ کُوْنُوْا حِجَارَۃً (انھون نے کہا جب ہم ہڈیان اور چورا ہو جائین گے۔ کیا پھر از سر نو زندہ ہو کر اُٹھائے جائین گے۔ ای محمد تو اُن سے یہ کہدی تم خواہ پتھر بن جاؤ) تا قول عز سبحانہ۔ قُلِ الَّذِیْ فَطَرَکُمْ اَوَّلَ مَرَّۃٍ (ای محمد تو اُن سے یہ کہدی جس نے تمہین پہلے پیدا کیا ہے وہی تمہین پھر دوبارہ پیدا کریگا) اور سورۂ عنکبوت مین ارشاد فرمایا ہے۔ اَوَلَمْ یَرَوْا کَیْفَ یُبْدِئُ اللّٰہُ الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُہٗ (کیا انھین یہ نہین معلوم ہی۔ کہ اللہ پہلے کس طرح پیدا کرتا ہے۔ پھر دوبارہ پیدا کریگا) اور سورہ روم مین ارشاد فرمایا ہے۔ وَھُوَ الَّذِیْ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُہٗ وَھُوَ اَھْوَنُ عَلَیْہِ وَلَہُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی (وہی پہلے پیدا کرتا ہی۔ اور وہی پھر دوبارہ پیدا کرے گا۔ اور دوبارہ پیدا کرنا اُسے بہت آسان ہے۔ اور اُسی کی صفت سب سے زیادہ بلند ہے) اور سورۂ یٰس مین ارشاد فرمایا ہے۔ قُلْ یُحْیِیْھَا الَّذِیْٓ اَنْشَاَھَآ اَوَّلَ مَرَّۃٍ (ای محمد تو اُن سے کہدے جس نے انھین پہلے پیدا کیا ہے۔ وہی انھین پھر زندہ کریگا۔) حشر و نشر کے ممکن ہونے کی دلیلون مین سے (تیسری قسم کی دلیل) یہ ہی۔ کہ جب اللہ تعالیٰ آسمانون کے پیدا کرنے پر قادر ہے۔ تو حشر و نشر پر قادر ہے۔ اور اس کا بیان قرآن شریف کی کئی آیتون مین ہی۔ سبحان الذی کی اس آیت مین ہی۔ اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰہَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰٓی اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَھُمْ (کیا انھین یہ نہین معلوم ہی۔ کہ جس اللہ نے آسمان زمین پیدا کیے۔ وہ اُن کی مثل کے پیدا کرنے پر قادر ہے) اور سورۂ یٰس کی اس آیت مین اَوَلَیْسَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓی اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَھُمْ بَلٰی وَھُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِیْمُ (کیا جس نے آسمان زمین پیدا کیے وہ اُن کی مثل پیدا نہین کرسکتا۔ ہان پیدا کرسکتا ہے۔ وہی پیدا کرنے والا اور جاننے والا ہے) اور سورۂ احقاف کی اس آیت مین۔ اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰہَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ یَعْیَ بِخَلْقِھِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓی اَنْ یُّحْیِیَ الْمَوْتٰی بَلٰٓی اِنَّہٗ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (کیا انھین یہ نہین معلوم ہے۔ کہ جس اللہ نے آسمان پیدا کیے اور اُن کے پیدا کرنے سے نہ تھکا۔ وہ مُردون کو زندہ کرسکتا ہے۔ ہان وہ مُردون کو زندہ کرسکتا ہے۔ بیشک وہ ہر چیز پر قادر ہے۔) اور سورۂ ق کی اس آیت مین۔ ءَاِذَا مِتْنَا وَکُنَّا تُرَابًا (کیا جب ہم مرجائینگے۔ اور مٹی ہو جائین گے) تا قول جل سبحانہ وَاَحْیَیْنَا بِہٖ بَلْدَۃً مَّیْتًا کَذٰلِکَ الْخُرُوْجُ (اور ہم نے اُس سے شہر کو زندہ کیا۔ قبرون سے مُردے بھی زندہ ہو کر اسی طرح نکلینگے) اس کے بعد پھر یہ ارشاد فرمایا ہے۔ اَفَعَیِیْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ بَلْ ھُمْ فِیْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ (کیا ہم پہلی دفعہ پیدا کرنے سے تھک گئے۔ بلکہ انھین پھر از سر نو پیدا کرنے مین شک ہے۔) حشر و نشر کی دلیلون مین سے (چوتھی قسم کی دلیل) یہ ہے۔ کہ نیک کو ثواب اور گنہگار کو عذاب دینا اور ان دونون مین سے ایک کو دوسرے سے جدا اور الگ کرنا لازم اور ضروری ہے۔ اور اس چوتھی قسم کی دلیل کا بیان بھی قرآن شریف کی کئی آیتون مین ہی۔ سورۂ یونس کی اس آیت مین ہے۔ اِلَیْہِ مَرْجِعُکُمْ جَمِیْعًا وَعْدَ اللّٰہِ حَقًّا اِنَّہٗ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُہٗ لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ

انصاف کے ساتھ بدلا دے) اور سورۂ طٰہٰ کی اس آیت میں اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعٰى (بیشک قیامت آنیوالی ہی۔ مین اُسکے آنیکا وقت چھپانا چاہتا ہون۔ کسی کو بتانا نہین چاہتا۔ تاکہ ہر ایک شخص کو اس کی کوشش کا بدلا دیا جائے) اور سورۂ صٓ کی اس آیت مین وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِى الْاَرْضِ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ (ہم نے آسمان زمین۔ اور جو اُن کے درمیان ہی۔ لغو اور بیہودہ نہین پیدا کیا۔ یہ کافرون کا گمان ہی۔ کافرون کیلیے دوزخ کا عذاب ہی۔ کیا ہم ایمان والون کو۔ جنھون نے نیک عمل کیے ہین۔ اُن کی برابر کردین گے۔ جو زمین مین فساد کرتے ہین۔ کیا ہم پرہیزگارون کو بدکارون کی برابر کردینگے) حشر ونشر کے ممکن ہونے کی دلیلون مین سے (پانچوین قسم کی دلیل) دنیا مین مردون کا زندہ کرنا ہی۔ اللہ تعالیٰ نے جن کو دنیا مین زندہ کیا ہی۔ اُن مین سے ایک آدم علیہ السلام ہین۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو ابتداءً مٹی سے پیدا کیا۔ اور دنیا مین مردون کے زندہ کرنیکے قصون مین سے ایک گائے کا قصہ ہے۔ اور اس قصے کا بیان اس آیت مین ہی۔ فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى (ہم نے کہا اس گائے کا کوئی ٹکڑا اس مردے کے بدن پر مارو۔ اللہ تعالیٰ مردون کو اسی طرح زندہ کریگا) اور ایک ابراہیم علیہ السلام کا قصہ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى (اے پروردگار مجھے دکھا دے۔ کہ تو مردون کو کس طرح زندہ کرتا ہی) اور ایک عزیر علیہ السلام کا قصہ اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا (یا تو نے اُس شخص کو نہین دیکھا۔ جس کا ایک گانو پر گذر ہوا۔ جس کے مکانون کی چھتین گری ہوئی تھین) اور ایک یحیی اور عیسیٰ علیہما السلام کی پیدایش کا قصہ۔ اللہ تعالیٰ نے جس چیز کے ساتھ حشر کے ممکن ہونے پر استدلال کیا ہی۔ اُسی چیز سے بعینہٖ یحیی اور عیسیٰ علیہما السلام کی پیدایش کے ممکن ہونے پر دلیل لایا ہے۔ کیونکہ ارشاد فرمایا ہے وَقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْئًا (مین نے تجھے پہلے پیدا کیا۔ اور تو کچھ نہ تھا) اور ایک اصحاب کہف کا قصہ۔ اور اسی سبب سے یہ ارشاد فرمایا ہے۔ لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيْهَا (تاکہ تمھین یہ معلوم ہو جائے۔ کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ اور قیامت کے آنے مین کسی طرح کا شک نہین ہی) اور ایک ایوب علیہ السلام کا قصہ۔ وَاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ (اور ہم نے ایوب کو اُسکے بچے دیے) یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مر جانے کے بعد اُنھین پھر زندہ کیا۔ اور ایک عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر مردون کے زندہ کرنے کا قصہ ارشاد فرمایا ہی۔ وَيُحْيِ الْمَوْتٰى (یعنی عیسیٰ مردون کو زندہ کرتا ہی) یعنی اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر مردون کو زندہ کرتا ہی۔ اور ارشاد فرمایا ہی۔ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِيْ (اور جب تو میرے حکم سے پرندے کی صورت مٹی سے بناتا ہے۔ اور بنانے ہی تو اُس مین پھونک مارتا ہے۔ اور تیری پھونک مارتے ہی وہ میرے حکم سے پرندہ بن جاتا ہی) اور اُنھی مین سے ایک یہ آیت ہی۔ اَوَلَا يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْئًا (کیا انسان اس بات کو یاد نہین کرتا۔ کہ ہم نے اُسے پہلے پیدا کیا۔ اور وہ کچھ نہ تھا) اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف مین حشر ونشر کے ممکن ہونے پر جو دلیلین بیان کی ہین ہم نے اُن کے اُصول کیطرف یہان اشارہ کر دیا۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب ان آیتون مین سے ہر ایک آیت کی پوری پوری تفسیر ہم اُس وقت بیان کرین گے۔ جس وقت کہ ہم ان آیتون تک پہنچین گے۔ اور اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف مین یہ صاف ارشاد فرمایا ہی۔ کہ جو شخص حشر ونشر کے ممکن ہونے کا منکر ہے۔ وہ کافر ہے۔ اسکی دلیل یہ آیت ہی۔ وَدَخَلَ جَنَّتَهٗ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ قَالَ مَآ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖٓ اَبَدًا وَّمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً وَّلَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّيْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا۔ قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اَكَفَرْتَ بِالَّذِيْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ (وہ اپنی جان پر ظلم کرتا ہوا اپنے باغ مین گیا۔ اور کہا مجھے یہ گمان نہین ہی۔ کہ میرا یہ باغ کبھی ہلاک اور برباد ہو۔ مجھے یہ گمان نہین ہی۔ کہ کبھی قیامت آئیگی۔ اگر بالفرض آئی اور مین اپنے پروردگار کیطرف واپس گیا۔ تو مجھے سیر گلگشت کیلیے اس سے بہتر باغ ملے گا۔ اُس سے اُسکے ساتھی نے کہا۔ اور وہ اُس سے بات چیت کر رہا تھا۔ کیا جس نے تجھے مٹی سے پیدا کیا ہے۔ تو نے اُس کا انکار کیا۔ اور تو کافر ہوا۔) جو شخص حشر ونشر کے ممکن ہونے کا منکر ہے۔ اُس کے کافر ہونے کی یہ دلیل ہی۔ کہ اس چیز کا وجود ممکن ہی۔ اگر اس کا وجود ممتنع ہوتا تو پہلی دفعہ یہ موجود نہ ہوتی اور جب یہ پہلی دفعہ موجود ہو چکی ہی۔ تو ہمین یہ معلوم ہوا کہ اس کا وجود ممکن ہی۔ اور جب اس کا وجود ممکن ہی پھر بھی اگر اللہ اسے موجود نہ کر سکے تو اللہ کا یا عاجز ہونا لازم آئیگا کیونکہ جو چیز موجود ہو سکتی ہی وہ اسے موجود نہین کر سکتا۔ یا جاہل ہونا۔ کیونکہ ایک بندے کی بدن کے اجزا کو دوسرے بندون کے بدنون کے اجزا سے تمیز نہین کر سکتا اور اللہ تعالیٰ کو عاجز یا جاہل ہونیکے وقت نبوت ثابت نہین ہو سکتی اور جس شخص کا یہ اعتقاد ہی کہ نبوت ممکن نہین ہی وہ یقیناً کافر ہی۔ تو جس شخص کا یہ اعتقاد ہی کہ حشر ونشر ممکن نہین ہے۔ وہ بھی یقیناً کافر ہے۔ واللہ اعلم (دوسرا مسئلہ) ان آیتون سے یہ صاف ظاہر ہے

تیار کیگئی ہی-) اس آیت سے یہ صاف ظاہر ہی-کہ دوزخ پیدا ہوچکا ہی- اور جنت پیدا ہوچکی ہے- اس کی دلیل یہ دوسری آیت ہی- اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ (یعنی جنت پرہیزگارون
کے لیے تیار کیگئی ہی) اور جنت کے پیدا ہوچکنے کی یہ آیت بھی دلیل ہی- وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ (جو لوگ ایمان لائے ہین-
اور جنھون نے نیک عمل کیے ہین اُنھین یہ مژدہ سنا دو کہ اُن کے لیے ایسی جنتین ہین- جنکے نیچے نہرین جاری ہین) اس آیت مین اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہی- کہ جنت نیک
بندون کی فی الحال ملک ہی- اور جنت فی الحال موجود ہونے کے بغیر نیک بندون کی فی الحال ملک نہین ہوسکتی- تو یہ معلوم ہوا کہ جنت فی الحال موجود ہے- ان آیتون سے
یہ صاف ظاہر ہوگیا- کہ جنت اور دوزخ دونون پیدا ہوچکے ہین (تیسرا مسئلہ) جاننا چاہیے- کہ اہلی لذتین صرف تین ہین- مکان اور کھانا- اور بی بی- اللہ تعالیٰ نے مکان کا
بیان اس آیت مین کیا ہے- جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ (ایسے باغ ہین جنکے نیچے نہرین جاری ہین-) اور کھانے کا اس آیت مین كُلَّمَا رُزِقُوا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِزْقًا قَا
قَالُوا هَٰذَا الَّذِي رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ (جب اُنھین کھانے کے لیے اُن باغون مین سے پھل دیا جائیگا- تو وہ یہ کہینگے یہ تو وہی پھل ہی- جو ہمین پہلے دیا گیا تھا) اور بی بی کا اس
آیت مین وَلَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُطَهَّرَةٌ (اور اُن کے لیے جنتون مین پاک بیبیان ہین) اگر یہ تینون لذتین حاصل ہون- اور ان کے زائل ہوجانے کا ڈر ہو- تو زندگی منغص
اور مکدر ہوگی- اللہ تعالیٰ نے اس آیت مین یہ بیان کر دیا کہ اُنھین ان تینون لذتون کے زائل ہوجانے کا ڈر نہین ہے- اور یہ ارشاد فرما دیا- وَهُمْ فِيهَا خَالِدُونَ (یعنی وہ
اُن جنتون مین ہمیشہ رہینگے) لہٰذا اس آیت نے اس بات پر دلالت کی کہ جنت مین مومنین کامل لذت اور پورا سرور ہوگا- اب ہم اس آیت کے لفظون کی تحقیق بیان کرتے ہین- اللہ تعالیٰ
کے قول وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا (یعنی جو لوگ ایمان لائے ہین اُنھین مژدہ سنا دو) مین کئی سوال ہین (پہلا سوال) یہ ہی- اس امر (یعنی بَشِّرْ) کا عطف کس پر ہے- اس کے
کئی جواب ہین (پہلا جواب) یہ ہے- کہ اس آیت مین معطوف امر نہین ہے- تاکہ اسکے معطوف علیہ ہونیکے لیے کسی امر یا نہی کے ڈھونڈھنے کی ضرورت ہو- جو اُسکے مناسب ہے- بلکہ
مومنون کے ثواب کے بیان کا جملہ معطوف ہی- اور کافرون کے عذاب کے بیان کا جملہ معطوف علیہ- یہ آیت بعینہٖ تمہارے اس قول کی مثل ہی- زَيْدٌ يُعَاقَبُ بِالْقَيْدِ وَبِالضَّرْبِ
وَبَشِّرْ عَمْرًا بِالْعَفْوِ وَالْإِطْلَاقِ (یعنی بیڑی اور مارنے کے ساتھ زید کو عذاب دیا جائیگا- اور عمرو کو معاف کرنے اور چھوڑ دینے کا مژدہ سنا دے) (دوسرا جواب) یہ ہی- کہ اس امر کا
عطف فَاتَّقُوا پر ہے- یہ بعینہٖ تمہارے اس قول کی مثل ہے- يَا بَنِي تَمِيمٍ احْذَرُوا عُقُوبَةَ مَا جَنَيْتُمْ وَبَشِّرْ يَا فُلَانُ بَنِي أَسَدٍ بِإِحْسَانِي إِلَيْهِمْ (ای بنی تمیم تم اپنے گناہون کے
عذاب سے بچو- اور ای فلان شخص تو بنی اسد کو یہ مژدہ سنا دی کہ مین اُن پر احسان کرون گا- (تیسرا جواب) یہ ہے- کہ زید بن علی نے ماضی مجہول کے صیغے کے ساتھ بُشِّرَ
پڑھا ہے- اور أُعِدَّتْ پر اس کا عطف کیا ہے- (دوسرا سوال) اللہ تعالیٰ نے بَشِّرْ کے ساتھ کس کو حکم کیا ہے- اور اس امر کے ساتھ کون مامور ہے- (جواب) یہ بھی ممکن ہی
کہ اللہ تعالیٰ نے یہ امر صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو کیا ہو- اور اس امر کے ساتھ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی مامور ہون- اور یہ بھی ممکن ہی- کہ اللہ تعالیٰ نے
یہ امر ہر ایک شخص کو کیا ہو- اور ہر ایک شخص اس امر کے ساتھ مامور ہو- جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے- بَشِّرِ الْمَشَّائِينَ إِلَى الْمَسَاجِدِ فِي الظُّلَمِ بِالنُّورِ
التَّامِّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (جو لوگ اندھیرون مین مسجدون کو جاتے ہین- اُنھین یہ مژدہ سنا دو کہ قیامت کے دن اُن کے لیے پوری روشنی ہوگی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی خاص شخص کو یہ امر
نہین کیا ہی- اور کوئی خاص شخص اس امر کے ساتھ مامور نہین ہی- بلکہ ہر ایک شخص کو یہ امر کیا ہی- اور ہر ایک شخص اس امر کے ساتھ مامور ہے- اس آیت مین بھی یہی زیادہ بہتر ہے- کہ یہ امر
ہر ایک شخص کو ہو- اور ہر ایک شخص اس امر کے ساتھ مامور ہو- کیونکہ اس امر کے ساتھ ہر ایک شخص کا مامور ہونا اس بات پر دلالت کرتا ہی- کہ عظیم الشان ہونیکے سبب سے یہ چیز اسی قابل اور اسی
لائق ہی- کہ جو شخص اسکے ساتھ بشارت دی سکے- وہ اسکے ساتھ بشارت دی (تیسرا سوال) بشارت کسے کہتے ہین (جواب) جو خبر سرور اور خوشی کو ظاہر کرے- اُسے بشارت کہتے ہین-
اسی سبب سے فقہا نے یہ کہا ہی- جب کوئی شخص اپنے غلامون سے یہ کہی- تم مین سے جو شخص فلان شخص کے آنے کی مجھے بشارت دیگا- وہ آزاد ہی- اور اُن سب غلامون نے اُسے الگ الگ اُس کے آنیکی
بشارت دی- تو اُن مین سے وہ غلام آزاد ہوگا جس نے سب سے پہلے بشارت دی ہی- کیونکہ اُسی کی خبر سرور اور خوشی کا باعث ہی- اور اُسی کی خبر فی الحقیقت بشارت ہی- اگر وہ (مجھے بشارت
دیگا) کی جگہ مجھے خبر دیگا- کہتا- تو وہ سب کے سب آزاد ہوجاتے- کیونکہ اُن سب غلامون نے اُسے اُسکے آنیکی خبر دی- اور بَشَّرَهُ جسکے معنی ظاہر جلد کے ہین وہ بھی بشارت ہی سے ماخوذ ہی- اور صحیح کی

یہ آیت اس امر کی دلیل ہے کہ عمل ایمان میں داخل نہیں ہے

اس شخص کا غصہ اور غضب زیادہ ہوتا ہے جس سے ہنسی کی جاتی ہے۔ یہ آیت بعینہ ایسی ہے جس طرح کوئی شخص اپنے دشمن سے یہ کہتا ہے۔ اَبْشِرْ بِقَتْلِ ذُرِّیَّتِكَ وَنَهْبِ مَالِكَ (یعنی تو اپنی اولاد کے قتل اور اپنے مال کی غارتگری سے خوش ہو جا) اللہ تعالیٰ کے قول اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ (یعنی جو لوگ ایمان لائے۔ اور جنھوں نے نیک عمل کیے۔ اُنہیں یہ مژدہ سنا دے۔ کہ اُنکے لئے ایسے باغ ہیں۔ جن کے نیچے نہریں جاری ہیں) میں کئی مسئلے ہیں (پہلا مسئلہ) یہ آیت اس بات کی دلیل ہے۔ کہ عمل ایمان میں داخل نہیں ہے کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جب ایمان کا ذکر کیا۔ اور عمل صالح کا اُس پر عطف کیا۔ تو عمل صالح ایمان میں داخل نہیں ہے۔ بلکہ اُس سے خارج ہے۔ اگر داخل ہو تو عمل صالح کا ذکر مکرر ہو جائیگا۔ ایک دفعہ ایمان کے ضمن میں۔ اور دوسری دفعہ بالاستقلال۔ اور مکرر ذکر ہونا اصل کے خلاف ہے (دوسرا مسئلہ) بعض لوگوں نے اس آیت کے ظاہری معنی مراد لیے ہیں۔ اور یہ کہا ہے۔ کہ جو شخص ایمان لے آیا اور ایمان لے آنیکے بعد اُس نے نیک عمل کیے اُسکے لیے جنت ہے جب اُن لوگوں سے یہ کہا گیا تم اُس شخص کی نسبت کیا کہتے ہو جو ایمان لے آیا۔ اور ایمان لے آنے کے بعد نیک عمل کرتا رہا پھر وہ کافر ہو گیا۔ تو اُنھوں نے اس کا جواب یہ دیا۔ کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ کوئی شخص ایمان لائے۔ اور نیک عمل کرے۔ پھر وہ کافر ہو جائے۔ کیونکہ ایمان اور طاعت ہمیشہ کے ثواب کے مستحق ہونیکا سبب ہے۔ اور کفر ہمیشہ کے عذاب کے مستحق ہونے کا موجب اور ہمیشہ کے ثواب کا مستحق ہونا۔ اور ہمیشہ کے عذاب کا مستحق ہونا۔ یہ دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔ ان دونوں کا جمع ہونا محال اور ناممکن ہے یعنی یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک شخص ہمیشہ کے ثواب کا بھی مستحق ہو۔ اور ہمیشہ کے عذاب کا بھی۔ اور یہ بھی نہیں ہو سکتا۔ کہ عذاب کے استحقاق کے سبب سے ثواب کا استحقاق زائل اور باطل ہو جائے۔ تو اب اسکے سوا اور کوئی صورت باقی نہیں رہی۔ کہ یہ جو تم نے فرض کیا ہے۔ کہ کوئی شخص ایمان لائے اور نیک عمل کرے۔ پھر وہ کافر ہو جائے۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ یہ ناممکن اور محال ہے اور یہ جو ہم نے کہا ہے۔ کہ عذاب کے استحقاق کے سبب سے ثواب کا استحقاق زائل اور باطل نہیں ہو سکتا۔ اسکی کئی دلیلیں ہیں (پہلی دلیل) یہ ہے کہ ثواب کا استحقاق اور عذاب کا استحقاق ان میں سے ہر ایک دوسری کی ضد ہے۔ یا نہیں۔ اگر ہر ایک دوسری کی ضد ہے۔ تو جو استحقاق پیچھے عارض ہوا ہے پہلے استحقاق کا زائل ہونا۔ اُس کے عارض ہونیکی شرط ہے۔ یعنی ثواب کے استحقاق کا زائل ہو جانا عذاب کے استحقاق کے عارض ہونیکی شرط ہے۔ اگر پچھلے استحقاق کا عارض ہونا بھی پہلے استحقاق کے زائل ہونیکی علت اور شرط ہو۔ تو دور لازم آئیگا۔ اور دور کے یہ معنی ہیں۔ کہ ایک چیز اُس چیز پر موقوف ہو جو اس پر موقوف ہے یعنی یہ اُس پر موقوف ہو۔ اور وہ اس پر مثلاً اگر یہ کہا جائے۔ کہ بندے کا نیک عمل کرنا بندے سے اللہ کے راضی ہونے پر موقوف ہے۔ اور بندے سے اللہ کا راضی ہونا بندے کے نیک عمل کرنے پر موقوف ہے۔ تو یہ دور ہے۔ اور اس کا محال اور ناممکن ہونا ظاہر اور بدیہی ہے۔ غور اور تامل کی کچھ حاجت نہیں۔ اگر ہر ایک دوسری کی ضد نہیں ہے۔ اور یہ ظاہر ہی ہے۔ کہ ان دونوں استحقاقوں میں تقابل کے باقی اقسام میں سے کسی قسم کا تقابل نہیں ہے۔ تو ان دونوں استحقاقوں کا جمع ہو جانا ممکن ہوگا۔ اور ان دونوں استحقاقوں کے جمع ہو جانے کا ممکن ہونا محال اور ناممکن ہے۔ تو ان میں سے ہر ایک کا دوسرے کی ضد نہ ہونا۔ ناممکن ہے۔ (دوسری دلیل) یہ ہے۔ کہ ان دونوں استحقاقوں میں دونوں جانبوں سے منافات اور مخالفت ہے یعنی ثواب کا استحقاق عذاب کے استحقاق کا منافی اور مخالف ہے۔ اور عذاب کا استحقاق ثواب کے استحقاق کا منافی اور مخالف۔ تو پچھلے استحقاق کے عارض ہونیکے سبب سے پہلے استحقاق کا زائل اور دور ہو جانا۔ اس سے بہتر نہیں ہے۔ کہ پہلا استحقاق پچھلے استحقاق کے عارض ہونے کو دفع کرے اور اُسے عارض ہونے نہ دے۔ جب پچھلے استحقاق کے عارض ہونے کے سبب سے پہلے استحقاق کا زائل ہو جانا۔ اور پہلے استحقاق کا پچھلے استحقاق کو عارض ہونے نہ دینا۔ یہ دونوں برابر ہیں۔ تو ان دونوں صورتوں میں سے کوئی صورت نہیں ہو سکتی تو اب یہ دونوں استحقاق یا ایک ساتھ موجود ہونگے۔ یعنی ایک ہی وقت میں ثواب کا بھی استحقاق ہے۔ اور عذاب کا بھی۔ اور یہ محال اور ناممکن ہے۔ یا ان میں سے ہر ایک دوسرے کو دفع کرے گا۔ اور ہونے نہ دیگا یعنی ثواب کا استحقاق عذاب کے استحقاق کو دفع کریگا اور ہونے نہیں دیگا۔ اور عذاب کا استحقاق ثواب کے استحقاق کو دفع کریگا۔ اور ہونے نہیں دیگا۔ جب ہر ایک استحقاق نے دوسرے استحقاق کو دفع کیا۔ اور ہونے نہ دیا۔ تو یہ بات باطل ہو گئی۔ کہ عذاب کے استحقاق نے ثواب کے استحقاق کو زائل اور دور کر دیا۔ کیونکہ جب ثواب کا استحقاق ہے ہی نہیں۔ تو عذاب کا استحقاق اُسے کیونکر دور کرے گا۔ اور جب عذاب کا استحقاق خود ہی موجود نہیں ہے۔ تو وہ ثواب کے استحقاق کو کس طرح زائل اور دور کریگا (تیسری دلیل) یہ ہے۔ کہ ثواب کا استحقاق اور عذاب کا استحقاق یہ دونوں استحقاق یا برابر ہیں۔ یا پہلا استحقاق پچھلے استحقاق سے زیادہ ہے۔ یا کم۔ اگر دونوں استحقاق برابر ہیں۔ مثلاً پہلے ثواب کے دس حصوں کا استحقاق حاصل تھا۔ پھر عذاب کے دس حصوں کا استحقاق حاصل ہوا

کرنیکی مستقل علت ہے۔ اور جب عذاب کے ہر ایک حصے کا استحقاق ثواب کے ہر ایک حصے کے استحقاق کو زائل کرسکتا ہے۔ اور عذاب کے ہر ایک حصے کا استحقاق ثواب کے ہر ایک حصے کے استحقاق کو زائل کرنیکی مستقل علت ہے۔ تو عذاب کے اس حصے کا استحقاق جو ثواب کے اس حصے کے استحقاق کو زائل و دور کرے۔ یہ اس سے بہتر نہین ہے۔ کہ عذاب کے اس حصے کا استحقاق۔ ثواب کے کسی اور حصے کے استحقاق کو زائل اور دور کرے۔ یا عذاب کے کسی اور حصے کا استحقاق ثواب کے اس حصے کے استحقاق کو زائل اور دور کرے۔ تو اب یا عذاب کے ہر ایک حصے کا استحقاق ثواب کے ہر ایک حصے کے استحقاق کو زائل اور دور کریگا۔ اور عذاب کے ہر ایک حصے کا استحقاق ثواب کے ہر ایک حصے کے استحقاق کے زائل ہونے کی مستقل علت ہوگی۔ تو یہ لازم آئیگا کہ ہر ایک علت کیلیے بہت سے معلول ہون۔ اور ہر ایک معلول کیلیے بہت سی مستقل علتین۔ اور یہ دونون باتین محال اور ناممکن ہین۔ یا مخصص یعنی خاص کرنے والے کے بغیر عذاب کے ہر ایک حصے کا استحقاق ثواب کے ایک ایک حصے کے استحقاق کو زائل کرنیکے ساتھ خاص ہے۔ اور یہ بھی محال اور ناممکن ہے۔ کیونکہ مرجح یعنی راجح اور اولی کرنے والے کے بغیر ممکن کی دونون جانبون مین سے ایک جانب کا دوسری جانب سے راجح اور اولی ہوجانا محال اور ناممکن ہے۔ اگر پہلا استحقاق پچھلے استحقاق سے زیادہ ہے۔ تو پچھلا استحقاق پہلے استحقاق کے صرف بعض اجزا ہی کو دور کرسکتا ہے۔ اور جب صرف بعض اجزا ہی کو دور کرسکتا ہے۔ تو پچھلے استحقاق کے سبب پہلے استحقاق کے بعض اجزا کا دور ہونا۔ اُس کے باقی اور اجزا کے دور ہونے سے بہتر نہین ہے۔ تو اب یا پچھلا استحقاق پہلے استحقاق کے سب حصون کو زائل اور دور کردیگا۔ اور یہ ناممکن ہے۔ کیونکہ زیادہ کو کم زائل اور دور نہین کرسکتا۔ یا مخصص یعنی خاص کرنے والے کے بغیر پچھلے استحقاق کے ساتھ زائل ہونیکے لیے پہلے استحقاق کے بعض حصے خاص ہوجائین گے۔ یہ بھی ناممکن اور محال ہے۔ یا پچھلے استحقاق کے سبب پہلے استحقاق کا کوئی حصہ زائل اور دور نہ ہوگا۔ اور یہی ہمارا مقصود اور مدعی ہے۔ اور نیز جب اس پچھلے استحقاق نے پہلے استحقاق کے بعض حصے زائل اور دور کردیے۔ تو اب یہ پچھلا استحقاق باقی رہیگا۔ یا یہ بھی زائل اور دور ہوجائیگا۔ اگر یہ کہا جائے۔ کہ پچھلا استحقاق باقی رہیگا۔ تو یہ کسی عاقل کا قول نہین ہے۔ اگر یہ کہا جائے۔ کہ پچھلا استحقاق بھی زائل ہوجائیگا۔ تو یہ بھی باطل ہے۔ کیونکہ ان دونون استحقاقون مین سے ہر ایک استحقاق دوسرے استحقاق کو یا ایک ساتھ زائل اور دور کریگا یا بہ ترتیب یعنی آگے پیچھے۔ ایک ساتھ دور کرنا باطل ہے۔ کیونکہ زائل اور دور کرنے والے کو زائل اور دور کرنے کے وقت موجود ہونا چاہیے اگر دونون زوال ایک ساتھ موجود ہون گے۔ تو دونون زائل کرنے والے استحقاق بھی ایک ساتھ موجود ہون گے۔ تو یہ لازم آئیگا۔ کہ یہ دونون استحقاق معدوم ہونیکے وقت موجود ہون۔ اور یہ محال اور ناممکن ہے۔ ہر ایک استحقاق دوسرے استحقاق کو اگر بہ ترتیب یعنی آگے پیچھے زائل اور دور کرے۔ تو جس استحقاق نے دوسرے استحقاق کو پہلے زائل کیا ہے۔ وہ غالب ہے۔ اور دوسرا مغلوب۔ اور مغلوب کا غالب ہوجانا محال ہے۔ اگر پہلا استحقاق پچھلے استحقاق سے کم ہو۔ تو پہلے استحقاق کو پچھلے استحقاق کے بعض حصے زائل اور دور کرینگے۔ اور یہ ناممکن ہے۔ کیونکہ پچھلے استحقاق کے سب حصے اُسے دور کرسکتے ہین۔ اور اُس کے دور اور زائل کرنے کے ساتھ پچھلے استحقاق کے بعض حصون کا خاص ہوجانا ترجیح بلامرجح ہے۔ اور یہ ناممکن اور محال ہے۔ یا پچھلے استحقاق کے کل حصے زائل کرینگے۔ تو یہ لازم آئیگا کہ ایک معلول کیلیے بہت سی مستقل علتین ہون۔ اور یہ بھی ناممکن ہے۔ ان عقلی دلیلون سے یہ ثابت ہوگیا کہ یہ بات باطل ہے۔ کہ عذاب کا استحقاق ثواب کے استحقاق کو زائل اور باطل کردیتا ہے۔ اور جب عذاب کا استحقاق ثواب کے استحقاق کو باطل نہین کرسکتا۔ تو اعتراض مذکور کے صرف دو جواب ہین (پہلا جواب) ان لوگون کا ہے۔ جنھون نے موافات کا اعتبار کیا ہے۔ موافات کے یہ معنی ہین۔ کہ ایمان کے حاصل ہونیکی یہ شرط ہے۔ کہ بندہ کافر ہوکر نہ مرے۔ اگر کافر ہوکر مرا۔ تو ہمین یہ معلوم ہوگیا۔ کہ وہ پہلے ہی سے کافر تھا ایمان نہین لایا تھا۔ اس جواب کا باطل ہونا ظاہر ہی ہے۔ (دوسرا جواب) یہ ہے۔ کہ بندہ نہ طاعت کرنے سے ثواب کا مستحق ہے۔ نہ گناہ کرنے سے عذاب کا۔ یہ اہل سنت کا قول ہے اور ہم کو بھی یہی قول پسند ہے اور یہی قول ان خرابیون اور تاریکیون سے رہائی اور نجات دیتا ہے۔ (تیسرا مسئلہ) معتزلہ اس آیت سے اس امر پر دلیل لائے ہین کہ بندہ طاعت کرنے سے ثواب کا مستحق ہے۔ اور دلیل کی تقریر یہ بیان کی ہے۔ کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھین یہ خوشخبری سنائی کہ اُن کیلیے جنتین ہین۔ اُس وقت انھین یہ جنتین بالفعل حاصل نہ تھین جب یہ جنتین انھین بالفعل حاصل نہ تھین تو لامحالہ اس آیت کے یہی معنی ہین کہ وہ جنتون کے مستحق ہین۔ کیونکہ یہ جائز ہے۔ کہ یہ کہین کہ فلان شخص کو فلان چیز حاصل ہے۔ اور مجاز کے طریق سے یہ مراد لین کہ فلان شخص فلان چیز کا مستحق ہے۔ (چوتھا مسئلہ) کھجورون اور ایسے درختون کے باغ کو جنت کہتے ہین جو بہت گھن کے ہون۔ اور شہنیون کے باہم ملنے کے سبب سے جن کا خوب

جن کا خوب سایہ ہو۔ اس سبب سے جنت کہتے ہیں۔ کہ ٹہنیون کے باہم خوب ملنے کے سبب اُن درختون کا زمین کو چھپانا۔ اور زمین پر سایہ کرنا گویا ایکدفعہ چھپانا ہے۔ اور ثواب کے گھر کو جنت اس سبب سے کہتے ہین۔ کہ اُس مین بہت سی جنتین ہین۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ جنت کا لفظ نکرہ اور انہار کا لفظ معرفہ کیون آیا۔ تو اُس کے اس قول کا یہ جواب ہے۔ کہ جنات کا لفظ اس سبب سے نکرہ آیا کہ ثواب کے پوری گھر کو جنت کہتے ہین۔ اور اُس مین بہت سی جنتین ہین۔ اور عمل کرنے والون کے استحقاق کیموافق ہر جنت مین بہت سے مرتبے ہین عمل کرنے والون کے ہر گروہ کے لیے اُن جنتون مین سے بہت سی جنتین ہین۔ اس جواب کا حاصل یہ ہے۔ کہ جنتین بہت سی ہین معین نہین ہین۔ اس سبب سے جنت کا لفظ نکرہ آیا اور انہار کا لفظ معرفہ اس سبب سے آیا۔ کہ انہار سے یا جنس مراد ہے جس طرح یہ کہتے ہین۔ لِفُلَانٍ بُسْتَانٌ فِيهَا الْمَاءُ الْجَارِي وَالتِّينُ وَالْعِنَبُ (فلان شخص کا ایسا باغ ہے جس مین آب روان اور انجیر اور انگور ہے) اور تعریف کے لام سے پانی اور انجیر اور انگور کی جنسون کی طرف اشارہ کرتے ہین۔ جنہین مخاطب جانتا ہے۔ یا الانہار مین جو تعریف کا لام ہے اس سے اُن نہرون کی طرف اشارہ ہے۔ جن کا ذکر اللہ تعالیٰ کے اس قول مین ہے۔ فِيهَا أَنْهَارٌ مِنْ مَاءٍ غَيْرِ آسِنٍ وَأَنْهَارٌ مِنْ لَبَنٍ لَمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ (جنت مین ایسے پانی کی نہرین ہین جس کا مزا اور رنگ نہین بدلا۔ اور ایسے دودھ کی نہرین ہین جس کا مزا متغیر نہین ہوا) اللہ تعالیٰ کا قول كُلَّمَا رُزِقُوا تین حال سے خالی نہین ہے۔ یا جَنَّاتٌ کی دوسری صفت ہے۔ یا محذوف مبتدا کی خبر۔ یا جملہ مستانفہ (جملہ مستانفہ اُس جملے کو کہتے ہین۔ جسے ماقبل سے کچھ اعرابی تعلق نہ ہو) کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ (یعنی اُن کے لیے جنتین ہین) تو ضرور بالضرور سامع کے دل مین یہ آیا۔ کہ اِن جنتون کے پھل دنیا کے پھلون کے مناسب اور مشابہ ہین یا نہین۔ سامع کے دل مین جو یہ سوال پیدا ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اُس کے اس سوال کے جواب مین كُلَّمَا رُزِقُوا ارشاد فرمایا۔ اس آیت مین کئی سوال ہین (پہلا سوال) مِنْ ثَمَرَةٍ ترکیب مین کیا ہے۔ (جواب) اس کی دو توجیہین ہین۔ (پہلی توجیہ) یہ ہے۔ کہ یہ آیت تمہارے اس قول کی مثل ہے۔ كُلَّمَا أَكَلْتُ مِنْ بُسْتَانِكَ مِنَ الرُّمَّانِ شَيْئًا حَمِدْتُكَ (جب مین نے تیری باغ مین سے انار مین سے کچھ کھایا۔ تو تیری حمد ثنا کی۔ اور شکر ادا کیا) تمہارے اس قول مین مِنَ الرُّمَّانِ کا لفظ مِنْ ثَمَرَةٍ کی جگہ واقع ہوا ہے۔ اس آیت مین دونون مِنْ ابتدا کے لیے ہین۔ کیونکہ رزق کی ابتدا جنتون سے ہے۔ اور جنتون کے رزق کی ابتدا پھل ہے۔ اور اس تفسیر کے مطابق پھل سے ایک سیب یا ایک انار مراد نہین ہے۔ کیونکہ تمام جنتون کے رزق کی ابتدا ایک سیب یا ایک انار سے نہین ہے بلکہ پھل کی قسمون مین سے ایک قسم مراد ہے۔ (دوسری توجیہ) یہ ہے۔ کہ مِنْ ثَمَرَةٍ۔ مِنْهَا کا بیان ہے۔ جیسے تیرے قول رَأَيْتُ مِنْكَ أَسَدًا مین مِنْكَ أَسَدًا کا بیان ہے اور اس قول سے تیری مراد یہ ہے کہ تو شیر ہے۔ اس تفسیر کے مطابق ثَمَرَةٍ سے پھل کی ایک قسم بھی مراد ہوسکتی ہے۔ اور ایک خاص پھل بھی (دوسرا سوال) یہ کہنا کس طرح صحیح ہوسکتا ہے۔ یہ رزق جو ہمین اب ملا ہے۔ یہ وہی ہے جو ہمین پہلے ملا تھا حالانکہ یہ رزق جو اُنھین اب ملا ہے۔ یہ اور ہے۔ اور جو پہلے ملا تھا وہ اور تھا۔ (جواب) جب یہ دونون رزق حقیقت اور ماہیت مین ایک ہین۔ اگرچہ خصوصیت اور شخصیت کے اعتبار سے یہ دونون مختلف ہین یعنی یہ اور شخص ہے۔ اور وہ اور شخص تھا۔ تو اُن کا یہ کہنا صحیح ہے۔ یہ رزق جو ہمین اب ملا ہے۔ یہ وہی ہے جو پہلے ملا تھا یعنی ان دونون رزقون کی حقیقت اور ماہیت ایک ہے۔ کیونکہ دو چیزون کی حقیقت اور ماہیت کے ایک ہونے سے یہ لازم نہین آتا۔ کہ اُن مین خصوصیت اور شخصیت کے اعتبار سے اختلاف نہ ہو۔ یعنی حقیقت کے ایک ہونے سے یہ لازم نہین آتا۔ کہ شخصی کثرت نہ ہو۔ اسی سبب سے جب بیٹا باپ کے بہت مشابہ ہوتا ہے۔ اور بیٹے کی شکل باپ کی شکل سے بہت ملتی جلتی ہوئی ہوتی ہے۔ تو اُس بیٹے کو یہ کہتے ہین۔ کہ یہ تو بعینہ باپ ہے (تیسرا سوال) یہ آیت اس امر پر دلالت کرتی ہے۔ کہ جو رزق اُنھین جنت مین ملے گا۔ اُس رزق کو اُنھون نے اُس رزق کے ساتھ تشبیہ دی۔ جو اُنھین پہلے ملا تھا۔ تو مشبہ بہ یعنی جنت مین جو رزق ملے گا۔ اُسے جس رزق کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ وہ دنیا کا رزق ہے۔ یا جنت کا (جواب) اس مین دو قول ہین۔ (پہلا قول) یہ ہے۔ کہ جس رزق کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ وہ دنیا کا رزق ہے۔ اس قول کی دو دلیلین ہین (پہلی دلیل) یہ ہے۔ کہ انسان جس چیز کا خوگر ہوتا ہے۔ اُس کے ساتھ اُسے زیادہ اُنس ہوتا ہے اور جسے جانتا ہے اُس کیطرف بہت مائل ہوتا ہے۔ اور جب ایسی چیز دیکھتا ہے جس کا خوگر نہین ہے۔ تو اُس کی طبیعت اُس سے نفرت کرتی ہے۔ جس چیز کا خوگر ہے۔ جب اسی قسم کی کوئی چیز اُسے ملتی ہے۔ اور اُسے اُس چیز سے بہتر اور عمدہ پاتا ہے۔ جس کا وہ پہلے سے خوگر ہے تو اُس چیز کے ساتھ اُسے بے انتہا خوشی اور سرور ہوتا ہے۔ اہل جنت کو پہلے دنیا مین انار ملا۔ پھر آخرت مین۔ اور اُنھون نے جنت کے انار کو دنیا کے انار سے بہت پاکیزہ اور نہایت عمدہ پایا۔ تو اُنھین جنت کے اس انار سے جو خوشی ہوگی۔ وہ اُس خوشی سے بہت شدید اور زیادہ ہوگی

رُزِقُوا مِنۡهَا (یعنی اُنھین جنت مین جب رزق ملیگا جبھی وہ یہ کہین گے- یہ وہی ہی- جو ہمین پہلے ملا تھا) اُن سب دفعون اور سب مرتبون کو شامل ہی- تو جنت مین جو اُنھین پہلی دفعہ اور پہلی مرتبہ رزق ملا ہی- اللہ تعالیٰ کا یہ قول اُس پہلی دفعہ اور پہلے مرتبے کو بھی شامل ہی- تو جب اُنھین جنت مین پہلی دفعہ اور پہلی مرتبہ رزق ملیگا- اُسوقت بھی وہ یہی کہین گے یہ وہی ہی- جو ہمین پہلے ملا تھا- اور جنت مین جو رزق اُنھین پہلی دفعہ اور پہلی مرتبہ ملا ہے اُس سے پہلے اُنھین جنت کا رزق نہین ملا ہی- تاکہ جنت کے پہلی دفعہ اور پہلے مرتبے کے رزق کو جنت کے اُس رزق کے ساتھ تشبیہ دیجائے- تو جس رزق کے ساتھ جنت کے رزقون کو تشبیہ دی گئی ہی- اُس سے دُنیا کا رزق مراد لینا واجب اور ضروری ہے- (دوسرا قول) یہ ہی- کہ جس رزق کے ساتھ جنت کے رزق کو تشبیہ دی گئی ہی- وہ بھی جنت ہی کا رزق ہی- اور مراد یہ ہی- کہ جنت مین جو اُنھین رزق دیے جائین گے وہ باہم مشابہ ہونگے- اور ان لوگون کا باہم اس امر مین اختلاف ہی- کہ جنت کے رزق باہم کس چیز مین مشابہ ہین- اس مین دو قول ہین (پہلا قول) یہ ہی- کہ جمیع اوقات کے رزق مقدار اور درجے مین برابر ہونگے- ایک وقت کا رزق باقی وقتون کے رزق سے مقدار اور درجے مین نہ زائد ہوگا- نہ کم (دوسرا قول) یہ ہی- کہ جنت کے رزقون کی شکل اور رنگ ایک ہوگا- دوسرے رزق کی شکل اور رنگ پہلے رزق کی شکل اور رنگ کے مثل ہوگا- جیسا حسنؓ سے روایت ہی- اور یہ لوگ بھی باہم مختلف ہین- ان مین سے بعضے یہ کہتے ہین کہ جنت کے رزق جس طرح رنگ مین باہم مشابہ ہین- اسی طرح مزے مین بھی باہم مشابہ ہین- کیونکہ جب انسان کو کوئی چیز لذیذ معلوم ہوتی ہی- اور پسند آجاتی ہی- تو اُس کا دل پھر ویسی ہی چیز کو چاہتا ہی- جب اُسے پھر ایسی چیز ملجاتی ہی- جو ہر طرح سے پہلی چیز کی مثل ہی- تو اُسے بے انتہا لذت حاصل ہوتی ہی- اور بعضے یہ کہتے ہین- کہ جنت کے رزق اگرچہ رنگ مین باہم مشابہ ہین- لیکن مزے مین مختلف ہین- حسنؓ نے کہا ہے- اہل جنت مین سے ایک شخص کے پاس کھانے کی رکابی لائی جائیگی- تو وہ اُس مین سے کچھ کھائیگا- پھر اُس کے پاس دوسری رکابی لائی جائیگی- تو وہ یہ کہیگا- یہ تو وہی ہے جو پہلے ملا تھا- فرشتہ کہیگا- اس مین سے بھی کھائے- ان دونون کا رنگ ایک ہی- اور مزا مختلف- اور اہل معرفت کا اس آیت مین تیسرا قول ہی- اور وہ یہ ہی- کہ سعادت کا کمال صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کی معرفت اور اللہ تعالیٰ کی صفات کی معرفت اور اللہ تعالیٰ کے افعال (یعنی کروبی فرشتے یعنی جو فرشتے باقی اور سب فرشتون کے سردار ہین- اور روحانی فرشتے اور روحون کے گروہ اور آسمانون کا عالم) کی معرفت ہی- حاصل یہ ہے- کہ انسان کی روح کو اُس آئینے کی مثل ہوجانا چاہیے جو عالم قدس کے محاذی اور مقابل ہی- یہ معرفتین دُنیا مین بھی حاصل ہوتی ہین- مگر دنیا مین ان سے پوری لذت اور پورا سرور حاصل نہین ہوتا- کیونکہ بدنی تعلقات ان سعادتون اور لذتون کے حاصل ہونے سے مانع ہین- جب مانع زائل ہوجاتا ہی- تو بڑی بڑی سعادتین اور بڑی بڑی لذتین حاصل ہوتی ہین- حاصل یہ ہی- کہ انسان کو مرنے کے بعد جو روحانی سعادت ملیگی اُس کی نسبت وہ یہی کہیگا- یہ وہی ہی- جو مجھے دنیا مین حاصل تھی- اور اس مین یہ اشارہ ہے- کہ نفسانی کمال جو دنیا مین حاصل تھے- وہی آخرت مین حاصل ہونگے- صرف فرق اتنا ہی- کہ دنیا مین اُن سے لذت اور بہجت اور سرور حاصل نہین ہوا تھا- اور آخرت مین حاصل ہوگا- کیونکہ جو بدنی تعلقات لذت اور بہجت اور سرور کے حاصل ہونے سے مانع تھے- وہ زائل ہوگئے- اللہ تعالےٰ کے قول وَاُتُوۡا بِهٖ مُتَشَابِهًا (یعنی جنت مین جو اُنھین رزق ملین گے- وہ مشابہ ہون گے) مین کئی سوال ہین (پہلا سوال) اللہ تعالیٰ کے قول وَاُتُوۡا بِهٖ مین بہ کی ضمیر کس طرف پھرتی ہی- (جواب) اگر یہ کہین- کہ مشبہ بہ یعنی جس رزق کے ساتھ جنت کے رزق کو تشبیہ دی ہی- وہ دنیا کا رزق ہی- تو بہ کی ضمیر دنیا اور آخرت کے رزق کی طرف پھرتی ہی یعنی اُتُوۡا بِذٰلِكَ النَّوۡعِ مُتَشَابِهًا یعنی اُنھین اس نوع کا رزق ملا- اور اس نوع کے رزق مین سے جو اُنھین آخرت مین ملا ہے- وہ اُس رزق کے مشابہ ہے جو اُنھین اس نوع کے رزق مین سے دنیا مین ملا تھا- اگر یہ کہین کہ مشبہ بہ یعنی جس رزق کے ساتھ جنت کے رزق کو تشبیہ دی ہی- وہ بھی جنت ہی کا رزق ہی- تو بہ کی ضمیر جنت کے رزق کی طرف پھرتی ہی- یعنی اُتُوۡا بِذٰلِكَ النَّوۡعِ فِی الۡجَنَّةِ یعنی اُنھین جنت مین اس نوع کا رزق دیا جائیگا- اور اس نوع کے رزق کے بعض افراد بعض افراد کے مشابہ ہونگے (دوسرا سوال) اللہ تعالیٰ کا قول وَاُتُوۡا بِهٖ مُتَشَابِهًا ترکیب مین کیا واقع ہوا ہی (جواب) اللہ تعالیٰ نے جب اپنے قول قَالُوۡا هٰذَا الَّذِیۡ رُزِقۡنَا مِنۡ قَبۡلُ (یعنی تو وہ یہی کہین گے یہ وہی ہی- جو ہمین پہلے ملا تھا) مین یہ بیان کیا- کہ اہل جنت یہ دعویٰ کرینگے- کہ جنت کے رزق مشابہ ہین- تو اللہ تعالیٰ نے اپنے قول وَاُتُوۡا بِهٖ مُتَشَابِهًا (یعنی اُنھین ایسے رزق دیے جائین گے جو مشابہ ہونگے) کے ساتھ اُن کے اس دعوے کی تصدیق کی- اللہ تعالیٰ کے قول وَلَهُمۡ فِيۡهَاۤ اَزۡوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ (یعنی جنتون مین مردون کے لیے پاک بیبیان اور عورتون کیلئے پاک شوہر ہین) سے یہ مراد ہے- کہ

جنت مین مردون کی بیبیون کے بدن حیض اور استحاضے اور کل نجاستون سے پاک ہونگے - اور عورتون کے شوہر تمام بُری خصلتون سے پاک اور مقدس ہونگے - خصوصًا اُن خصلتون سے جو عورتون سے تعلق رکھتی ہین - اور ہم نے اس آیت سے یہ معنی (کہ جنت مین مردون کیلئے پاک بیبیان ہین - اور عورتون کے لیے پاک شوہر) صرف اس سبب سے مُراد لیے ہین - کہ مشترک چیزون مین عورت اور مرد دونون شریک ہین - اشارہ فہم اور رمزشناس لوگون نے کہا ہے - یہ آیت اس امر پر دلالت کرتی ہے - کہ یہان کئی مسئلون سے آگاہ اور متنبہ ہوجانا چاہیے (پہلا مسئلہ) یہ ہے - کہ اللہ تعالیٰ نے حیض کی حالت مین تجھے عورت کی مباشرت سے منع کیا ہے - اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے - قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ (اے محمد صلعم تو اُن سے یہ کہدے یہ حیض نجاست ہے لہذا حیض کی حالت مین تم عورتون سے الگ رہو) جب اللہ تعالیٰ نے عورتون کی اُس نجاست کے سبب سے جو اُن کے اختیار مین نہین ہے - اور جس مین وہ معذور ہین تجھے اُن کے قریب جانیسے منع کردیا - تو اللہ تعالیٰ تیرے گناہون کی نجاستون کے سبب سے جن مین تو معذور نہین ہے - جنت کی اُن بیبیون کے قریب جانیسے جو بہت مقدس اور پاک ہین ضرور بالضرور منع کریگا (دوسرا مسئلہ) یہ ہے - کہ جو شخص حلال طریق سے اپنی نفسانی خواہش پوری کرتا ہے - اُسے اُس مسجد مین جانا منع ہے - جس مین ہر ایک نیک و بد جاتا ہے - تو جو شخص حرام طریق سے اپنی نفسانی خواہش پوری کریگا - وہ اُس جنت مین کس طرح جاسکتا ہے جس مین پاک اور مقدس لوگون کے سوا اور کوئی نہین رہتا - اسی سبب سے جب آدم علیہ السلام سے لغزش ہوئی وہ جنت سے نکالدیے گئے (تیسرا مسئلہ) یہ ہے - جس کے کپڑے پر ذرّے کے برابر بھی نجاست ہو - شافعی رضی اللہ عنہ کے نزدیک اُس کی نماز نہین ہوتی - تو جس شخص کے دل پر دُنیا کی بہت زیادہ گناہون کی نجاستین ہون - اُس کی نماز کس طرح قبول ہوگی - اس آیت مین دو سوال ہین - (پہلا سوال یہ ہے - موصوف کی طرح صفت جمع کیون نہین آئی - یعنی أَزْوَاجٌ مُطَهَّرَاتٌ کیون نہین ارشاد فرمایا (جواب) یہ دونون لغت صحیح ہین - یعنی اگر موصوف جمع ہو - تو صفت کا جمع لانا بھی فصیح ہے - اور واحد مؤنث لانا بھی اَلنِّسَاءُ فَعَلْنَ اور اَلنِّسَاءُ فَعَلَتْ دونون طرح سے بولتے ہین - اور حماسہ کا یہ شعر بھی اسی قسم کا ہے ؎ وَإِذَا الْعَذَارَى بِالدُّخَانِ تَقَنَّعَتْ + وَاسْتَعْجَلَتْ نَصْبَ الْقُدُورِ فَمَلَّتْ + (اور جب کنواریون نے چہرے پر دھوئین کا نقاب ڈال لیا + اور چولھون پر ہانڈیان رکھدین - اور تھک گئین) اور أَزْوَاجٌ مُطَهَّرَةٌ کی اصل جَمَاعَةُ أَزْوَاجٍ مُطَهَّرَةٍ ہے یعنی مُطَهَّرَةٌ فی الحقیقت ازواج کی صفت نہین ہے - بلکہ جماعت کی صفت ہے - جو جمع نہین ہے - اور زید بن علی کی قرأت مُطَهَّرَاتٌ ہے اور عبید بن عمیر کی مُطَّهِّرَةٌ جس کی اصل مُتَطَهِّرَةٌ ہے (دوسرا سوال) اللہ تعالیٰ نے طَاهِرَةٌ کیون نہین ارشاد فرمایا (جواب) مُطَهَّرَةٌ مین یہ اشارہ ہے - کہ کسی پاک کرنیوالے نے اُنھین پاک کیا ہے - اور اُن کا پاک کرنے والا اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہین ہے - اور اس سے اہل جنت کی شان کی بڑی عظمت سمجھی جاتی ہے - گویا اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے - کہ اللہ تعالیٰ ہی نے اُن بیبیون کو اہل جنت کے لیے آراستہ اور مزین کیا ہے - وَهُمْ فِيهَا خَالِدُونَ - معتزلہ نے یہ کہا ہے - کہ اس آیت مین خلد کے معنی ہمیشہ باقی رہنے کے ہین - اور وہ آیت اور امرؤالقیس کے شعر سے اس پر دلیل لائے ہین - آیت یہ ہے - مَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ أَفَإِنْ مِتَّ فَهُمُ الْخَالِدُونَ (ہم نے تجھ سے پہلے کسی بشر کے لیے ہمیشگی نہین کی ہے - اگر تو مرجائے گا - تو کیا وہ ہمیشہ رہین گے) اللہ تعالیٰ نے اس آیت مین بشر سے خلد کی نفی کی اور یہ ارشاد فرمایا - کہ کسی بشر کے لیے خلد نہین ہے - باوجودیکہ اللہ تعالیٰ نے بعض آدمیون کو طویل عمر عطا فرمائی ہے - بشر کیلیے خلد ثابت نہین ہے - اور طویل عمر ثابت ہے - اور جو چیز ثابت ہو - اور جو ثابت نہ ہو - وہ دونون باہم مغایر ہین - یعنی خلد کے معنی طویل عمر کے نہین ہین - جب خلد کے معنی طویل عمر کے نہوے تو ہمیشہ باقی رہنے کے ہین - کیونکہ خلد مین یہی دو احتمال ہین یعنی طویل عمر اور ہمیشہ باقی رہنا - اور جب اِن مین سے ایک احتمال (یعنی طویل عمر) باطل ہوگیا - تو دوسرا احتمال (یعنی ہمیشہ باقی رہنا) ثابت ہوگیا - اور امرؤالقیس کا شعر ہے ؎ وَهَلْ يَعِمَنْ إِلَّا سَعِيدٌ مُخَلَّدٌ + قَلِيلُ الْهُمُومِ مَا يَبِيتُ بِأَوْجَالِ (نیک بخت ہی خوش ہوگا - اور جو بے غم ہے - اور جسکی رات بے خوف و خطر گذرتی ہے) اس شعر مین خلد کے معنی دوام اور ہمیشگی کے ہین - اور اہل سنت و جماعت نے کہا ہے خلد کے معنی مدت دراز تک رہنے کے ہین - خواہ ہمیشگی اور دوام ہو - خواہ نہو - اور وہ آیت اور اہل لسان کے محاورے سے اس پر دلیل لائے ہین - آیت یہ ہے - خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا (جنت مین ہمیشہ رہین گے) اگر خلد کے معنی ہمیشہ رہنے کے ہوتے - تو خلد کے بعد پھر أَبَدًا کے ذکر کرنے سے تکرار لازم آتی - اور تکرار قبیح ہے تو معلوم ہوا - کہ خلد کے معنے ہمیشہ رہنے کے نہین ہین - بلکہ ایک مدت دراز تک رہنے کے ہین - اور اہل لسان کا محاورہ یہ ہے - حَبَسَ فُلَانٌ فُلَانًا حَبْسًا مُخَلَّدًا - اس محاورے کے یہ معنی نہین ہین - کہ فلان شخص نے فلان شخص کو ہمیشہ کے لیے قید کردیا - کیونکہ قید کے لیے دوام اور ہمیشگی نہین ہے - بلکہ اُس کے لیے انتہا اور انقطاع ہے - اس کے یہی معنی ہین - کہ فلان شخص نے فلان شخص کو ایک مدت دراز تک محبوس اور مقید کردیا -

اور وقف ناموں کی یہ عبارت (وَقَفْ وَقْفًا مُخَلَّدًا) بھی اسی امر کی دلیل ہی۔ کیونکہ اس عبارت میں مُخلد کے معنی مدت دراز کے ہیں دوام اور ہمیشگی کے نہیں ہیں۔ کیونکہ وقف کیلیے دوام اور ہمیشگی نہیں
ہی۔ بلکہ اُسکے لیے انتہا اور انقطاع ہی۔ یہ بحث صرف اس امر میں تھی۔ کہ خلد کا لفظ ثواب کی ہمیشگی اور دوام پر دلالت کرتا ہی۔ یا نہیں۔ اور۔ اور لوگوں نے یہ کہا ہی کہ ثواب کی ہمیشگی اور دوام کا واجب ضروری
ہونا عقلی دلیل سے ثابت ہی۔ اور وہ عقلی دلیل یہ ہی۔ کہ اگر ثواب کی ہمیشگی اور دوام واجب و ضروری نہ ہو تو ثواب کا منقطع اور منتہی ہوجانا جائز اور ممکن ہوگا۔ اور ثواب کے منقطع اور منتہی ہوجانیکا ڈر اُس نعمت اور
مرتبہ ثواب کو منغص اور مکدر کردیگا اور یہ نعمت اور یہ ثواب جس قدر بہت بڑا ہوگا اُسی قدر اُسکے منقطع اور منتہی ہوجانیکا خوف اور ڈر بہت زیادہ ہوگا۔ اور اس سے یہ لازم آتا ہے۔ کہ اہل
ثواب ہر وقت مغموم اور حسرت زدہ رہیں۔ اور کسی وقت غم اور حسرت سے خالی اور جدا نہوں۔ اور اللہ تعالیٰ حقیقت حال سے خوب آگاہ اور واقف ہی اِنَّ
اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيِيٓ اَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَيَقُوْلُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا
مَثَلًا۔ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ
فِي الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (بیشک اللہ کسی مثل کے بیان کرنے سے نہیں شرماتا مچھر کی مثل کے بیان کرنے سے نہ اُس مثل کے بیان کرنے سے۔ جو مچھر کی مثل
سے بھی اور زیادہ حقیر ہے۔ لیکن مومن اور مسلمان تو یہ جانتے ہیں۔ کہ یہ مثل حق ہے۔ اور اللہ کی جانب سے ہی۔ اور کافر یہ کہتے ہیں۔ کہ اس مثل کے بیان کرنے سے اللہ کی
کیا غرض ہی۔ اس مثل کے بیان کرنے سے اللہ بہت سے لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔ اور بہت سوں کو ہدایت۔ اور اس مثل کے بیان کرنے سے انھی سرکشوں اور بدکاروں کو
گمراہ کرتا ہی۔ جو اللہ سے مضبوط عہد کرنے کے بعد اُسے توڑ ڈالتے ہیں۔ اور جس چیز کے ملانے کا اللہ نے حکم کیا ہی۔ اُسے کاٹ ڈالتے ہیں۔ اور زمین میں فساد برپا کرتے
ہیں۔ یہی لوگ خسارے اور ٹوٹے میں ہیں) جاننا چاہیے۔ کہ جب اللہ تعالیٰ دلیل کے ساتھ یہ بات ثابت کرچکا۔ کہ قرآن معجز ہے۔ اور سارا عالم قرآن کی مثل کے بنانے سے
عاجز ہے۔ تو اس آیت میں اُس اعتراض اور شبہے کو بیان کیا۔ جو کافروں نے قرآن کے معجز ہونے پر کیا تھا۔ اور اُس کا جواب دیا۔ اُس اعتراض اور شبہے کی تقریر یہ
ہے۔ کہ قرآن میں شہد کی مکھی۔ اور مکھی۔ اور مکڑی۔ اور چیونٹی کا ذکر ہی۔ اور یہ چیزیں اس قابل نہیں ہیں۔ کہ ان کا ذکر فصحا کے کلام میں ہو۔ تو قرآن ان چیزوں کے
ذکر پر مشتمل ہونے کے سبب سے فصیح ہی نہیں ہے۔ چہ جائیکہ معجز ہو۔ اور سارا عالم اُس کی مثل کے بنانے سے عاجز ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اس اعتراض کا یہ جواب دیا
کہ ان چیزوں کا حقیر اور صغیر ہونا غیر فصیح ہونے کا سبب نہیں ہی۔ جبکہ ان کے ذکر میں بڑی بڑی حکمتیں ہوں۔ اس آیت کو پہلی آیت سے تعلق ہی۔ یہ اُسی تعلق کی طرف
اشارہ ہی۔ اس آیت میں کئی مسلے ہیں (پہلا مسئلہ) ابن عباس سے روایت ہی۔ کہ جب یہ آیت (یعنی يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ یعنی اے لوگو ایک مثل
بیان کی جاتی ہی تم اُسے کان لگا کر سنو) نازل ہوئی۔ اور اللہ تعالیٰ نے اُن کے بتوں پر طعن کیا۔ اور بتوں کی عبادت کو مکڑی کے جالے سے تشبیہ دی۔ تو یہودیوں نے
یہ کہا۔ کہ مکڑی اور مکھی کی کیا حقیقت اور قدر ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اُن کے ساتھ مثل بیان کرے۔ یہودیوں کے اس قول کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی (دوسرا قول)
یہ ہی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا میں آگ اور اندھیروں اور گرج اور بجلی کے ساتھ مثلیں بیان کیں۔ تو منافقوں نے ان مثلوں پر طعن
کیا۔ منافقوں کے اس طعن کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (تیسرا قول) یہ ہے۔ کہ یہ طعن مشرکوں کی جانب سے تھا۔ قفال نے کہا ہے۔ اس آیت میں ان تینوں
قولوں کا احتمال ہے۔ لیکن یہ احتمال کہ یہودیوں نے طعن کیا تھا۔ اور اُن کے طعن کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی ہی۔ اس کی دلیل یہ ہی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت
کے آخر میں یہ ارشاد فرمایا ہے۔ وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ اور اس مثل کے بیان کرنے سے انھی سرکشوں اور بدکاروں کو گمراہ
کرتا ہے۔ جو اللہ سے مضبوط عہد کرنے کے بعد اُسے توڑ ڈالتے ہیں) اور یہ یہودیوں کی صفت اور حالت ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے بعد بنی اسرائیل ہی
کو یہ ارشاد فرمایا ہے۔ کہ عہد پورا کرو۔ اور کافروں اور منافقوں کا سورۂ مدثر کی اس آیت میں ذکر ہے۔ وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْكٰفِرُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ
بِهٰذَا مَثَلًا كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ (تاکہ جن لوگوں کے دلوں میں بیماری ہی۔ وہ اور کافر یہ کہیں کہ اس مثل کے بیان کرنے سے اللہ کی کیا غرض ہی۔
اسی طرح اللہ جس کو چاہتا ہی گمراہ کرتا ہے۔ اور جس کو چاہتا ہی ہدایت کرتا ہی) سورۂ مدثر کی اس آیت میں اَلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ سے منافق مراد ہیں۔ اور الْكٰفِرُوْنَ میں احتمال ہی

[illegible]
تو اب ہم یہ کہتے ہین۔ کہ اس آیت مین ان تینون قولون کا احتمال ہے۔ کیونکہ کافر اور منافق اور یہودی یہ سب کے سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا دہی مین
باہم موافق تھے۔ اور اس سورۃ کے شروع سے اس جگہ تک یہودیون کا ذکر اور منافقون کا ذکر اور مشرکون کا ذکر ہوا۔ اور یہودی اور منافق اور مشرک یہ سب کے سب الَّذِيْنَ
کَفَرُوْا مین داخل ہین۔ اس کے بعد پھر قفال نے یہ کہا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے۔ کہ یہ آیت بغیر کسی سبب کے ابتداءً نازل ہوئی ہو۔ کیونکہ اسکے معنی فی ذاتہ مفید اور سودمند ہین (دوسرا مسئلہ)
جاننا چاہیے۔ کہ جس چیز کے ساتھ عیب لگایا جاتا ہے۔ اور مذمت کی جاتی ہے اُس کے خوف سے انسان کے بدن کو جو تغیر اور شکستگی لاحق ہوتی ہے۔ اُس تغیر اور شکستگی کو حیا کہتے ہین حیا
کا لفظ حیات کے لفظ سے بنا ہے۔ جب حیا کے معنی ذہن نشین ہوگئے۔ تو یہ امر ظاہر اور واضح ہوگیا۔ کہ حیا اللہ تعالیٰ کی صفت نہین ہوسکتی۔ اور اللہ تعالیٰ کا حیا کے ساتھ موصوف
ہونا ناممکن ہے۔ کیونکہ حیا اس تغیر کو کہتے ہین۔ جو بدن کو عارض ہوتا ہے۔ اور بدنی تغیر بدن اور جسم کے بغیر غیر ممکن اور غیر متصور ہے۔ لیکن حدیثون مین حیا کا لفظ اللہ تعالیٰ کی
شان مین آیا ہے۔ رَوٰی سَلْمَانُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ اَنَّہٗ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ حَیِیٌّ کَرِیْمٌ یَسْتَحْیِیْ اِذَا رَفَعَ الْعَبْدُ اِلَیْہِ یَدَیْہِ اَنْ یَّرُدَّھُمَا صِفْرًا۔ یعنی سلمان نے
روایت کی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بڑا باحیا اور کریم ہے۔ جب بندہ دعا کے وقت اپنے دونون ہاتھ اُسکی طرف اُٹھاتا ہے تو اُن کے
خالی پھیرنے سے اُسے حیا آتی ہے۔ جب حدیثون مین اللہ تعالیٰ کی شان مین حیا کا لفظ آیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی شان مین حیا کے حقیقی معنی مراد نہین ہوسکتے۔ تو حیا کے لفظ مین
تاویل کرنی واجب اور ضرور ہوئی۔ اور تاویلین دو ہین (پہلی تاویل) (اس قسم کے جتنے لفظ اللہ تعالیٰ کی شان مین آئے ہین اُن سب لفظون مین یہی قاعدہ کلیہ ہے) یہ ہے۔
کہ جو صفتین جسمون اور بدنون کے ساتھ خاص ہین۔ جب اللہ تعالیٰ اُن صفتون کے ساتھ موصوف ہو۔ تو اللہ تعالیٰ کی شان مین اُن صفتون سے اُن کی نہایت اور غایت
مراد ہوتی ہے۔ اُن کی ابتدا اور بدایت مراد نہین ہوتی۔ اس کی مثال یہ ہے۔ کہ حیا ایک ایسی صفت اور حالت ہے۔ جو انسان کے لیے حاصل ہوتی ہے۔ لیکن حیا کے لیے بدایت
اور نہایت ہے۔ حیا کی بدایت وہ جسمانی تغیر ہے جو انسان کو اس بات کے خوف سے لاحق اور عارض ہوتا ہے۔ کہ وہ کسی قبیح اور بُرے فعل کی طرف منسوب ہو۔ اور حیا کی نہایت
اور غایت اُس قبیح اور بُری فعل کا چھوڑ دینا ہے۔ جب حیا کا لفظ اللہ تعالیٰ کی شان مین آیا۔ تو اُس سے وہ جسمانی تغیر اور خوف مراد نہین ہے۔ جو حیا کی بدایت اور ابتدا ہے بلکہ
اس قبیح اور بُرے فعل کا چھوڑ دینا مراد ہے۔ جو حیا کی غایت اور نہایت ہے۔ یعنی یہ مراد نہین ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے بدن مین تغیر ہوا۔ بلکہ یہ مراد ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اس فعل کو چھوڑ دیا
اور اسی طرح غضب کے لیے بدایت اور نہایت ہے۔ غضب کی بدایت اور ابتدا دل کے خون کا جوش مارنا اور انتقام اور بدلا لینے کی خواہش اور آرزو ہے۔ اور غضب کی غایت
اور نہایت اُس شخص کو عذاب دینا ہے۔ جس پر غضب ہے۔ جب اللہ تعالیٰ غضب کے ساتھ موصوف ہو۔ تو اُس سے غضب کی بدایت یعنی انتقام اور بدلا لینے کی خواہش اور آرزو
اور دل کے خون کا جوش مارنا مراد نہین ہے۔ بلکہ غضب کی نہایت اور غایت یعنی جس پر غضب ہے اُسے عذاب دینا مراد ہے۔ اس باب مین یہی قاعدہ کلیہ ہے (دوسری تاویل) یہ ممکن ہے
کہ یہ عبارت کافرون کے کلام مین واقع ہوئی ہو۔ اور اُنھون نے یہ کہا ہو۔ کیا محمدؐ کے رب کو مکھی اور مکڑی کی مثل کے بیان کرنے سے حیا نہین آتی۔ اور اللہ تعالیٰ نے
اُن کافرون کے جواب مین اُن کے سوال کے مطابق یہ عبارت بولی ہو۔ اور جواب کی عبارت کو سوال کی عبارت کے مطابق کرنا کلام کا ایک فن بدیع ہے۔ قاضی نے یہ کہا ہے
اس قسم کی جو صفتین اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت نہین ہوسکتی ہین نفی کے طریق سے بھی اللہ تعالیٰ کے اوپر اُن کا اطلاق کرنا نہین چاہیے۔ یعنی اُن کی نفی کرنی بھی جائز نہین ہے مثلاً
حیا اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت نہین ہوسکتی ہے۔ تو یہ کہنا نہین چاہیے۔ کہ اللہ تعالیٰ حیا نہین کرتا ہے۔ صرف یہ کہ سکتے ہین۔ کہ اللہ تعالیٰ ان صفتون کے ساتھ موصوف نہین ہے۔
لیکن یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ حیا نہین کرتا ہے۔ اور حیا نہ کرنے کا اللہ تعالیٰ کے اوپر اطلاق کرنا جائز نہین ہے۔ کیونکہ اس سے یہ وہم ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ حیا کر تو سکتا ہے۔ مگر کرتا نہین
ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف مین جو لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ (یعنی نہ اُسے اونگھ آتی ہے۔ اور نہ نیند) اور لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ (یعنی وہ نہ کسی کا باپ ہے۔ اور نہ کسی کا بیٹا) ارشاد
فرمایا ہے۔ تو وہ فی الحقیقت نفی نہین ہے۔ بلکہ نفی کی صورت مین ہے۔ اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کا قول مَا اتَّخَذَ اللّٰہُ مِنْ وَّلَدٍ (یعنی اللہ نے کسی کو بیٹا نہین بنایا ہے) اور اللہ تعالیٰ کا
قول وَھُوَ یُطْعِمُ وَلَا یُطْعَمُ (یعنی وہ سب کو کھانا کھلاتا ہے۔ اور اُسے کوئی کھانا نہین کھلاتا) بھی فی الحقیقت نفی نہین ہے۔ اور یہ امر لازم اور ضروری نہین ہے

جائز نہیں۔ فاضل اس قول پر اعتراض کرنے والا یہ اعتراض کر سکتا ہے۔ اس میں کسی طرح کا شک نہیں ہے۔ کہ یہ صفتیں اللہ سبحانہ کیلیے ثابت نہیں ہیں۔ تو یہ خبر کہ یہ صفتیں اللہ تعالیٰ کیلیے ثابت نہیں ہیں۔ سچ ہے۔ تو ان خبر کا جائز ہونا واجب اور ضروری ہے۔ اب صرف بات باقی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ان صفتوں کی نفی کی خبر اس امر پر دلالت کرتی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کیلیے ان صفتوں کا ثابت ہونا صحیح اور ممکن ہے۔ تو ہم اسکے جواب میں کہتے ہیں کہ ہم اس دلالت کو تسلیم نہیں کرتے یعنی ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ ان صفتوں کی نفی کی خبر اس امر پر دلالت کرتی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کیلیے ان صفتوں کا ثابت ہونا ممکن ہے۔ کیونکہ ان صفتوں کی نفی کا ذکر۔ ان صفتوں کے غیر کے ثابت ہونے پر دلالت نہیں کرتا یعنی ان صفتوں کی نفی کا ذکر ان صفتوں کے صحیح اور ممکن ہونے پر دلالت نہیں کرتا۔ بلکہ ان صفتوں کی نفی کے ذکر کے ساتھ اگر اس چیز کا بھی ذکر ہوتا۔ جو ان صفتوں کے صحیح اور ممکن نہ ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ تو بہت بہتر ہوتا۔ کیونکہ اس صورت میں بیان میں مبالغہ ہو جاتا۔ اور اس بیان سے دوسری بیان کے بہتر ہونے سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ یہ بیان قبیح ہو

(تیسرا مسئلہ) جاننا چاہیے۔ کہ مثلوں کا بیان کرنا تمام عقلوں کے نزدیک مستحسن ہے۔ اور اس کی کئی دلیلیں ہیں (پہلی دلیل) یہ ہے۔ کہ عرب اور عجم سب کا اس پر اتفاق ہے۔ عرب کے نزدیک مثلوں کے بیان کرنے کا مستحسن ہونا مشہور و معروف ہے۔ اُنھوں نے بہت حقیر حقیر چیزوں کے ساتھ مثلیں بیان کی ہیں۔ ذرّہ کے ساتھ مثل بیان کرنے میں کہا ہے۔ اَخْفٰی مِنَ الذَّرَّۃِ (ذرّہ سے زیادہ پوشیدہ ہے) اور مکھی کے ساتھ مثل بیان کرنے میں کہا ہے۔ اَجْرَأُ مِنَ الذُّبَابِ (مکھی سے زیادہ دلیر اور شجاع ہے) اَخْطَأُ مِنَ الذُّبَابِ (مکھی سے زیادہ خطا کرنے والا ہے) اَطْیَشُ مِنَ الذُّبَابِ (مکھی سے زیادہ بے عقل ہے) اَشْبَہُ مِنَ الذُّبَابِ بِالذُّبَابِ (مکھی کے ساتھ مکھی سے زیادہ مشابہ ہے) اور چیچڑی کے ساتھ مثل بیان کرنے میں کہا ہے۔ اَسْمَعُ مِنْ قُرَادٍ (چیچڑی سے زیادہ سنتا ہے) اَصْغَرُ مِنْ قُرَادٍ (چیچڑی سے زیادہ چھوٹا ہے) اَعْلَقُ مِنْ قُرَادٍ (چیچڑی سے زیادہ چمٹنے والا ہے) اَعْمَرُ مِنْ قُرَادٍ (چیچڑی سے زیادہ سخت ہے) اَدَبُّ مِنْ قُرَادٍ (چیچڑی سے بہت آہستہ چلنے والا ہے) اور ٹڈی کے ساتھ مثل بیان کرنے میں کہا ہے۔ اَطْیَرُ مِنْ جَرَادَۃٍ (ٹڈی سے زیادہ اُڑنے والا ہے) اَحْطَمُ مِنْ جَرَادَۃٍ (ٹڈی سے زیادہ توڑنے والا ہے) اَفْسَدُ مِنْ جَرَادَۃٍ (ٹڈی سے زیادہ خراب اور برباد کرنے والا ہے) اَصْفٰی مِنْ لُعَابِ الْجَرَادِ (ٹڈی کی لعاب سے زیادہ صفا ہے) اور پروانے کے ساتھ مثل بیان کرنے میں کہا ہے۔ اَضْعَفُ مِنْ فَرَاشَۃٍ (پروانے سے زیادہ ضعیف ہے) اَطْیَشُ مِنْ فَرَاشَۃٍ (پروانے سے زیادہ بے عقل ہے) اَجْھَلُ مِنْ فَرَاشَۃٍ (پروانے سے زیادہ نادان ہے) اور مچھر کے ساتھ مثل بیان کرنے میں کہا ہے اَضْعَفُ مِنْ بَعُوْضَۃٍ (مچھر سے زیادہ ضعیف ہے) اَعَزُّ مِنْ مُخِّ الْبَعُوْضَۃِ (مچھر کے مغز سے زیادہ کمیاب ہے) اور تکلیف مالا یطاق (یعنی جس چیز کی طاقت نہیں ہے۔ اس کی تکلیف دینا) میں کہا ہے۔ کَلَّفْتَنِیْ مُخَّ الْبَعُوْضَۃِ (تو نے مجھے مچھر کے مغز کی تکلیف دی) اور عجم کے نزدیک مثلوں کے بیان کرنے کے مستحسن ہونے پر کتاب دمنہ و کلیلا اور اس کی مثل جو اور بہت سی کتابیں ہیں۔ دلالت کرتی ہیں۔ عجم کی کتابوں میں سے ایک کتاب میں مرقوم ہے۔ کہ کھجور کے ایک بلند درخت پر ایک مچھر آن بیٹھا جب اس نے اُڑنے کا ارادہ کیا۔ تو درخت سے یہ کہا میرا اُڑنے کا ارادہ ہے۔ تو سنبھل جا کھجور کے درخت نے کہا۔ بخدا مجھے تیرے آن بیٹھنے کی خبر بھی نہیں ہے۔ تو تیرے اُڑنے کی مجھے کیا خبر ہوگی (دوسری دلیل) یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی انجیل میں حقیر حقیر چیزوں کے ساتھ مثلیں بیان کی گئی ہیں۔ انجیل میں مذکور ہے۔ آسمان کی بادشاہت کی مثل اُس شخص کی سی مثل ہے۔ جس نے اپنے گاؤں میں عمدہ خالص گیہوں بوئے۔ جب سب آدمی سو گئے تو اُس کا دشمن آیا۔ اور گیہوں کے درمیان اُس نے مُنمُنہ بو دیا جب کھیتی اُگی تو مُنمُنہ اُس پر غالب آگیا۔ کسانوں کے کمیروں نے کہا۔ اے سردار کیا آپ کے گاؤں میں عمدہ اور خالص گیہوں نہیں بوئے گئے تھے۔ اُس نے کہا ہاں۔ عمدہ اور خالص ہی بوئے گئے تھے۔ کمیروں نے کہا پھر یہ مُنمُنہ کہاں سے آگیا۔ اُس نے کہا۔ اگر تم مُنمُنے کو اُکھاڑو گے تو اُس کے ساتھ گیہوں بھی اُکھڑ جائینگے۔ کٹائی کے وقت تک دونوں کو ساتھ بڑھنے دو۔ جب کٹائی کا وقت آیا۔ تو اُس نے کاٹنے والوں کو یہ حکم دیا۔ کہ وہ گیہوں میں سے مُنمُنہ چن لیں۔ اور اُس کے گٹھے باندھکر اُسے آگ سے جلا دیں۔ اور گیہوں کھتوں میں بھر دیں میں تم سے اس مثل کی تفسیر بیان کرتا ہوں۔ جس شخص نے کہ عمدہ اور خالص گیہوں بوئے تھے وہ ابو البشر یعنی حضرت آدمؑ ہیں اور گاؤں سے مراد عالم ہے اور عمدہ اور خالص گیہوں۔ ابنائے ملکوت ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کی طاعت کرتے ہیں۔ اور جس دشمن نے مُنمُنہ بویا تھا سو وہ ابلیس ہے۔ اور مُنمُنہ وہ گناہ ہیں جن کو ابلیس اور ابلیس کے ہم نشینوں نے بویا ہے۔ اور کاٹنے والے فرشتے ہیں جو اجل کے آنے تک نیک و بد سب آدمیوں کو ملا جلا رہنے دیتے ہیں جب اجل آجاتی ہے۔ تو نیکوں کو اللہ کی بادشاہت میں داخل کرتے ہیں۔ اور بدوں کو دوزخ میں۔ جس طرح مُنمُنے کو چن کر آگ سے جلا دیتے ہیں۔ اسی طرح الکے رسول اور اُنکے فرشتے اللہ کی بادشاہت میں سے۔ کاہلوں اور سب گنہگاروں کو چن کر دوزخ میں ڈالدیں گے۔

اور وہان رونے اور دانت پیسنے کے سوا اُن کا اور کچھ کام نہ ہوگا۔ اور وہان نیک اللہ تعالیٰ کی بادشاہت مین ہونگے۔ اللہ تعالیٰ نے جسے سننے کیلیے کان دیا ہے اُسے سننا چاہیے۔ مین تم سے ایک اور مثل بیان کرتا ہون۔ جو آسمان کی بادشاہت کے بہت مناسب اور بہت مشابہ ہی۔ ایک شخص نے رائی کا دانہ کہ وہ سب دانون سے بہت چھوٹا ہوتا ہی۔ اپنے کانون مین بو دیا جب وہ اُگ آیا۔ تو ایک بڑا درخت ہوگیا۔ یہانتک کہ ترکاری کے درختون مین سے ایک بہت بڑا درخت ہوا۔ آسمان سے پرندے آئے اور اُنھون نے اُسکی شہنیون مین گھونسلے بنائے۔ ہدایت کا بھی یہی حال ہی۔ جو شخص کسی کو ہدایت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُس کا اجر اور ثواب بڑھا دیتا ہی۔ اور اُس کے ذکر کو بلند کردیتا ہی۔ اور جو اُس کی پیروی کرتا ہی اُسے نجات ہوتی ہی۔ انجیل مین ایک مثل یہ ہی۔ تم چھلنی کی مثل نہ ہو۔ کہ اُس مین سے اچھا آٹا نکل جاتا ہی۔ اور بھوسی رہ جاتی ہی۔ اسی طرح تمہارے مُنہ سے حکمت اور دانش کی باتین نکلتی ہین۔ اور تمہارے سینون مین کینے رہ جاتے ہین۔ اور ایک مثل یہ ہی۔ تمہارے دل اُس سنگریزے کی مثل ہین۔ جسے نہ آگ پکا سکتی ہی۔ نہ پانی نرم کرسکتا ہی۔ نہ ہوا جنبش دے سکتی ہی۔ اور ایک مثل یہ ہی۔ تم اپنے ذخیرے اُس جگہہ نہ رکھو۔ جہان گھن اور دیمک ہی۔ اگر وہان رکھوگے تو وہ بگڑ جائینگے۔ اور اُس جنگل مین بھی نہ رکھو جہان لوٗ ہے۔ اور چور ہین۔ اگر وہان رکھوگے تو لوٗ اُنھین جلا دیگی۔ اور چور اُنھین چرالینگے بلکہ تم اپنے ذخیرے اللہ کے پاس رکھو۔ اور ایک مثل یہ ہی۔ ہم زمین کھودتے ہین تو اُس مین سے ایسے کیڑے نکلتے ہین۔ کہ اُنھی کے اوپر اُن کا لباس ہوتا ہی۔ اور وہین اُن کا رزق ہوتا ہی۔ اور وہ نہ کھیتی کرتے ہین۔ اور نہ کھیتی کاٹتے ہین۔ اور اُن مین سے بعضے کیڑے سخت پتھر کے اندر ہوتے ہین۔ اور بعضے لکڑی کے اندر۔ کیا تم مین اسقدر عقل نہین ہی۔ کہ تم اس بات کو سمجھ سکو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا وہان اُنھین لباس اور رزق اور کون دیتا ہی۔ اور ایک مثل یہ ہی۔ تم بھڑون کو نہ چھیڑو۔ وہ تمہین کاٹ کھائینگی۔ تم نادانون سے خطاب نہ کرو۔ وہ تمہین گالیان دینگے۔ یہ بات ظاہر اور واضح ہوگئی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے انجیل مین ان حقیر چیزون کیساتھ مثلین بیان کی ہین۔ اور مثلون کے بیان کرنے کے مستحسن ہونے کی عقلی دلیل یہ ہی۔ کہ محاکات اور تشبیہ خیال کی طبعی حالت ہی۔ جب کوئی معنی تشبیہ کے بغیر ذکر کیے جاتے ہین۔ تو عقل اُس کا ادراک کرلیتی ہی لیکن خیال عقل کے ساتھ منازعت کرتا ہی۔ اور جب وہی معنی تشبیہ کے ساتھ ذکر کیے جاتے ہین۔ تو عقل اُس کا ادراک کرتی ہی۔ اور خیال بھی عقل کی معاونت کرتا ہے۔ اور اس مین کسی طرح کا شک نہین ہی۔ کہ دوسرا ادراک پہلے ادراک سے بہت کامل ہی۔ اور ہم یہ بھی دیکھتے ہین۔ کہ انسان کسی معنی کا ذکر کرتا ہی۔ اور وہ اُسے کماینبغی واضح نہین ہوتے۔ اور جب اُسکی مثال ذکر کرتا ہی۔ تو وہ بخوبی واضح اور منکشف ہوجاتے ہین۔ جب تمثیل سے خوب وضاحت ہوتی ہی تو جس کتاب مین ایضاح اور بیان کے سوا اور کچھ مقصود نہین ہی اُس مین تمثیلات کا ذکر کرنا واجب اور ضروری ہی۔ لیکن اُنھون نے جو یہ کہا ہی۔ کہ ان حقیر چیزون کے ساتھ مثلین بیان کرنا اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہین ہی۔ تو ہم اُن کے اس قول کا یہ جواب دیتے ہین۔ کہ اُن کا یہ قول جہل اور نادانی ہی۔ کیونکہ چھوٹی چیز اور بڑی چیز دونون کو اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا کیا ہی۔ اور ہر ایک چیز مین خواہ چھوٹی ہو۔ خواہ بڑی۔ اللہ تعالیٰ کا حکم عام ہی۔ کیونکہ ہر ایک چیز کو خواہ چھوٹی ہو خواہ بڑی۔ اللہ تعالیٰ نے حکمت کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کو نہ چھوٹی چیز کا پیدا کرنا بڑی چیز کے پیدا کرنے سے آسان ہی۔ اور نہ بڑی چیز کا پیدا کرنا چھوٹی چیز کے پیدا کرنے سے مشکل۔ اور جب چھوٹی بڑی سب چیزین اللہ تعالیٰ کے نزدیک یکسان ہین۔ تو بندون کے لیے اللہ تعالیٰ کا بڑی چیز کے ساتھ مثل کا بیان کرنا۔ چھوٹی چیز کے ساتھ مثل کے بیان کرنے سے بہتر نہین ہی۔ بلکہ مثل کے بیان کرنے مین چھوٹی بڑی چیز کا اعتبار نہین ہے۔ بلکہ چھوٹی بڑی چیزون مین سے جو چیز قصے کے مناسب ہو۔ اُس کے ساتھ مثل بیان کرنی چاہیے۔ جب قصے کے ساتھ مکھی اور مکڑی زیادہ مناسب ہو۔ تو مکھی اور مکڑی ہی کے ساتھ مثل بیان کرنی چاہیے۔ اور ہاتھی اور اونٹ کے ساتھ مثل بیان کرنی نہین چاہیے۔ جب اللہ تعالیٰ نے بتون کی عبادت کرنے۔ اور رحمٰن کی عبادت سے اعراض کرنے کی زشتی اور زبونی کے اظہار کا ارادہ کیا۔ تو اس امر کے بیان کرنے کے لیے کہ ان بتون سے اُن کی مصیبتین نہین ٹل سکتی ہین۔ مکھی کے ساتھ مثل کا بیان کرنا زیادہ مناسب ہوا۔ اور اس امر کے بیان کرنے کے لیے کہ بتون کی عبادت مکڑی کے جالے سے بھی زیادہ ضعیف اور سست ہے مکڑی کے جالے کے ساتھ مثل کا بیان کرنا زیبا ہوا۔ اور ایسی صورت مین جس چیز کے ساتھ کہ مثل بیان کی گئی ہی۔ وہ جسقدر زیادہ ضعیف ہوگی۔ مثل اُسیقدر زیادہ قوی اور واضح ہوگی۔ (چوتھا مسئلہ) اَصَم نے کہا ہی۔ اللہ تعالیٰ کے قول فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ کی طرح اللہ تعالیٰ کے قول مَثَلًا مَّا مین مَا زائد ہے۔ اور ابو مسلم نے کہا ہی معاذ اللہ قرآن مین زیادت اور لغو نہین ہی۔ اور ابو مسلم کا یہ قول زیادہ صحیح ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہی۔ قرآن ہدایت اور بیان ہی۔ اور قرآن کا لغو اور زیادہ ہونا۔

دو توجیہین ہین (پہلی توجیہ) یہ ہی۔ کہ یہ مَا بیانیہ ہی۔ جو مَا اسم نکرہ کے ساتھ مقرون ہو کر اُس کے ابہام اور عموم کو زیادہ اور اُسے خصوصیت سے بعید کر دیتا ہی۔ اُس مَا کو مَا بیانیہ کہتے ہین۔ اس کا بیان یہ ہی۔ کہ جب کسی شخص نے اپنے رفیق سے یہ کہا اَعْطِنِیْ کِتَابًا اَنْظُرُ فِیْہِ۔ مجھے کتاب دو مین اُسے دیکھون گا۔ اور اُس کے رفیق نے اُسے کوئی کتاب دیدی۔ تو وہ اپنے رفیق سے یہ کہ سکتا ہی۔ کہ مین نے دوسری کتاب مانگی تھی۔ یہ نہین مانگی تھی۔ اگر وہ کِتَابًا کے ساتھ لفظ مَا کو مقرون کر دیتا اور یہ کہتا اَعْطِنِیْ کِتَابًا مَّا اَنْظُرُ فِیْہِ (مجھے کوئی کتاب دیدو مین اُسے دیکھون گا۔ تو وہ اپنے رفیق سے یہ نہین کہ سکتا تھا۔ کہ مین نے دوسری کتاب مانگی تھی۔ یہ نہین مانگی تھی۔ کیونکہ اس صورت مین اس کلام کی اصل یہ ہی اَعْطِنِیْ کِتَابًا اَیَّ کِتَابٍ کَانَ۔ مجھے کتاب دو خواہ کوئی سی کتاب ہو۔ (دوسری توجیہ) یہ ہی۔ کہ یہ مَا نکرہ ہی۔ اور اسم جنس کے ساتھ اس نکرہ کی تفسیر کرنا صفت کے قائم مقام ہے۔ اور (دوسری قراءت) رفع ہے یعنی پیش۔ اور اس قراءت کے موافق بھی مَا کی دو توجیہین ہین (پہلی توجیہ) یہ ہی۔ کہ یہ مَا موصولہ ہی۔ اور اس کا صلہ جملہ ہی۔ کیونکہ مَا بَعُوْضَۃٌ کی اصل مَا ھُوَ بَعُوْضَۃٌ ہے۔ مبتدا کو حذف کر دیا جس طرح تَمَامًا عَلَی الَّذِیْ اَحْسَنُ مین حذف کر دیا ہی۔ (دوسری توجیہ) یہ ہے۔ کہ یہ مَا استفہامیہ ہی۔ اللہ تعالیٰ نے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَسْتَحْیٖٓ اَنْ یَّضْرِبَ مَثَلًا (اللہ کسی مثل کے بیان کرنے سے نہین شرماتا) ارشاد فرمانے کے بعد مَا بَعُوْضَۃٌ فَمَا فَوْقَھَا یعنی مچھر کیا چیز ہے۔ اور جو چیز مچھر سے زیادہ ہے وہ کیا ہے کہ اللہ اُس کے ساتھ مثل بیان کرے۔ اللہ تو اُس چیز کے ساتھ بھی مثل بیان کر سکتا ہے جو مچھر سے بہت چھوٹی ہی۔ عرب کہتے ہین۔ فُلَانٌ لَا یُبَالِیْ بِمَا وَھَبَ مَا دِیْنَارٌ وَدِیْنَارَانِ (فلان شخص دینے مین کچھ پروا نہین کرتا۔ ایک دینار اور دو دینار کیا چیز ہین وہ اس سے بہت زیادہ دیتا ہے۔ (پانچوان مسئلہ) تفسیر کشاف کے مصنف نے کہا ہے ضرب المثل (یعنی مثل کا بیان کرنا) ضَرْبُ اللَّبِنِ (یعنی کچی اینٹ کا بنانا) اور ضَرْبُ الْخَاتَمِ (یعنی انگوٹھی کا بنانا) سے ماخوذ ہے۔ (چھٹا مسئلہ) بَعُوْضَۃً اس سبب سے منصوب ہے۔ کہ وہ مَثَلًا کا عطف بیان ہی۔ یا اس سبب سے کہ یَضْرِبُ کا مفعول ہی۔ اور مَثَلًا اُس کا حال اور اُس کے نکرے ہونے کے سبب سے اُس کا حال اُس سے مقدم ہے۔ یا اس سبب سے کہ یَضْرِبُ کا دوسرا مفعول ہی۔ اور یَضْرِبُ کو یَجْعَلُ کے معنی مین تضمین کر لیا ہے۔ اور بَعُوْضَۃً کے نصب کی یہ سب وجہین اس وقت ہین۔ کہ مَا زائد ہو۔ یا ابہامیہ یعنی بیانیہ۔ اگر مَا نکرہ ہو۔ اور بَعُوْضَۃً اُس کی تفسیر۔ تو بَعُوْضَۃً اپنے مفسر کا تابع ہے اور مفسَّر اور مفسِّر دونون کا مجموعہ عطف بیان ہی۔ یا مفعول اور مَثَلًا حالِ مقدم اور بَعُوْضَۃٌ کے مرفوع ہونے کا یہ سبب ہی۔ کہ وہ مبتدا کی خبر ہے۔ اگر مَا موصولہ یا موصوفہ یا استفہامیہ ہو۔ تو بَعُوْضَۃٌ کا خبر ہونا ظاہر ہے۔ یعنی مَا موصولہ۔ یا موصوفہ۔ یا استفہامیہ مبتدا ہے۔ اور بَعُوْضَۃٌ خبر۔ اگر مَا ابہامیہ۔ یعنی بیانیہ ہو۔ تو بَعُوْضَۃٌ کا خبر ہونا۔ اس امر پر مبنی ہے۔ کہ وہ کسی سائل کے سوال کا جواب ہے۔ گویا کسی سوال کرنے والے نے یہ سوال کیا مَا ھُوَ یعنی وہ مثل کیا ہے۔ اُس کے جواب مین بَعُوْضَۃٌ ارشاد فرمایا یعنی ھُوَ بَعُوْضَۃٌ یعنی وہ مثل مچھر ہے۔ ھُوَ محذوف مبتدا ہی۔ اور بَعُوْضَۃٌ خبر (ساتوان مسئلہ) تفسیر کشاف کے مصنف نے کہا ہے۔ بَعُوْض کا لفظ بعض کے لفظ سے مشتق ہی۔ اور بعض۔ بَضْعٌ اور عَضْب کی طرح کاٹنے کو کہتے ہین یعنی جس طرح بَضْعٌ اور عَضْب کے معنی کاٹنے کے ہین۔ اسی طرح بعض کے معنی بھی کاٹنے کے ہین۔ یعنی بے۔ عین۔ ضاد۔ ان تینون حرفون کو جس طرح ترتیب دو خواہ بعض ہو خواہ بضع۔ خواہ عضب۔ ہر صورت مین کاٹنے ہی کے معنی ہین۔ عرب کہتے ہین بَعَضَہُ الْبَعُوْضُ یعنی اسے مچھر نے کاٹا۔ اور بَعْضُ الشَّیْءِ (جس کے معنی چیز کے ٹکڑے اور چیز کے جزء کے ہین) اسی بعض سے ماخوذ ہی۔ کیونکہ چیز کا جزء اور چیز کا ٹکڑا اُس چیز کا قطعہ ہے۔ اور بَعُوْضٌ قَطُوْعٌ کی طرح اصل مین فَعُوْلٌ کے وزن پر صفت ہی۔ اور اُس کے معنی بہت کاٹنے والے کے ہین۔ چونکہ مچھر بہت کاٹتا ہی۔ اس سبب سے مچھر کو بعوض کہنے لگے۔ اور اُس کا یہ نام ہو گیا۔ اور بعض علما نے یہ کہا ہی۔ کہ بعوض۔ بعض الشَّیْءِ سے مشتق ہی جس کے معنی چیز اور ٹکڑے کے ہین۔ اور مچھر کو اُس کے جسم کے قلیل اور صغیر ہونے کے سبب سے بعوض اس سبب سے کہنے لگے۔ کہ چیز کا جزء اور ٹکڑا کل چیز کی نسبت قلیل اور صغیر ہوتا ہی۔ اور بعوض کی اشتقاق کی ان دونون وجہون مین سے پہلی ہی وجہ قوی ہی۔ تفسیر کشاف کے مصنف نے کہا ہی۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق مین سے مچھر ایک عجیب چیز ہی۔ وہ خود بھی بہت چھوٹا ہی۔ اور اُس کا ڈنک بہت ہی چھوٹا ہی۔ اور اُس کا ڈنک باوجودیکہ اس قدر چھوٹا ہی۔ پھر بھی وہ مجوف ہی۔ اور اُس کا ڈنک باوجودیکہ اسقدر چھوٹا اور مجوف ہی پھر بھی ہاتھی اور بھینس کی کھال مین کہ موٹی اور

سخت ہوتی ہی - اس طرح گھس جاتا ہی جس طرح آدمی کی انگلی خبیص مین گھس جاتی ہی - اور خبیص ایک کھانے کا نام ہے - جو چھوارون اور گھی کے ملانے سے بنتا ہے - اور اِس سبب یہ ہی - کہ مچھر کے ڈنک کے سرے مین اللہ تعالیٰ نے زہر رکھدیا ہے - (آٹھوان مسئلہ) اللہ تعالیٰ کے قول فَمَا فَوْقَهَا کی دو توجیہین ہین (پہلی توجیہ) فَمَا فَوْقَهَا سے وہ چیزین مراد ہین - جن کا جثہ مچھر کے جثے سے بہت بڑا ہے - جیسے مکھی - اور مکڑی - اور گدھا - اور کتا - کیونکہ قوم نے اُس تمثیل کا انکار کیا تھا - جو اللہ تعالیٰ نے اِن سب چیزون کے ساتھ دی تھی - (دوسری توجیہ) مَا فَوْقَهَا سے وہ چیزین مراد ہین - جو چھوٹے ہونے مین مچھر سے فائق ہین - یعنی جو چیزین مچھر سے بہت چھوٹی ہین - اور کئی دلیلون کے سبب سے محققون نے اسی دوسری توجیہ کو اختیار اور پسند کیا ہی - (پہلی دلیل) یہ ہی - کہ اِس تمثیل سے بتون کی حقارت کرنا مقصود ہی - اور مشبہ بہ جسقدر زیادہ حقیر ہوگا - اُسی قدر بتون کی زیادہ حقارت ہوگی (دوسری دلیل) یہ ہی - یہان اس بات کا بیان کرنا مقصود ہی - کہ اللہ تعالیٰ حقیر چیز کے ساتھ تمثیل دینے سے باز نہین آتا اور ایسے مقام مین جو چیز پیچھے مذکور ہوتی ہی - اُسے اُس چیز سے زیادہ حقیر ہونا چاہیے - جو پہلے مذکور ہوچکی ہی - عرب کہتے ہین اِنَّ فُلَانًا يَتَحَمَّلُ الذُّلَّ فِي اكْتِسَابِ الدِّيْنَارِ فَفِي اكْتِسَابِ مَا فَوْقَهُ (یعنی فلان شخص دینار کے حاصل کرنے اور اُس چیز کے حاصل کرنے مین جو قلت مین دینار سے بھی فائق ہی - ذلت کا تحمل کرتا ہی یعنی دینار کے حاصل کرنے اور جو چیز دینار سے بھی کم ہی اُسکے حاصل کرنے مین ذلت اُٹھاتا ہی - اور یہ جو ہم نے کہاہے کہ اس محاورے مین مَا فَوْقَهُ سے وہ چیز مراد ہے جو دینار سے بھی کم ہی - اس کی دلیل یہ ہی - کہ جو چیز دینار سے بہت کم ہی - اُس کے حاصل کرنے مین جو ذلت اُٹھانی پڑتی ہی - وہ اُس ذلت سے بہت زیادہ ہے - جو ایک دینار کے حاصل کرنے مین اُٹھانی جاتی ہی (تیسری دلیل) یہ ہے - کہ چیز جسقدر زیادہ چھوٹی ہی - اُسی قدر اُس کے اسرار سے آگاہ ہونا زیادہ مشکل ہے - اور جو چیز انتہا درجہ کی چھوٹی ہی - اُس کے اسرار سے اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کو آگاہی نہین - تو اُس چیز کے ساتھ تمثیل دینے مین بڑی چیز کے ساتھ تمثیل دینے کی نسبت کمال حکمت پر دلالت بہت زیادہ ہی - اور جن لوگون نے پہلی توجیہ کو اختیار کیا ہے - اُنھون نے دو دلیلون سے اُس کا بہتر ہونا ثابت کیا ہے (پہلی دلیل) یہ ہی - کہ فوق کا لفظ علو اور بلندی پر دلالت کرتا ہی - هٰذَا فَوْقَ ذَاكَ کہتے ہین - اور مراد یہی ہوتی ہی - کہ یہ اُس سے بڑا ہی - اور ایک روایت مین یہ آیا ہی - کہ ایک شخص نے علیؓ کی مدح کی اور وہ شخص حضرت علیؓ کے باب مین متہم تھا یعنی حضرت علیؓ کی نسبت اُس کا اعتقاد فاسد تھا - حضرت علیؓ نے فرمایا - تو میری جو مدح کرتا ہی - مین اُس سے کم ہون - اور میری نسبت جو کچھ تیرے دل مین ہے - مین اُس سے اعلیٰ ہون - (دوسری دلیل) یہ ہے - جو چیز مچھر سے کم ہے - اُس کے ساتھ مثل کیونکر بیان ہوسکتی ہے - حالانکہ مچھر سب چیزون سے چھوٹا ہی - اور کوئی چیز مچھر سے چھوٹی نہین ہے (پہلی دلیل کا جواب یہ ہی - اگر کسی صفت کا ثبوت ایک چیز مین اقوی ہو - اور دوسری مین اضعف تو اُس صفت کے اعتبار سے وہ چیز جس مین اُس کا ثبوت اقوی ہے - اُس چیز سے فائق ہوگی جس مین اُس کا ثبوت اضعف ہی - یہ کہا جاتا ہی - اِنَّ فُلَانًا فَوْقَ فُلَانٍ فِي اللُّؤْمِ وَالدَّنَاءَةِ - یعنی لئیمی اور دنائت مین فلان شخص فلان شخص سے فائق ہی - اور مراد یہ ہوتی ہی - کہ لئیمی اور دنائت مین فلان شخص فلان شخص سے بہت زیادہ ہی - اسی طرح جب یہ کہا جائے هٰذَا فَوْقَ ذٰلِكَ فِي الصِّغَرِ - چھوٹے ہونے مین یہ اُس سے فائق ہے - تو یہ مراد ہونی چاہیے کہ چھوٹے ہونے مین یہ اُس سے بہت زیادہ ہی - اور دوسری دلیل کا جواب یہ ہی - کہ مچھر کا بازو مچھر سے بہت چھوٹا ہے - اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مچھر کے بازو کے ساتھ دنیا کی مثل بیان کی ہی - (نوان مسئلہ) اَمَّا ایک ایسا حرف ہی - جس مین شرط کے معنی ہین - اور اسی سبب سے اُس کے جواب مین فے آتی ہی - اور یہ حرف تاکید کا فائدہ دیتا ہے - تو کہتا ہی - زَيْدٌ ذَاهِبٌ - یعنی زید جانے والا ہے - اس کی تاکید کا جب تیرا ارادہ ہو - اور یہ مقصود ہو - کہ وہ ضرور ہی جانے والا ہے - تو - تو اَمَّا زَيْدٌ فَذَاهِبٌ کہیگا - جب یہ بات ثابت ہوچکی - تو اب ہم یہ کہتے ہین - دونون جملون (یعنی جملہ اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ اور جملہ اَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَيَقُوْلُوْنَ مَاذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا) کے ساتھ اَمَّا کے لانے سے مومنون کی بڑی ثنا اور ستائش اور اُنھین جو مثل کے حق ہونے کا علم ہے - اُن کے اس علم کا معتدبہ اور معتبر ہونا - اور کافرون کی اُن کے قول کے سبب سے بڑی مذمت سمجھی جاتی ہی - (دسوان مسئلہ) جس شے کے ثبوت سے انکار جائز نہ ہو - اُس شے کو حق کہتے ہین - یہ کہا جاتا ہے حَقَّ الْاَمْرُ اور مراد یہ ہوتی ہی - کہ وہ امر ثابت ہوگیا - اور وَحَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ (یعنی تیرے پروردگار کا کلمہ ثابت ہوگیا) - اور ثَوْبٌ مُحَقَّقُ النَّسْجِ (یعنی مضبوط بناوٹ کا کپڑا) (گیارھوان مسئلہ) مَاذَا کی دو توجیہین ہین - (پہلی توجیہ) یہ ہی - کہ ذَا اِسمِ موصول ہے اَلَّذِيْ کے معنی مین - اس صورت مین مَا - ذَا دو کلمے ہین - اور (دوسری توجیہ) یہ ہے

اور ذا اپنے صلے سمیت اُس کی خبر- اور دوسری توجیہ کے موافق مَاذَا پورا کا پورا محلاً منصوب ہے- اور پورا مَاذَا صرف مَا کے حکم میں ہے- اور مَاذَا اَرَادَ اللّٰہُ بمنزلہ مَا الَّذِیْ اَرَادَ اللّٰہُ کے ہے- (بارھوان مسئلہ) ارادہ اُس چیز اور اُس حقیقت اور اُس ماہیت کو کہتے ہین- جسے عاقل اپنے نفس مین پاتا ہے- اور اُس کے درمیان اور اپنے علم اور اپنی قدرت اور اپنے الم اور اپنی لذت کے درمیان بدیہی فرق پاتا ہے جب یہ بات ہے- تو ارادے کی ماہیت کا تصور تعریف کا محتاج نہین ہے- اور متکلمین نے ارادے کی تعریف کی ہے- اور یہ کہا ہے- کہ ارادہ اُس صفت کو کہتے ہین جو ممکن کی ایک جانب کے دوسری جانب پر رجحان کو چاہتی ہے نہ وقوع مین- بلکہ ایقاع یعنی واقع کرنے مین اور اس اخیر کی قید کے سبب سے ارادے کی تعریف سے قدرت خارج ہوگئی اور تمام مسلمان بالاتفاق یہ کہتے ہین کہ اللہ تعالیٰ مرید (یعنی ارادہ کرنے والا) ہے- اور اللہ تعالیٰ پر مرید کے لفظ کا اطلاق کرتے ہین- مگر اُن کا باہم اس امر مین اختلاف ہے- کہ اللہ تعالیٰ کو مرید ہونے کے کیا معنی ہین- نجاریہ نے کہا ہے کہ ارادہ ایک سلبی امر ہے اور اللہ تعالیٰ کو مرید ہونے کے یہ معنی ہین کہ اللہ مغلوب نہین ہے- اور اللہ تعالیٰ پر کسی کی زبردستی نہین ہے- اور بعض کا یہ قول ہے- کہ ارادہ ایک ثبوتی امر ہے- جو لوگ یہ کہتے ہین- کہ ارادہ ایک ثبوتی امر ہے- اُن کا بھی باہم اختلاف ہے- جاحظ اور کعبی اور ابوالحسین بصری نے یہ کہا ہے- کہ اللہ تعالیٰ کو جو یہ علم ہے- کہ فعل مصلحت یا مفسدے پر مشتمل ہے- اللہ تعالیٰ کا یہ علم ہی اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے- اور اُنھون نے اس علم کا نام داعی یا صارف رکھا ہے یعنی اگر اللہ تعالیٰ کو یہ علم ہے- کہ فعل مصلحت پر مشتمل ہے- تو اس علم کا نام داعی ہے- اور اگر یہ علم ہے- کہ فعل مفسدے پر مشتمل ہے تو اس علم کا نام صارف ہے- ہمارے اصحاب (یعنی اشاعرہ) اور ابوعلی اور ابوہاشم اور اُن دونون کے اتباع نے یہ کہا ہے- کہ ارادہ علم کے سوا ایک اور صفت ہے- اور اس صفت کی تقسیم یہ ہے- یہ صفت یا ذاتی ہے یہ نجاریہ کا دوسرا قول ہے- یا معنوی- اور یہ معنی یا قدیم ہین- یہ اشعریہ کا قول ہے- یا حادث- اور یہ حادث یا اللہ تعالیٰ کے ساتھ قائم ہے- یہ کرامیہ کا قول ہے- یا کسی اور جسم کے ساتھ یہ کسی کا مذہب نہین ہے- اس کا کوئی شخص قائل نہین- یا محل کے بغیر موجود ہے- یہ ابوعلی اور ابوہاشم اور اُن کے تابعین کا قول ہے- (تیرھوان مسئلہ) اَنَّهُ الْحَقُّ کی ضمیر مثل کی طرف پھرتی ہے- یا اَنْ یَضْرِبَ کی طرف (یعنی مثل حق ہے- یا مثل کا بیان کرنا حق ہے) اور کافرون کا قول مَاذَا اَرَادَ اللّٰہُ بِهٰذَا تحقیر پر دلالت کرتا ہے- جیسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول یَا عَجَبًا لِابْنِ عُمَرَ وَهٰذَا (اس ابن عمرو پر تعجب ہے) سے حقارت سمجھی جاتی ہے- جو آپ نے عبداللہ بن عمرو بن العاص کی نسبت ارشاد فرمایا ہے (چودھوان مسئلہ) جس شخص نے فاسد اور خراب جواب دیا- تو اس سے یہ کہتے ہین مَاذَا اَرَدْتَ بِهٰذَا جَوَابًا یعنی اس جواب سے تیری کیا مراد ہے- اور جس شخص نے خراب اور نکما ہتھیار دیا- تو اس سے یہ کہتا ہے کَیْفَ تَنْتَفِعُ بِهٰذَا سِلَاحًا یعنی تو اس ہتھیار سے کس طرح فائدہ اُٹھائیگا- جس طرح تیرے ان دو قولون مین جَوَابًا اور سِلَاحًا تمیز ہونے کے سبب سے منصوب ہین- اسی طرح مَثَلًا اس آیت مین تمیز ہونے کے سبب منصوب ہے- یا مَثَلًا اس سبب سے منصوب ہے- کہ وہ حال ہے- جس طرح اللہ تعالیٰ کے قول هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً (یعنی یہ اللہ کی اونٹنی ہے- درانحالیکہ یہ تمہارے لیے معجزہ ہے) مین اٰيَةً حال ہونے کے سبب سے منصوب ہے- (پندرھوان مسئلہ) جاننا چاہیے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے قول مَاذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا (یعنی اللہ کی اس مثل سے کیا مراد ہے) کے ساتھ اُن کے انکار اور اللہ کے کلام کی تحقیر کرنے کی حکایت بیان کر چکا- تو اس کے بعد اپنے قول یُضِلُّ بِهٖ كَثِیْرًا وَّیَهْدِیْ بِهٖ كَثِیْرًا (اس مثل کے ساتھ بہت سے لوگون کو گمراہ کرتا ہے- اور بہت سے لوگون کو ہدایت) کے ساتھ اُس کا جواب دیا ہم یہان ہدایت اور ضلال کی پوری تحقیق بیان کرنا چاہتے ہین- تاکہ یہ مقام بمنزلہ اصل کے ہو اور اس باب مین جو آیتین آئین- اُن سب مین اسی کی طرف رجوع کیا جائے ہم پہلے اضلال کی تحقیق بیان کرتے ہین- اور یہ کہتے ہین- کہ ہمزہ کبھی فعل غیر متعدی کو متعدی کرنے کے لیے آتا ہے- جیسے تیرا قول خَرَجَ (یعنی نکلا) یہ غیر متعدی ہے- اور جب تونے اَخْرَجَ کہا (یعنی نکالا) تو اُسے تونے متعدی کر دیا- اور کبھی فعل متعدی کو غیر متعدی کرنے کے لیے آتا ہے- جیسے تیرا قول كَبَبْتُهٗ فَاَكَبَّ- یعنی مین نے سرنگون کیا تو وہ سرنگون ہوگیا- كَبَبْتُهٗ متعدی تھا- اَكَبَّ کو ہمزہ نے غیر متعدی کر دیا- اور کبھی صرف وجدان کے لیے آتا ہے- عمرو بن معدیکرب نے بنی سُلیم سے کہا- قَاتَلْنَاكُمْ فَمَا اَجْبَنَّاكُمْ وَهَاجَیْنَاكُمْ فَمَا اَفْحَمْنَاكُمْ- وَسَاَلْنَاكُمْ فَمَا اَبْخَلْنَاكُمْ (یعنی ہم نے تم سے قتال کیا تو ہم نے تمہین نامرد نہین پایا- اور ہم نے تمہاری ہجو کہی- تو ہم نے تمہین خاموش اور بے زبان نہین پایا- اور ہم نے تم سے مانگا- تو ہم نے تمہین بخیل نہین پایا- اور اَتَیْتُ اَرْضَ فُلَانٍ فَاَعْمَرْتُهَا کہتے ہین- اور مراد یہ ہوتی ہے- کہ مین فلان شخص کی زمین پر آیا- تو مین نے

اضلال کی تحقیق

ہو جائے + تو حسین ذلیل اور مقہور پایا گیا -) کہنے والا یہ کہہ سکتا ہے - یہ کہنا کیوں نہیں جائز ہے - کہ ہمزہ صرف غیر متعدی کے متعدی کرنے ہی کے لیے آتا ہے - اور یہ جو کہا گیا ہے - کَبَبْتُهٗ فَاَکَبَّ کا ہمزہ فعل متعدی کو غیر متعدی کرنے کے لیے آیا ہے - اس کا جواب یہ ہے - شاید اسکی اصل کَبَبْتُهٗ فَاَکَبَّ نَفْسَهٗ عَلٰی وَجْهِهٖ تھی فعل کا تو ذکر کر دیا - اور دونوں مفعول حذف کر دیے - اور دونوں مفعولوں کا حذف کرنا نادر و قلیل نہیں ہے - بلکہ کثیر ہے - یعنی کَبَبْتُهٗ ایک مفعول کی طرف متعدی تھا ہمزہ نے دوسرے مفعول کی طرف بھی متعدی کر دیا - مگر دونوں مفعول محذوف ہیں - اور یہ جو کہا گیا ہے - کہ قَاتَلْنَاکُمْ فَمَا اَجْبَنَّاکُمْ کا ہمزہ وجدان کے لیے ہے - اس کا جواب یہ ہے - کہ اَجْبَنَّاکُمْ وغیرہ کا ہمزہ بھی غیر متعدی کو متعدی کرنے ہی کے لیے ہے - اور معنی یہ ہیں - کہ ہم نے اور ہماری قتال نے تمہیں نامرد نہیں کیا - یعنی ہماری قتال نے تمہارے نامرد ہونے میں تاثیر نہیں کی - اور ہماری ہجو نے تمہاری خاموش اور بے زبان ہو جانے میں تاثیر نہیں کی - اور باقی کے معنی بھی اسی طرح ہیں - اور ہمارا یہ قول پہلے قول سے اس سبب سے بہتر ہے - کہ پہلے قول میں ہمزہ کا کئی معنوں میں مشترک ہونا لازم آتا ہے - اور ہمارے اس قول میں مشترک ہونا لازم نہیں آتا - جب یہ بات ثابت ہو چکی - تو اب ہم یہ کہتے ہیں - ہمارے قول اَضَلَّهُ اللّٰهُ کے صرف دو ہی معنی ہو سکتے ہیں (پہلے معنی) یہ ہیں - کہ اللہ نے اُسے گمراہ کر دیا - اور (دوسرے معنی) یہ ہیں - کہ اللہ نے اُسے گمراہ پایا - یعنی اضلال کا ہمزہ یا غیر متعدی کے متعدی کرنے کے لیے ہے - یا وجدان کے لیے - اگر غیر متعدی کے متعدی کرنے کے لیے ہے - تو یہ معنی ہیں - کہ اللہ نے اُسے گمراہ کر دیا - اگر وجدان کے لیے ہے - تو یہ معنی ہیں - کہ اللہ نے اُسے گمراہ پایا - اگر پہلے معنی (یعنی اللہ نے اُسے گمراہ کر دیا) مراد ہوں - تو اضلال کا لفظ اس بات پر دلالت نہیں کرتا - کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے کس چیز سے گمراہ کر دیا - مگر اس میں عقلی احتمال صرف دو ہیں - (پہلا احتمال) یہ ہے - کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے دین سے گمراہ کر دیا - (دوسرا احتمال) یہ ہے - کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے جنت سے گمراہ کر دیا - پہلے احتمال (یعنی اللہ تعالیٰ نے اُسے دین سے گمراہ کر دیا) کی تحقیق یہ ہے - کہ اَضَلَّهٗ عَنِ الدِّیْنِ (یعنی دین سے گمراہ کرنا) کے لغوی معنی دین کے چھوڑ دینے کی طرف بلانے اور اُس کی آنکھوں میں دین کی زشتی اور زبونی ظاہر کر دینے کے ہیں - اور اضلال کے اسی معنی کو ابلیس کی طرف اللہ تعالیٰ نے منسوب کیا ہے - اور یہ ارشاد فرمایا ہے - اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِیْنٌ بیشک شیطان ظاہر اور کھلا ہوا دشمن ہے - وہ دین کے چھوڑ دینے کی طرف بلاتا ہے - اور آنکھوں میں دین کی زشتی اور زبونی ظاہر کرتا ہے - اور نیز شیطان کا مقولہ ارشاد فرمایا ہے - وَلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّیَنَّهُمْ - بیشک میں اُنھیں دین سے گمراہ کروں گا - یعنی میں اُنھیں دین کے چھوڑ دینے کی طرف بلاؤں گا - اور اُنکی آنکھوں میں دین کی زشتی اور زبونی ظاہر کروں گا - اور میں طرح طرح کی اُنھیں آرزوئیں دلاؤں گا - اور نیز کافروں کا مقولہ ارشاد فرمایا ہے - قَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا رَبَّنَآ اَرِنَا الَّذَیْنِ اَضَلّٰنَا مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ اَقْدَامِنَا (یعنی کافر کہیں گے اے پروردگار جن اور انس میں سے جن دونوں نے ہمیں گمراہ کیا ہے - یعنی جن دونوں نے دین کے چھوڑ دینے کی طرف ہمیں بلایا ہے - اور ہماری آنکھوں میں دین کی زشتی اور زبونی ظاہر کی ہے - اُن دونوں کو تو ہمیں دکھلا دے - کہ ہم اپنے پاؤں سے اُنھیں مسل ڈالیں اور نیز ارشاد فرمایا ہے - فَزَیَّنَ لَهُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِیْلِ (یعنی شیطان نے اُن کے لیے اُنکے عمل مزین اور آراستہ کر کے اُنھیں راہ سے روک دیا -) اور نیز شیطان کا مقولہ ارشاد فرمایا ہے - وَمَا کَانَ لِیَ عَلَیْکُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُکُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِیْ (میری تمہارے اوپر کچھ زبردستی نہیں تھی - میں نے تو صرف دین کے چھوڑنے کی طرف تمہیں بلایا تم نے خود ہی میرا کہنا مان لیا -) اور اضلال کے اسی معنی کو اللہ تعالیٰ نے فرعون کی طرف بھی منسوب کیا ہے - اور یہ ارشاد فرمایا ہے وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَمَا هَدٰی (فرعون نے اپنی قوم کو دین سے گمراہ کیا - اور ہدایت نہیں کی - یعنی فرعون نے اپنی قوم کو دین کے چھوڑنے کی طرف بلایا اور اُس کی آنکھوں میں دین کی زشتی اور زبونی ظاہر کر دی) جاننا چاہیے کہ تمام اُمت کا اس بات پر اتفاق اور اجماع ہے - کہ اضلال کے یہ معنی اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت نہیں ہو سکتے - کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو کفر کی طرف نہیں بلایا - اور کفر کے کرنے کی رغبت نہیں دلائی - بلکہ کفر کرنے سے منع کیا - اور جھڑکا - اور کفر کرنے پر عذاب کرنے کا وعدہ کیا جب اضلال کے لغوی معنی یہی ہیں - اور تمام اُمت کا اس بات پر اتفاق و اجماع ہے - کہ اضلال کے یہ معنی اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت نہیں ہو سکتے - تو تمام اُمت کا اس بات پر اتفاق اور اجماع ہونا ثابت ہو گیا - کہ اضلال کے لفظ کے حقیقی معنی مراد نہیں ہو سکتے - اور جب اضلال کے لفظ کے حقیقی معنی

تعالیٰ نے اُن مین گمراہی اور کفر پیدا کر دیا۔ اور اُنھین دین سے روکدیا۔ اور اُن کے اور دین کے درمیان خود حائل ہوگیا۔ اور جبریون نے کبھی یہ بھی کہا ہے
کہ لفظ اضلال کے اصلی اور حقیقی معنی یہی ہین۔ کیونکہ اضلال کسی چیز کے گمراہ کرنے کو کہتے ہین جس طرح اخراج اور ادخال کسی چیز کے خارج کرنے اور داخل کرنیکو
کہتے ہین۔ معتزلہ نے یہ کہا ہے ۔ جبریون کی یہ تاویل نہ لغوی اوضاع کے اعتبار سے جائز ہے اور نہ عقلی دلائل کے اعتبار سے۔ لیکن یہ بات۔ کہ جبریون
کی یہ تاویل لغوی اوضاع کے اعتبار سے جائز نہین ہے۔ اس کا بیان کئی طریق سے ہی (پہلا طریق) یہ ہے۔ جس شخص نے زبردستی سے کسی کو راہ چلنے
سے منع کیا۔ لغت کے اعتبار سے اُسے یہ نہین کہ سکتے کہ اُس نے اُسے گمراہ کردیا۔ بلکہ یہ کہتے ہین۔ کہ اُس نے راہ چلنے سے اُسے منع کیا۔ اور یہ (یعنی اُس نے اُسے گمراہ کردیا)
اُسی وقت کہتے ہین۔ کہ اُس نے راہ اُس پر مشتبہ کردی ہو۔ اور اُس کے دل مین اُس نے وہ شبہ ڈالدیا ہو۔ جو راہ کو اُس پر مشتبہ کردے۔ اور پھر اُسے راہ نہ ملے
(دوسرا طریق) یہ ہی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ابلیس اور فرعون کو مضل اور گمراہ کنندہ ارشاد فرمایا ہے۔ حالانکہ اس بات پر جبریہ اور قدریہ دونون فرقون کا اتفاق ہی۔
کہ جن لوگون نے فرعون اور ابلیس کو مان لیا تھا۔ فرعون اور ابلیس نے اُنکے دلون مین ضلال اور گمراہی پیدا نہین کی تھی۔ لیکن یہ بات کہ جبریہ اس امر پر
متفق ہین۔ اس کی دلیل یہ ہی۔ کہ جبریون کے نزدیک بندہ کسی چیز کو پیدا نہین کرسکتا۔ اور بندے کو کسی چیز کے پیدا کرنے کی قدرت نہین ہی۔ اور اس بات کی
قدریون کے متفق ہونے کی دلیل یہ ہی۔ کہ قدریون کے نزدیک بندہ اس قسم کی ایجاد پر قادر نہین ہے۔ یعنی بندہ اورون کے دلون مین ضلال و گمراہی پیدا
نہین کرسکتا۔ جب اس بات پر سب کا اتفاق ہی۔ کہ فرعون اور ابلیس پر مضل اور گمراہ کنندہ کا اطلاق حقیقی ہی۔ حالانکہ ابلیس اور فرعون نے لوگون کے دلون مین ضلال اور
گمراہی پیدا نہین کی ہی۔ تو ہمین یہ معلوم ہوگیا۔ کہ عربی زبان مین مضل ضلال و گمراہی کے خالق اور پیدا کنندہ کو نہین کہتے۔ (تیسرا طریق) یہ ہے۔ کہ اضلال (یعنی گمراہ کرنا)
ہدایت کا مقابل ہی۔ تو جس طرح یہ کہ سکتے ہین۔ هَدَيْتُهٗ فَمَا اهْتَدٰى یعنی مین نے اُسے ہدایت کی۔ اور اُسے ہدایت نہین ہوئی۔ اسی طرح یہ بھی کہ سکتے ہین۔ اَضْلَلْتُهٗ فَمَا
ضَلَّ۔ یعنی مین نے اُسے گمراہ کیا۔ اور وہ گمراہ نہ ہوا۔ اور جب یہ کہ سکتے ہین۔ تو یہ کہنا۔ کہ اضلال سے ضلال۔ اور گمراہی کا پیدا کرنا مراد ہی۔ ناممکن ہی۔ کیونکہ اگر اضلال سے
گمراہی کا پیدا کرنا مراد ہو۔ تو اَضْلَلْتُهٗ فَمَا ضَلَّ کا کہنا ناممکن ہوگا۔ کیونکہ اس صورت مین اس کے یہ معنی ہین۔ کہ مین نے اُس مین گمراہی پیدا کردی۔ اور اُس مین گمراہی پیدا
نہ ہوئی۔ اور یہ ناممکن ہے۔ کیونکہ یہ نہین ہوسکتا۔ کہ کسی مین گمراہی پیدا کی جائے۔ اور پھر اُس مین گمراہی پیدا نہ ہو۔ اِس بیان سے یہ بات واضح ہوگئی۔ کہ اضلال سے گمراہی کا
پیدا کرنا مراد نہین ہی۔ اور یہ بات کہ جبریون کی یہ تاویل عقلی دلیلون کے اعتبار سے جائز نہین ہی۔ اس کا بیان بھی کئی طریق سے ہے (پہلا طریق) یہ ہے۔ اگر خود اللہ
تعالیٰ نے بندے مین گمراہی پیدا کی ہو۔ اور پھر اُسے ایمان لانے کی تکلیف دی ہو۔ تو اللہ تعالیٰ نے بندے کو دونون ضدون کے جمع کرنے کی تکلیف دی
اور بندے کو دونون ضدون کے جمع کرنے کی تکلیف دینا نادانی اور ظلم ہی۔ خود ارشاد فرمایا ہے۔ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ۔ تیرا پروردگار بندون پر ظلم نہین کرتا ہی۔ اور
نیز ارشاد فرمایا ہے۔ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا۔ اللہ ہر ایک شخص کو اُس کی طاقت کے موافق تکلیف دیتا ہی۔ اور دونون ضدون کا جمع کرنا ناممکن اور محال
اور بندے کی طاقت سے خارج ہے۔ اور نیز ارشاد فرمایا ہی۔ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ۔ اللہ تعالیٰ نے دین مین تم پر کسی قسم کی تنگی نہین کی ہی۔ اور دونون ضدون کے
جمع کرنے سے جو محال اور ناممکن ہے۔ اور زیادہ کیا تنگی ہوگی (دوسرا طریق) اگر اللہ تعالیٰ نے خود جہل و نادانی پیدا کی ہو۔ اور بندون کو اشتباہ مین ڈالدیا ہو۔ تو اللہ تعالیٰ
اُن چیزون کا مبین یعنی بیان کرنے والا نہ ہوگا۔ جن چیزون کے ساتھ اللہ نے بندے کو تکلیف دی ہی۔ اور تمام اُمت کا اس بات پر اتفاق اور اجماع ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے
بندے کو جن چیزون کے ساتھ تکلیف دی ہی۔ اُن چیزون کو بیان کردیا ہی۔ (تیسرا طریق) یہ ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے اُن مین گمراہی پیدا کی ہی۔ اور اُنھین ایمان سے روکدیا ہے
تو اُن پر کتابون کے نازل کرنے اور اُن کے پاس رسولون کے بھیجنے سے کچھ فائدہ نہین ہی۔ کیونکہ جس چیز کا حاصل ہونا ممکن نہین ہی۔ اُس کے حاصل کرنے کے لیے کوشش
اور سعی کرنا نادانی اور بیہودگی ہے۔ (چوتھا طریق) جبریہ نے جو یہ کہا ہی۔ اضلال کے لفظ سے گمراہی کا پیدا کرنا مراد ہے۔ اُن کا یہ قول بہت سی آیتون کے خلاف ہی۔ فَمَا لَهُمْ

لَا يُؤْمِنُونَ - اُنھین کیا ہو گیا - کہ وہ ایمان نہین لاتے - فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِينَ - اُنھین کیا ہو گیا ہے کہ وہ ذکر ونصیحت سے پھیرے ہین اور ... 
اِذْ جَاءَهُمُ الْهُدَىٰ اِلَّا اَنْ قَالُوا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُولًا - لوگون کے پاس ہدایت کے آجانے کے وقت اُنھین ایمان لانے سے اُن کو صرف اس قول نے روک دیا 
کیا اللہ نے بشر کو رسول کرکے بھیجا ہے - اللہ تعالیٰ نے اس آیت مین یہ ارشاد فرمادیا - کہ اُنھین ایمان لانے سے کوئی چیز مانع نہ تھی - وہ ایمان لانے سے صرف ان بات کے 
انکار کے سبب سے باز رہے - کہ بشر رسول ہے - اور نیز ارشاد فرمایا ہے - وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُؤْمِنُوا اِذْ جَاءَهُمُ الْهُدَىٰ وَيَسْتَغْفِرُوا رَبَّهُمْ - لوگون کے پاس ہدایت کے 
آجانے کے وقت اُنھین ایمان لانے - اور پروردگار سے بخشش چاہنے سے - کوئی چیز مانع نہ تھی - اور نیز ارشاد فرمایا ہے - كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ 
تم اللہ کا کس طرح انکار کرتے ہو حالانکہ تم بے جان تھے - اللہ نے تمہین زندہ کیا - اور نیز ارشاد فرمایا ہے - اَنّٰى تُصْرَفُونَ - تم کہان سے پھیرے جاتے ہو - اور نیز ارشاد فرمایا ہے 
اَنّٰى تُؤْفَكُونَ - تم کہان سے پھیرے جاتے ہو - اگر خود اللہ تعالیٰ نے اُنہین دین سے گمراہ کیا ہو - اور ایمان سے پھیر دیا ہو - تو یہ سب آیتین باطل ہو جائینگی (پانچوان طریق) یہ ہے 
کہ اللہ تعالیٰ نے شیطان اور اُس کے گروہ - اور اُن لوگون کی مذمت کی ہے جنھون نے لوگون کو دین سے گمراہ کرنے اور حق سے پھیرنے مین شیطان کی راہ اختیار کی ہے - اور اپنے بندون 
اور اپنے رسول کو یہ حکم کیا ہے - کہ وہ شیطان - اور اُس کے گروہ اور اُن لوگون سے پناہ مانگین - جنھون نے شیطان کی راہ اختیار کی ہے - اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے - قُلْ اَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ 
تا قول عزوجل مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ - ای محمد تو یہ کہ مین شیطان کے شر سے لوگون کے پروردگار کے ساتھ پناہ مانگتا ہون - اور ارشاد فرمایا ہے - قُلْ اَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ - ای محمد تو یہ کہ مین صبح کے 
پروردگار کے ساتھ پناہ مانگتا ہون - اور ارشاد فرمایا ہے - قُلْ رَبِّ اَعُوذُ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ - ای محمد تو یہ کہ - ای پروردگار مین شیطانون کے خطرون سے تیرے ساتھ پناہ مانگتا 
ہون - اور ارشاد فرمایا ہے - وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ - جب تو قرآن پڑھے تو ملعون شیطان سے اللہ کے ساتھ پناہ مانگ جس طرح شیطان گمراہ کرتے 
ہین - اگر اللہ تعالیٰ بھی بندون کو دین سے اسی طرح گمراہ کرتا - تو شیطانون کی طرح مذمت کا مستحق ہوتا - اور جس طرح شیطانون سے پناہ مانگنی واجب اور ضروری ہے - اسی طرح اللہ تعالیٰ سے پناہ 
مانگنی واجب اور ضروری ہوتی - اور گمراہ کرنے کے سبب سے جس طرح شیطان سے دشمنی رکھنی واجب اور ضروری ہے - اسی طرح اللہ تعالیٰ سے بھی دشمنی رکھنی واجب اور ضروری ہوتی - بلکہ گمراہ کرنے مین اللہ تعالیٰ کو 
شیطانون سے بہت زیادہ فضیلت ہے - کیونکہ گمراہی کے حاصل ہونے مین شیطان کا گمراہ کرنا - اور نہ کرنا دونون برابر ہین - اللہ تعالیٰ ہی کے گمراہ کرنے سے گمراہی حاصل ہوتی ہے - اور گمراہی کے 
حاصل ہونے مین اللہ تعالیٰ ہی کا گمراہ کرنا موثر ہے - اور اس سے یہ لازم آتا ہے - کہ شیطان تمام برائیون اور قباحتون سے پاک اور مقدس ہو - اور سب ایمان اور زشتیان اللہ تعالیٰ ہی 
کی طرف راجع ہون - اور مذمت کو شیطان سے کچھ تعلق اور لگاؤ نہ ہو - بالکل اللہ ہی کی طرف راجع ہو (چھٹا طریق) یہ ہے - کہ اللہ تعالیٰ نے دین سے گمراہ کرنے کو اورون کی طرف منسوب 
کیا ہے - اور دین سے گمراہ کرنے کے سبب سے اُن کی مذمت کی ہے - ارشاد فرمایا ہے - وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهُ وَمَا هَدَىٰ - فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ کیا - اور ہدایت نہین کی - اَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ 
سامری نے اُنھین گمراہ کر دیا - وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ - زمین کے رہنے والون مین سے بہت سے ایسے لوگ ہین - اگر تو اُن کی طاعت کریگا - تو وہ تجھے 
اللہ کی راہ سے گمراہ کر دین گے - اِنَّ الَّذِينَ يَضِلُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا نَسُوا يَوْمَ الْحِسَابِ - بیشک جو لوگ اللہ کی راہ کی راہ سے گمراہ کرتے ہین - اُنھین اس سبب سے 
سخت عذاب ہوگا - کہ وہ حساب کے دن کو بھول گئے ہین - اور اللہ تعالیٰ نے شیطان کا مقولہ نقل کیا ہے - وَلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ - بیشک مین اُنھین گمراہ کرونگا - اور طرح 
طرح کی آرزوئین دلاؤنگا - یا فی الحقیقت صرف انھین لوگون نے اورون کو دین سے گمراہ کیا ہے - یا اُن کا گمراہ کرنے والا صرف اللہ ہی ہے - ان لوگون کو اُن کے گمراہ کرنے مین کچھ 
دخل نہین ہے - یا اللہ تعالیٰ اور ان لوگون نے شریک ہو کر اُنھین گمراہ کیا ہے - اگر صرف اللہ تعالیٰ ہی نے اُنھین دین سے گمراہ کیا ہے - اور ان لوگون کو اُن کے گمراہ کرنے مین کچھ دخل نہین ہے 
تو اللہ تعالیٰ نے ان لوگون پر افترا کیا - کیونکہ اپنی عادت اور اپنے عیب کو اُن کی طرف منسوب کر دیا - اور جو اُنھون نے نہین کیا ہے - اُس کے سبب سے اُن کی مذمت کی - اور اللہ تعالیٰ 
افترا کرنے سے پاک اور مقدس ہے - اگر اللہ تعالیٰ گمراہ کرنے مین ان لوگون کا شریک ہے - تو اللہ تعالیٰ کو ان لوگون کی ایسے فعل پر مذمت کرنی کس طرح جائز ہوگی جس مین خود اُن کا شریک ہے 
اور جس مین خود اُن کی برابر ہے - جب یہ دونون صورتین باطل ہو گئین - تو یہ ثابت ہو گیا - کہ انھی لوگون نے اُنھین گمراہ کیا ہے - اور گمراہی کا پیدا کنندہ اور خالق اللہ تعالیٰ نہین ہے 
(ساتوان طریق) یہ ہے - کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی بہت سی آیتین ذکر کی ہین - جن مین اُس گمراہی کا ذکر ہے - جو گنہگارون کی طرف منسوب ہے - ارشاد فرمایا ہے - وَمَا يُضِلُّ بِهِ اِلَّا الْفَاسِقِينَ

... اور بدکارون ہی کو گمراہ کرتا ہے۔ يُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ۔ اللہ ظالمون کو گمراہ کرتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ۔ بیشک اللہ اُس قوم کو ہدایت نہین کرتا ہے۔ جو کافر ہے۔ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابٌ۔ اسی طرح اللہ اُن لوگون کو گمراہ کرتا ہے۔ جو فضول خرچ اور شک کرنے والے ہین كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ۔ اسی طرح اللہ اُن لوگون کو گمراہ کرتا ہے۔ جو فضول خرچ اور جھوٹے ہین جو گمراہی اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہے۔ اگر اس سے وہی گمراہی مراد ہے۔ جو اُن مین ہے۔ تو جو شے حاصل ہے۔ اُس کا پھر دوبارہ حاصل کرنا۔ اور جو شے ثابت ہے اس کا پھر دوبارہ ثابت کرنا لازم آئیگا۔ اور یہ محال اور نا ممکن ہے۔ (آٹھوان طریق) یہ ہے۔ کہ جن چیزون کی وہ عبادت کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کی الٰہیت اور معبودیت کی نفی اس سبب سے کی۔ کہ وہ حق کی طرف ہدایت نہین کرتی ہیں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ اَفَمَنْ يَّهْدِىْٓ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّىْٓ اِلَّآ اَنْ يُّهْدٰى۔ جو شخص حق کی طرف ہدایت کرتا ہے۔ وہ پیروی کرنیکے قابل ہے۔ یا وہ شخص جو ہدایت کیے بغیر راہ نہین پاتا۔ چونکہ یہ چیزین ہدایت نہین کرتی ہین۔ اس سبب سے اللہ تعالیٰ نے ان کی ربوبیت اور معبودیت کی نفی کی۔ اور اللہ تعالیٰ خود ہدایت کرتا ہے۔ اس سبب سے اپنی ربوبیت اور معبودیت ثابت کی۔ اگر اللہ تعالیٰ لوگون کو گمراہ کرے۔ تو جس چیز کے سبب سے اُن کی پیروی کرنے سے منع کیا ہے۔ اس چیز مین خود اُن کی برابر ہو جائیگا۔ بلکہ اُن سے بڑھ جائیگا۔ کیونکہ بت جس طرح ہدایت نہین کرتے ہین گمراہ بھی نہین کرتے۔ اور اللہ تعالیٰ باوجودیکہ معبود ہے۔ اور ہدایت کر سکتا ہے۔ پھر بھی وہ ہدایت نہین کرتا۔ بلکہ گمراہ کرتا ہے۔ (نوان طریق) یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ یہ ارشاد فرماتا ہے۔ کہ یہ گمراہی انکے بری فعل کی سزا ہے۔ اگر اس گمراہی سے وہی گمراہی مراد ہو۔ جو ان مین ہے۔ تو انھین ایسی چیز کے ساتھ سزا ہوگی۔ جس کے ساتھ انہین بہت ہی تعلق اور لگاؤ ہے۔ اور جسکی طرف وہ ہمہ تن متوجہ اور ملتفت ہین۔ اور جس سے انھین بہت ہی لذت حاصل ہوتی ہے۔ اور جسکے ساتھ باہم ایک دوسرے پر رشک کرتے ہین۔ اگر اس قسم کی سزا دینی جائز ہو۔ تو زنا کرنے والے کو زنا کرنیکی سزا پھر زنا کرنیکے ساتھ اور شراب پینے والے کو شراب پینے کی سزا پھر شراب پینے کے ساتھ جائز ہوگی۔ اور یہ سزا جائز نہین ہے کیونکہ سزا ایسی چیز کے ساتھ ہو سکتی ہے جس سے تکلیف اور ایذا ہو۔ اور زنا کرنے والے کو زنا کرنے سے۔ اور شراب پینے والے کو شراب پینے سے ایذا اور تکلیف نہین ہو سکتی (دسوان طریق) یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے قول وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ (اللہ اس مثل بیان کرنے کے ساتھ انہی سرکشون اور بدکارون کو گمراہ کرتا ہے۔ جو اللہ کے ساتھ مضبوط عہد کرکے پھر اسے توڑ ڈالتے ہین) سے یہ صاف ظاہر ہے۔ کہ پہلے بندہ اُن فاسقون اور سرکشون اور بدکارون مین سے ہو جاتا ہے۔ جو اپنے قصد اور ارادے سے اللہ کے عہد کو توڑ ڈالتے ہین۔ پھر اس کے بعد اللہ اُسے گمراہ کرتا ہے۔ اور اس سے یہ بات ظاہر اور معلوم ہوئی۔ کہ بندے کے فاسق اور سرکش ہو جانے۔ اور اللہ کے عہد کے توڑ ڈالنے کے بعد جو اضلال (یعنی گمراہ کرنا) حاصل ہوتا ہے۔ وہ بندے کے فسق اور سرکشی اور بندے کی عہد شکنی کے مغایر ہے۔ گیارھوان طریق) یہ ہے۔ جو ضلال (یعنی گمراہ کرنا) اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُس کی تفسیر قرآن شریف مین۔ یا امتحان اور آزمایش کے ساتھ ارشاد فرمائی ہے۔ یا عقوبت اور سزا کے ساتھ۔ اللہ تعالیٰ نے جس آیت مین۔ اضلال (یعنی گمراہ کرنا) کی تفسیر امتحان اور آزمایش کے ساتھ ارشاد فرمائی ہے۔ وہ آیت یہ ہے۔ وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً۪ وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا (ہم نے فرشتون ہی کو دوزخ کا محافظ بنایا ہے۔ اور ہم نے کافرون کے امتحان اور آزمایش ہی کے لیے فرشتون کی شمار اور گنتی بیان کی ہے) تا قول عزوجل كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ (اسی طرح اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے) اللہ تعالیٰ نے اس آیت مین یہ ارشاد فرمایا ہے۔ کہ اللہ جو بندے کو گمراہ کرتا ہے۔ تو اللہ کے گمراہ کرنے کا یہ طریق ہے۔ کہ وہ کوئی ایسی متشابہ آیت۔ یا ایسا متشابہ فعل نازل کرتا ہے۔ بندہ جسکی اصل اور حقیقی غرض نہین جانتا۔ اور اس اضلال اور گمراہ کرنے کے ساتھ گمراہ وہ شخص ہے۔ جو اس متشابہ آیت اور متشابہ فعل کے مقصود سے واقف نہین ہے۔ اور نہ اُس کی حکمت مین غور اور فکر کرتا ہے۔ بلکہ غلط اور باطل محمل کے ثابت کرنے مین شبہون پر اعتماد اور بھروسا کرتا ہے۔ جیسا اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِىْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ (یعنی جن کے دلون مین کجی ہے۔ وہ فتنے کی تلاش اور مراد کی طلب کے لیے قرآن مین سے متشابہ آیتون کی پیروی کرتے ہین) اور جس آیت مین ضلال کی تفسیر عقوبت اور سزا کے ساتھ کی ہے۔ وہ آیت یہ ہے۔ اِذِ الْاَغْلٰلُ فِىْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ يُسْحَبُوْنَ (وہ گردنون مین طوق اور زنجیرین ہونیکے وقت گھسیٹے جائین گے) تا قول عزوجل كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِيْنَ (اللہ اسی طرح کافرون کو گمراہ کرتا ہے) اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمادیا۔ کہ اضلال اور گمراہ کرنے کی تفسیر انہی دو طریقون مین سے ایک طریق کے ساتھ ہو سکتی ہے۔ جب اضلال اور گمراہ کرنے کی تفسیر انہی دو طریقون مین سے ایک طریق کے ساتھ ہو سکتی ہے۔ تو ان دو طریقون کے سوا کسی اور شے کے ساتھ اضلال اور

گمراہ کرنے کی تفسیر کرنی نہین چاہیے۔ تاکہ اضلال کے لفظ کا مشترک ہونا لازم نہ آئے۔ جب ان دو طریقون کے سوا کسی اور شے کے ساتھ
اضلال اور گمراہ کرنے کی تفسیر نہین ہوسکتی۔ تو یہ بات ثابت ہوگئی۔ کہ اضلال اور گمراہ کرنے سے کفر اور گمراہی کا پیدا کرنا مراد نہین ہوسکتا
اور جب یہ ثابت ہوگیا۔ کہ اضلال اور گمراہ کرنے سے کفر اور گمراہی کا پیدا کرنا مراد نہین ہوسکتا۔ تو اب ہم یہ کہتے ہین۔ کہ ہم یہ بیان کرچکے ہین
کہ اضلال اور گمراہ کرنے کے اصلی اور لغوی معنی باطل کی طرف بلانا اور باطل کی طرف راغب کرنے اور باطل کی برائیون کے چھپانیکی کوشش کرنیکے ہین
اور اللہ تعالیٰ نہ باطل کیطرف بلاسکتا ہے نہ باطل کیطرف راغب کرسکتا ہے۔ نہ باطل کی برائیون کے چھپانیکی کوشش کرسکتا ہے۔ جب یہ معلوم ہوگیا۔ کہ اضلال اور گمراہ
کرنیکے اصلی اور لغوی معنی مراد نہین ہوسکتے۔ تو اضلال اور گمراہ کرنے مین تاویل کرنی پڑی۔ اور جو تاویل جبریون نے کی ہے (یعنی اضلال اور گمراہ کرنے سے کفر
اور گمراہی کا پیدا کرنا مراد ہے) ہم اُسے ابھی باطل کرچکے ہین۔ تو اضلال اور گمراہ کرنے مین جبریون کی تاویل کے سوا اور تاویلین کرنی چاہیٔین (پہلی تاویل) یہ ہے
جبکہ کوئی شخص کسی چیز کے ہونیکے وقت اپنے اختیار سے گمراہ ہوجائے۔ اور اُس چیز کو اُس شخص کے گمراہ کرنے مین کچھ دخل نہ ہو۔ تو اُس وقت یہ کہتے ہین۔ کہ اُس شخص کو اُس
چیز نے گمراہ کردیا۔ اللہ تعالیٰ نے بتون کے حق مین ارشاد فرمایا ہے۔ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ (اے پروردگار ان بتون نے بہت سے آدمیون کو گمراہ کردیا) یعنی بہت سے
آدمی ان بتون کے ساتھ اپنے اختیار سے گمراہ ہوگئے۔ اُن کے گمراہ کرنے مین بتون کو کچھ دخل نہ تھا۔ چونکہ بتون کے ہونے سے وہ خود اپنے اختیار سے گمراہ ہوگئے تھے۔
اس سبب سے اس آیت مین یہ ارشاد فرمایا۔ کہ بتون نے بہت سے آدمیون کو گمراہ کردیا۔ اور نیز ارشاد فرمایا ہے۔ وَلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا (کافرون نے باہم یہ
کہا۔ تم یغوث اور یعوق اور نسر کو ہرگز نہ چھوڑو۔ اور ان بتون نے بہت سے آدمیون کو گمراہ کردیا ہے) یعنی بہت سے آدمی ان بتون کے ساتھ خود اپنے اختیار سے
گمراہ ہوگئے۔ ان بتون کو اُن کے گمراہ کرنے مین کچھ دخل نہ تھا۔ چونکہ ان بتون کے ہونے سے وہ خود اپنے اختیار سے گمراہ ہوگئے تھے۔ اس سبب سے اس آیت مین یہ ارشاد
فرمایا۔ کہ ان بتون نے بہت سے آدمیون کو گمراہ کردیا۔ اور نیز ارشاد فرمایا ہے۔ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا۔ جو کتاب تیرے رب کی
جانب سے تیرے اوپر نازل ہوئی ہے۔ اُس نے اُن مین سے بہت سون کی سرکشی اور کفر زیادہ کردیا۔ کتاب کو اُن کی سرکشی اور کفر کے زیادہ کرنے مین کچھ دخل نہ تھا۔ چونکہ کتاب کے
نازل ہونیکے وقت اُنھون نے اپنے اختیار سے سرکشی اور کفر کو زیادہ کرلیا۔ اس سبب سے اللہ تعالیٰ نے زیادت کو کتاب کی طرف منسوب کردیا۔ اور یہ ارشاد فرمادیا۔ کہ کتاب نے اُنکی
سرکشی اور کفر زیادہ کردیا۔ اور نیز ارشاد فرمایا ہے۔ فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَآءِيْٓ اِلَّا فِرَارًا (میرے بلانے نے اُن کے بھاگنے کے سوا اور کچھ زیادہ نہین کیا) یعنی مین نے جو اُنھین بلایا
تو وہ میرے بلانے کے وقت اپنے اختیار سے اور زیادہ بھاگے۔ بلانے کو بھاگنے کی زیادتی مین کچھ دخل نہ تھا۔ چونکہ وہ بلانے کے وقت اور زیادہ بھاگے۔ تو بھاگنے کی زیادتی کو
بلانے کی طرف منسوب کردیا۔ اور یہ ارشاد فرمادیا۔ کہ میرے بلانے نے اُنھین اور زیادہ بھگایا۔ اور نیز ارشاد فرمایا ہے۔ فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا حَتّٰٓى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ۔ تم نے اُنھین
مسخرہ بنالیا اور اُن سے یہان تک تمسخر اور ہنسی کی۔ کہ اُنھون نے میری یاد بھی تمھین بھلادی۔ اور اُنھون نے فی الحقیقت اللہ تعالیٰ کی یاد نہین بھلائی تھی۔ بلکہ وہ اُنھین اللہ تعالیٰ کی
یاد دلاتے تھے اور اُنھین اللہ کی طرف بلاتے تھے۔ چونکہ اُن کے ساتھ ہنسی اور تمسخر کرنا اللہ تعالیٰ کی یاد کے بھول جانے کا سبب تھا۔ اس سبب سے اللہ تعالیٰ کی یاد کے بھلانے کو اُنکی
طرف منسوب کردیا۔ اور یہ ارشاد فرمادیا۔ کہ اُنھون نے۔ تو اللہ تعالیٰ کی یاد کو بھی تمھین بھلادیا۔ اور سورہ برارت مین ارشاد فرمایا ہے۔ وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ
اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ اِيْمَانًا فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ۔ وَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ (یعنی جب کوئی سورت نازل
ہوتی ہے تو اُن مین سے بعضے یہ کہتے ہین۔ اس سورت نے تم مین سے کس کا ایمان زیادہ کردیا۔ جو لوگ ایمان لائے ہین۔ اس سورت نے اُن کا ایمان زیادہ کردیا۔ اور وہ اس کے نازل ہونے سے
خوش ہین۔ اور جن کے دلون مین بیماری ہے۔ اس سورت نے اُن کی نجاست پر اور نجاست بڑھادی۔) اس آیت مین۔ اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا۔ جو سورۃ۔ احکام اور شرائع پر مشتمل ہے
اس کے نازل ہونے سے ان لوگون کا حال معلوم ہوجائیگا۔ ان مین سے بعضے اُس سورۃ کے نازل ہونے سے درست ہوجائینگے۔ اور اُنکا ایمان زیادہ ہوجائیگا۔ اور بعضے بگڑ جائینگے۔ اور اُن کا کفر بڑھ جائیگا۔ ایمان
اور کفر کی زیادتی مین سورت کو کچھ دخل نہ تھا۔ چونکہ سورۃ کے نازل ہونے کے وقت اُنھون نے خود اپنے اختیار سے ایمان اور کفر زیادہ کرلیا۔ اس سبب سے اللہ تعالیٰ نے ایمان اور کفر کی

اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب نہین ہی۔ بلکہ بندون کی طرف منسوب ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کے مثلون کے بیان کرنیکے وقت بعض نے اپنے اختیار سے ہدایت حاصل کی۔ اور بعض نے اضلال۔ اسی
سبب سے اس آیت مین ہدایت اور اضلال کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کردیا۔ اور یہ ارشاد فرمادیا۔ کہ اللہ تعالیٰ مثل کے بیان کرنے سے بہت سے آدمیون کو ہدایت کرتا ہی۔ اور بہت سے
آدمیون کو گمراہ۔ اور سورۂ مدثر مین ارشاد فرمایا ہے۔ وَمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا (یعنی ہم نے
فرشتون کی گنتی اور شمار صرف کافرون کے امتحان اور آزمایش کے لیے بیان کی ہی۔ تاکہ اہل کتاب کو یقین ہو۔ اور ایمان والے اپنا ایمان اور زیادہ کرین) اس آیت مین اللہ تعالیٰ نے
یہ ارشاد فرمایا۔ کہ دوزخ کے محافظون اور نگہبانون کی گنتی اور شمار بندون کا امتحان اور آزمایش ہے۔ تاکہ مخلص اور شک کرنیوالے مین امتیاز ہوجاوے۔ اس امتحان اور آزمایش کا انجام یہ ہوا
کہ ایمان والے تو اور درست ہوگئے۔ اور کافر اور بگڑ گئے۔ اور اس آیت مین اللہ تعالیٰ نے ایمان کی زیادتی اور اُس کی ضد کی نسبت اُن لوگون کی طرف کی جن کا امتحان اور آزمایش ہوئی۔
اور یہ ارشاد فرمایا۔ يَزْدَادَ (یعنی تاکہ ایمان والے اپنا ایمان اور زیادہ کرین) وَلِيَقُوْلَ (یعنی تاکہ جن کے دلون مین بیماری ہی۔ وہ۔ اور کافر یہ کہین۔ اللہ کی اس مثل سے کیا مراد ہی)
پھر اپنے قول مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا کے بعد یہ ارشاد فرمایا۔ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ (اسی طرح اللہ جسے چاہتا ہے۔ گمراہ کرتا ہے۔ اور جسے چاہتا ہی ہدایت
کرتا ہے) اور بندون کی طرف اضلال اور ہدایت کی نسبت کرنے کے بعد پھر اپنی طرف نسبت کی۔ اور یہ بیان کردیا۔ کہ جو اضلال اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہے۔ اُس کے معنی امتحان اور
آزمایش کے ہین۔ اور روزمرہ کے محاورے مین بھی یہ بولا جاتا ہے۔ اَمْرَضَنِي الْحُبُّ۔ (یعنی محبت نے مجھے بیمار کردیا۔ حالانکہ محبت نے اُسے بیمار نہین کیا ہے۔ بلکہ وہ محبت کے سبب سے خود بیمار ہوگیا ہے
اور یہ بھی روزمرہ کا محاورہ ہی۔ قَدْ اَفْسَدَتْ فُلَانَةُ فُلَانًا (فلان عورت نے فلان شخص کو بگاڑ دیا۔ اور خراب اور تباہ کردیا) حالانکہ اُس عورت نے اُسے خراب اور تباہ نہین کیا ہی۔ اور
وہ اُسے جانتی بھی نہین ہے۔ بلکہ وہ اُسکے سبب سے خود خراب اور تباہ ہوگیا ہی۔ کسی شاعر نے کہا ہے ؎ دَعْ عَنْكَ لَوْمِيْ فَاِنَّ اللَّوْمَ اِغْرَاءُ ✦ (مجھے ملامت نہ کر۔ ملامت کرنا۔ اور بھڑکانا
اور برانگیختہ کرنا ہے۔ یعنی ملامت کرنے سے ملامت زدہ اور زیادہ برانگیختہ ہوتا ہی) یہ ہوسکتا ہی۔ کہ اضلال اور گمراہ کرنیکی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو۔ اور مراد یہ ہو۔ کہ جو مثلین
امتحانون اور آزمایشون پر مشتمل ہین۔ اُن کے سبب سے کافر گمراہ ہوگئے۔ اس آیت مین جب کافرون نے یہ کہا۔ ان مثلون کے بیان کرنیکی کیا حاجت ہی۔ اور ان مثلون کے بیان کرنے سے
کیا فائدہ ہی۔ اور یہ امتحان اور آزمایش اُنہین بہت سخت معلوم ہوئی۔ تو اس سبب سے اضلال و گمراہ کرنیکی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف مستحسن ہوئی (دوسری تاویل) یہ ہی۔ کہ اضلال
کے معنی گمراہ کہنے کے ہین۔ اَضَلَّهٗ کہتے ہین۔ اور مراد یہ ہوتی ہی۔ اُس نے اُسے گمراہ کہا۔ اَكْفَرَ فُلَانٌ فُلَانًا کہتے ہین۔ اور غرض یہ ہوتی ہی۔ فلان شخص نے فلان شخص کو کافر کہا۔
اور معتزلہ نے اس تاویل کی تائید کمیت کے اس شعر سے کی ہے ؎ وَطَائِفَةٌ قَدْ اَكْفَرُوْنِيْ بِحُبِّكُمْ ✦ وَطَائِفَةٌ قَالُوْا مُسِيْءٌ وَمُذْنِبُ ✦ (ایک گروہ نے تمہاری محبت کے سبب سے مجھے
کافر کہا ✦ اور ایک گروہ نے بدکار اور گنہگار) اور طرفہ کا یہ شعر بھی اس تاویل کی تائید مین لاتے ہین ؎ وَمَا زَالَ شُرْبِي الرَّاحَ حَتّٰى اَضَلَّنِيْ ✦ صَدِيْقِيْ وَحَتّٰى سَاءَنِيْ
بَعْضُ ذٰلِكَا (مین نے یہانتک مے خواری کی کہ میرے دوست نے بھی مجھے گمراہ کہا ✦ اور مجھے خود بھی یہ کسیقدر برا معلوم ہوا) اور اس تاویل کو قطرب اور بہت سے معتزلہ نے اختیار
کیا ہی۔ اور بعضے لغت والون نے اس تاویل کا انکار کیا ہی۔ اور یہ کہا ہی۔ کہ گمراہ کہنے کے معنی مین اضلال نہین۔ تضلیل آتی ہی۔ ضَلَّلْتُهٗ تَضْلِيْلًا کہتے ہین۔ اور معنی یہ ہوتے ہین
مین نے اُسے گمراہ کہا۔ اور اسی طرح فَسَّقْتُهٗ اور فَجَّرْتُهٗ کہتے ہین۔ اور غرض یہ ہوتی ہی۔ کہ مین نے اُسے فاسق اور فاجر کہا۔ اور ان بعضے لغت والون کے اس انکار۔ اور اس اعتراض
کا بعض لوگون نے یہ جواب دیا ہے۔ کہ فی الحقیقت گمراہ کرنے کو عربی زبان مین اضلال کہتے ہین۔ اور جب کسی شخص کو کسی نے گمراہ کردیا۔ تو اُسے گمراہ کہنا اور اس پر یہ حکم کرنا کہ وہ
گمراہ ہے۔ لازم اور ضرور ہے۔ سو گمراہ کہنا۔ اور گمراہی کا حکم کرنا گمراہ کرنے کو لازم ہی۔ اور لازم کے اوپر ملزوم کے اسم کا اطلاق کرنا ایک مشہور مجاز ہے۔ تو گمراہ کہنے اور گمراہی
کے حکم کرنے پر اضلال کے لفظ کا اطلاق کرنا ایک مشہور مجاز ہے۔ اور اس مشہور مجاز کا انکار کرنا بڑی غلطی ہی۔ اور اضلال کا لفظ گمراہ کہنے اور گمراہی کے حکم کرنے مین مستعمل بھی ہی۔
کیونکہ جب کوئی شخص یہ کہے کہ فلان شخص گمراہ ہی۔ تو وہ اُس سے یہ کہ سکتا ہے۔ لِمَ جَعَلْتَهٗ ضَالًّا (یعنی تونے اُسے گمراہ کیون کہا) اور اس قول سے اُس کی مراد یہ ہی۔ کہ تونے اُسے گمراہ
کیون کہا۔ اور اُس پر گمراہ ہونے کا حکم کیون کیا (تیسری تاویل) اضلال بمطلق العنان کردینے اور زبردستی کے ساتھ منع نہ کرنے کو کہتے ہین۔ اَضَلَّهٗ کہا جاتا ہی۔ اور مراد یہ

ہے۔ کہ فلان شخص نے اپنے بیٹے کو بگاڑ دیا۔ اور تباہ کر دیا۔ او مطلق العنان کر دیا۔ اور زبردستی کے ساتھ بُری باتون سے نہ روکا۔ اور ادب نہ دیا۔ اور عرجی کا یہ شعر بھی عرب کے اسی قول کے مثل ہے۔ ؎ اَضَاعُوْنِیْ وَاَیَّ فَتًی اَضَاعُوْا ✦ لِیَوْمِ کَرِیْهَةٍ وَسِدَادِ ثَغْرٍ (اُنھون نے مجھے ضائع کر دیا۔ اور ہاتھ سے کھو دیا۔ او جنگ اور سرحد بندی کے دن کے لیے میری دیکھ بھال نہ کی۔ اُنھون نے کیسے جوان کو ضائع کر دیا۔ اور اپنے ہاتھ سے کھو دیا) جو شخص اتنی مدت تک اپنی تلوار تر زمین مین پڑی رکھے۔ کہ وہ خراب اور زنگ آلود ہو جائے۔ تو اُس سے یہ کہتے ہین۔ اَفْسَدْتَ سَیْفَكَ وَاَصْدَاْتَهٗ (یعنی تو نے اپنے تلوار خراب اور زنگ آلود کر دی) (چوتھی تاویل) ضلال اور اضلال کے معنی عذاب کے ہین۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے۔ اِنَّ الْمُجْرِمِیْنَ فِیْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ۘ یَوْمَ یُسْحَبُوْنَ فِی النَّارِ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ (یعنی جس دن گنہگار منہ کے بل دوزخ مین گھسیٹے جائین گے۔ اُس دن عذاب اور آگ مین ہونگے۔ اور اُن سے یہ کہا جائیگا جہنم کی سوزش اور تکلیف چکھو) اس آیت مین اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا۔ کہ گنہگار قیامت کے دن ضلال مین ہونگے۔ اور گنہگار قیامت کے دن گمراہی مین نہ ہونگے۔ کیونکہ قیامت کے دن گمراہون کو بھی حق ظاہر اور منکشف ہو جائیگا۔ تو اس آیت مین ضلال کے معنی عذاب ہی کے ہین اور اس آیت سے یہ مراد ہے۔ کہ قیامت کے دن گنہگار عذاب مین ہونگے۔ اور یہ آیت بھی اس کی دلیل ہے۔ اِذِ الْاَغْلٰلُ فِیْۤ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ ؕ یُسْحَبُوْنَ ۙ فِی الْحَمِیْمِ ۬ۙ ثُمَّ فِی النَّارِ یُسْجَرُوْنَ ۚ ثُمَّ قِیْلَ لَهُمْ اَیْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ۙ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَیْـًٔا ؕ كَذٰلِكَ یُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِیْنَ (یعنی جس وقت طوق اور زنجیرین اُن کی گردنون مین ہون گی۔ اور وہ جلتے ہوئے پانی مین گھسیٹے جائین گے۔ اس کے بعد پھر وہ آگ مین جھونکے جائین گے۔ اس کے بعد پھر اُن سے یہ کہا جائیگا جنکو تم اللہ کا شریک کہتے تھے۔ وہ کہان ہین۔ وہ یہ جواب دین گے۔ وہ تو ہم سے غائب ہوگئے۔ ہمین دکھائی بھی نہین دیتے۔ بلکہ ہم نے اس سے پہلے کسی چیز کی پرستش نہین کی تھی اسی طرح اللہ کافرون کو عذاب کریگا۔ اس آیت مین اضلال کی تفسیر عذاب کے ساتھ کی گئی ہے۔ (پانچوین تاویل) یہ ہے۔ کہ اضلال کے معنی ہلاک کرنے اور باطل کرنے کے مین اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ اَلَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ (جن لوگون نے کفر اختیار کیا۔ اور اللہ کی راہ سے لوگون کو روکا۔ اللہ نے اُن کے عمل باطل اور نیست و نابود کر دیے۔ اس آیت مین اضلال کے معنی باطل و ہلاک کرنے کے ہین۔ اور اسی معنی کے اعتبار سے مجازی طریق سے عرب کا یہ قول ہے۔ ضَلَّ الْمَآءُ فِی اللَّبَنِ۔ (یعنی دودھ مین پانی ہلاک اور نیست و نابود ہو گیا) اور جب تو دودھ مین پانی ملا دے۔ اور اُسے ہلاک اور کالمعدوم کر دے۔ تو۔ تو اَضْلَلْتُهٗ کہتا ہے۔ یعنی مین نے پانی کو ہلاک اور نیست و نابود کر دیا۔ اور عرب کا قول اَضَلَّ الْقَوْمُ مَیِّتَهُمْ بھی اسی سے ماخوذ ہے۔ یعنی قوم نے اپنے مُردے کو قبر مین دفن کر دیا۔ اور چھپا دیا۔ یہان تک کہ وہ دکھائی نہین دیتا نابغہ نے کہا ہے ؎ وَاٰبَ مُضِلُّوْهُ بِعَیْنٍ جَلِیَّةٍ ✦ وَغُوْدِرَ بِالْجَوْلَانِ حَزْمٌ وَّنَائِلُ (اُس کے دفن کرنے والے چشم روشن کے ساتھ واپس آگئے۔ اور کوہ جولان مین دانش اور جود چھوڑ دی گئی۔ یعنی کوہ جولان مین اُسے کیا دفن کیا۔ دانش اور جود کو دفن کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ وَقَالُوْۤا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِی الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ ۬ؕ کافرون نے کہا کیا جب زمین مین ہم دفن ہو جائین گے۔ اور ہمارے جسم چھپ جائین گے۔ تو پھر ہم از سر نو پیدا ہونگے۔ یُضِلُّ اللّٰهُ اِنْسَانًا مین اضلال سے یہی معنی مراد ہین۔ یعنی اللہ انسان کو ہلاک اور معدوم کرتا ہے۔ اور اس معنی کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی طرف اضلال کی نسبت ہو سکتی ہے۔ یہ پانچون تاویلین اس وقت ہو سکتی ہین کہ اضلال سے اِضْلَالٌ عَنِ الدِّیْنِ (یعنی دین سے گمراہ کرنا) مراد ہو (چھٹی تاویل) یہ ہے۔ کہ اضلال سے اِضْلَالٌ عَنِ الْجَنَّةِ (یعنی جنت سے گمراہ کرنا) مراد ہے۔ او معترض نے یہ کہا ہے۔ یہ چھٹی تاویل فی الحقیقت تاویل نہین ہے۔ بلکہ لفظ سے اُس کے اصلی اور حقیقی معنے مراد لیے ہین۔ کیونکہ یہ آیت صرف اسی بات پر دلالت کرتی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اُنھین گمراہ کرتا ہے۔ اور اس پر دلالت نہین کرتی۔ کہ اللہ تعالیٰ اُنھین کس چیز سے گمراہ کرتا ہے۔ ہم اس سے یہ مراد لیتے ہین۔ کہ اللہ تعالیٰ اُنھین جنت کی راہ سے گمراہ کرتا ہے۔ اُنھون نے پہلے اس آیت کے یہ معنے لیے۔ پھر قرآن مین اس قسم کی جو جو آیتین تھین۔ اُن سب کے یہی معنی لیے۔ جُبّائی نے یہی تاویل اختیار کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ كُتِبَ عَلَیْهِ اَنَّهٗ مَنْ تَوَلَّاهُ فَاَنَّهٗ یُضِلُّهٗ وَیَهْدِیْهِ اِلٰی عَذَابِ السَّعِیْرِ (شیطان کی قسمت مین یہی لکھ دیا گیا ہے۔ کہ جو شخص اُس سے دوستی کرے۔ وہ اُسے گمراہ کرے۔ اور دوزخ کے عذاب کی راہ بتائے) اس آیت مین یُضِلُّهٗ سے یہی مراد ہے۔ کہ شیطان جنت اور جنت کے ثواب سے اُسے گمراہ کرے۔ یہ سب تاویلین اُس وقت ہین۔ جس وقت یہ کہین

اُس مسئلے کی ابتدا میں ہو چکا ہے۔ اَضَلَّ فُلَانٌ بَعِیْرَهٗ کہتے ہیں اور معنی یہ ہوتے ہیں۔ کہ فلاں شخص نے اپنے اونٹ کو گم شدہ پایا۔ تو اللہ تعالیٰ کے اضلال اور گمراہ کرنے کے بھی یہی معنی ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اُنھیں گمراہ پایا۔ (آٹھویں تاویل) یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا قول یُضِلُّ بِهٖ كَثِیْرًا وَّ یَهْدِیْ بِهٖ كَثِیْرًا (یعنی اللہ تعالیٰ مثل کے بیان کرنے کے ساتھ بہت سے لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔ اور بہت سے لوگوں کو ہدایت) کافروں کے قول کا تتمہ ہے۔ کافروں نے پہلے یہ کہا مَاذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا (یعنی اللہ کی اس مثل سے کیا ارادہ ہے جس سے کوئی فائدہ معلوم نہیں ہوتا۔ پھر خود ہی اُنھوں نے ہنسی و تمسخر کے طور پر یہ کہا۔ یُضِلُّ بِهٖ كَثِیْرًا وَّ یَهْدِیْ بِهٖ كَثِیْرًا (یعنی اس مثل کے بیان کرنے سے یہ فائدہ ہے کہ اس مثل کے بیان کرنے سے اللہ بہت سے لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔ اور بہت سے لوگوں کو ہدایت۔ یُضِلُّ بِهٖ كَثِیْرًا وَّ یَهْدِیْ بِهٖ كَثِیْرًا بھی کافروں ہی کا قول ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے کافروں کے اس قول کا یہ جواب دیا۔ وَمَا یُضِلُّ بِهٖۤ اِلَّا الْفٰسِقِیْنَ (یعنی مثل کے بیان کرنے سے فاسق کے سوا اور کوئی گمراہ نہیں ہوا۔ یہ معتزلے کے کلام کی پوری تقریر ہے۔ جبریہ نے معتزلہ کی تمام تقریر سن کر یہ کہا۔ کہ ہم نے آپ کی ساری تقریر سنی۔ اور ہم اس بات کے معترف ہیں۔ کہ آپ کے اعتراض عمدہ ہیں۔ اور آپ کا کلام متین اور قوی۔ لیکن ہم کیا کریں۔ آپ کے چار دشمن ہیں۔ جنھوں نے آپ کی ان عمدہ اور لطیف دلیلوں کو خراب اور نکما کر دیا۔ آپ کا (پہلا دشمن) داعی کا مسئلہ ہے۔ (داعی کا مسئلہ یہ ہے کہ جو شخص علم و جہل اور ہدایت و اضلال پر قادر ہے۔ کیا سبب ہے۔ کہ اُس نے ان دونوں میں سے ایک کو کیا۔ اور دوسرے کو نہیں کیا۔ (دوسرا دشمن) علم کا مسئلہ ہے۔ علم کے مسئلے کی تقریر اللہ تعالیٰ کے قول خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ کی تفسیر میں گزر چکی۔ اور ہم نے آپ کے پاس ان دونوں مسئلوں کا کوئی قوی جواب نہیں دیکھا۔ اور ہم یہ یقیناً جانتے ہیں۔ ہمیں اس میں کسی طرح کا شک نہیں ہے۔ کہ باوجود اس قدر ذکاوت کے آپ پر یہ بات مخفی اور پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ کہ ہمارے ان جوابوں کی تردید اور جواب دہی سے آپ عاجز۔ اور ضعیف ہیں۔ جس طرح ہم نے انصاف کیا۔ اور یہ اقرار کر لیا۔ کہ آپ کا کلام قوی اور متین ہے۔ اسی طرح آپ بھی انصاف کیجیے اور یہ اقرار کیجیے۔ کہ آپ کے ان دونوں مسئلوں کا ہمارے پاس جواب نہیں ہے۔ کیونکہ عاقلوں کو اندھا اور غافل بن جانا زیبا اور شایان نہیں ہے۔ (تیسرا دشمن) یہ ہے اگر بندہ اپنے فعل کا خود خالق اور پیدا کنندہ ہوتا۔ تو وہ جس فعل کے پیدا کرنے کا قصد کرتا وہی فعل ہوتا۔ لیکن ہر ایک شخص علم اور راہ یابی ہی کا قصد کرتا ہے۔ اور جہل اور گمراہی سے پورا پورا احتراز اور اجتناب کرنا چاہتا ہے۔ پھر جہل اور گمراہی بندے کو کس طرح حاصل ہو جاتی ہے حالانکہ اُس نے علم اور راہ یابی ہی کے حاصل کرنے کا قصد کیا تھا۔ اس بیان کا حاصل یہ ہے۔ کہ ہر ایک بندے کا یہی قصد ہے۔ کہ علم اور راہ یابی حاصل کرے۔ اور جہل اور گمراہی سے بچے۔ اگر بندہ خود علم اور راہ یابی کا خالق ہوتا۔ تو ہر ایک بندہ علم اور راہ یابی کو پیدا کر کے اپنے لیے حاصل کر لیتا۔ اور جہل اور گمراہی سے بچا رہتا۔ جب ہر ایک بندے کو علم اور راہ یابی حاصل نہیں ہوتی۔ اور ہر ایک بندہ جہل اور گمراہی سے نہیں بچتا۔ تو معلوم ہوا کہ بندہ علم اور راہ یابی اور اسی طرح اپنے اور فعلوں کا خالق نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص اس بیان پر یہ اعتراض کرے۔ کہ کفر۔ ایمان کی ساتھ اور علم جہل کے ساتھ۔ بندے پر مشتبہ ہو گیا ہے۔ اور اُسے کفر و ایمان اور علم و جہل میں امتیاز نہیں ہوا۔ اور اُس نے جہل کو علم گمان کیا۔ اور جہل کو علم گمان کر کے اُس کے پیدا کرنے کا قصد کیا۔ اور اُسے حاصل کر لیا۔ تو ہم اس اعتراض کا یہ جواب دیں گے کہ بندے نے جو جہل کو علم گمان کیا ہے تو بندے کا یہ گمان غلط اور خطا ہے۔ اگر بندے نے اس گمان کو جو غلط اور خطا ہے۔ ابتداءً اختیار کیا۔ اور اس کے حاصل کرنے کا قصد کیا۔ تو اُس نے جہل اور خطا کو اختیار کیا۔ اور اُس کے حاصل کرنے کا قصد اور ارادہ کیا۔ اور یہ ناممکن ہے۔ کیونکہ کوئی بندہ جہل اور خطا کے حاصل کرنے کا قصد اور ارادہ نہیں کرتا۔ اگر یہ کہا جائے کہ بندے نے اس غلط گمان کو حق گمان کیا۔ اور اس غلط گمان کو حق گمان کر کے اسے اختیار کیا۔ اور اس کے حاصل کرنے کا قصد کیا۔ تو اس دوسرے گمان میں بھی وہی تقریر جاری ہوگی۔ جو پہلے گمان میں جاری ہوئی تھی یعنی یہ دوسرا گمان غلط ہے۔ بندے نے اس دوسرے غلط گمان کو اگر ابتداءً اختیار کیا ہے۔ تو یہ لازم آتا ہے۔ کہ بندے نے غلطی کو اختیار کیا۔ اور اُس کے حاصل کرنے کا قصد کیا۔ اور یہ ناممکن ہے کیونکہ کوئی بندہ غلطی کو اختیار نہیں کرتا۔ اور اُس کے حاصل کرنے کا قصد نہیں کرتا۔ اگر یہ کہا جائے کہ بندے نے اس دوسرے گمان کو حق گمان کیا۔ اور اُسے حق گمان کر کے اُسے اختیار کیا اور اُس کے حاصل کرنے کا قصد کیا۔ تو اس تیسرے گمان میں بھی وہی تقریر جاری ہوگی۔ وعلیٰ ہذا القیاس۔ تو اب یا گمان غیر متناہی ہیں۔ اور گمانوں کا غیر متناہی ہونا محال

ناممکن ہو۔ یا بندے نے آخری غلط گمان کو ابتداً اختیار کیا۔ اور غلطی کا اختیار کرنا۔ اور اُس کے حاصل کرنے کا قصد کرنا۔ یہ بھی ناممکن ہے (دوسرا مقدمہ) کوئی تصور کسبی نہیں ہے۔ یعنی بندہ کسی تصور کو اپنے قصد اور اختیار سے حاصل نہیں کرسکتا۔ اور اُسے کسی تصور کے حاصل کرنے کی قدرت نہیں ہے۔ بندہ کسی بدیہی تصدیق کو حاصل نہیں کرسکتا۔ اور اُسے کسی بدیہی تصدیق کے حاصل کرنے کی قدرت نہیں ہے۔ کوئی نظری تصدیق کسبی نہیں ہے۔ یعنی کسی نظری تصدیق کو بندہ اپنے قصد اور اختیار سے حاصل نہیں کرسکتا۔ اور کسی نظری تصدیق کی حاصل کرنیکی اُسے قدرت نہیں ہی۔ یہ تین مقدمے ہین (پہلا مقدمہ) یہ ہے کہ بندہ کسی تصور کو حاصل نہین کرسکتا۔ اور اُسے کسی تصور کے حاصل کرنے کی قدرت نہین ہے۔ اس مقدمے کی دلیل یہ ہے کہ جو شخص کسی تصور کے حاصل کرنیکا قصد کرتا ہے اُسے اُس تصور کا تصور ہے یا نہین۔ اگر ہے۔ تو پھر اُسے اُسکے تصور کا حاصل کرنا محال اور ناممکن ہے۔ کیونکہ اُسے اُس کا تصور حاصل ہی۔ اور پھر اُسکے تصور کا حاصل کرنا حاصل کی تحصیل کرنا ہے۔ اور تحصیل حاصل ناممکن ہے۔ تو اُسکے تصور کا پھر حاصل کرنا ناممکن ہے۔ اگر اُسے اُس کا تصور نہین ہے۔ تو اُس کا ذہن اُس تصور سے غافل ہی۔ اور جو شخص کسی چیز سے غافل ہو۔ وہ اُسے حاصل نہین کرسکتا۔ تو یہ بات ثابت ہوگئی۔ کہ بندہ کسی تصور کو حاصل نہین کرسکتا۔ اور اُسے کسی تصور کے حاصل کرنیکی قدرت نہین ہے (دوسرا مقدمہ) یہ ہے کہ کسی بدیہی تصدیق کو بندہ حاصل نہین کرسکتا۔ اور اُسے کسی بدیہی تصدیق کے حاصل کرنے کی قدرت نہین ہے۔ اس مقدمہ کی دلیل یہ ہی کہ بدیہی تصدیق کے موضوع اور محمول یعنی مبتدا اور خبر کے حاصل ہوتے ہی ذہن کو اُس بدیہی تصدیق کا جزم اور یقین ہوجاتا ہے۔ یا نہین۔ اگر ہوجاتا ہے۔ تو جب بدیہی تصدیق کے موضوع اور محمول حاصل ہونگے۔ اُسوقت اُس بدیہی تصدیق کا حاصل ہونا واجب اور ضروری ہوگا۔ اور جب بدیہی تصدیق کے موضوع اور محمول حاصل نہ ہونگے اُسوقت اُس بدیہی تصدیق کا حاصل نہ ہونا واجب اور ضروری ہوگا۔ اور جس چیز کا حاصل ہونا اور نہ ہونا۔ ایسی چیز کے حاصل ہونے اور نہونے پر موقوف ہو۔ جس کے حاصل کرنیکی بندے کو قدرت نہین ہی۔ اُس چیز کے حاصل کرنے پر بھی بندہ قادر نہین ہے۔ یعنی بدیہی تصدیق کا حاصل ہونا اور حاصل نہ ہونا موضوع اور محمول کے حاصل ہونے اور حاصل نہ ہونے پر موقوف ہی۔ اور موضوع اور محمول کے حاصل کرنے اور حاصل نہ کرنے پر بندہ قادر نہین ہے۔ تو بدیہی تصدیق کے حاصل کرنے پر بھی بندہ قادر نہین ہے۔ اگر بدیہی تصدیق کے موضوع اور محمول کے حاصل ہوتے ہی ذہن کو بدیہی تصدیق کا جزم اور یقین حاصل نہین ہوتا۔ تو یہ لازم آتا ہے۔ کہ وہ تصدیق بدیہی نہ ہو۔ اور یہ فرض کے خلاف ہے۔ تو یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ کسی بدیہی تصدیق کے حاصل کرنے کی بندے کو قدرت نہین ہے (تیسرا مقدمہ) یہ ہی۔ کہ کوئی نظری تصدیق کسبی نہین ہے یعنی کسی نظری تصدیق کو بندہ حاصل نہین کرسکتا۔ اور کسی نظری تصدیق کے حاصل کرنے کی اُسے قدرت نہین ہے۔ اس مقدمہ کی دلیل یہ ہے۔ اگر نظری تصدیق اُن بدیہی تصدیقون کو لازم ہے۔ جن کے حاصل کرنے کی بندے کو قدرت نہین ہی۔ یعنی یہ ممکن نہین ہے کہ بدیہی تصدیقین حاصل ہون اور نظری تصدیق حاصل نہو۔ تو نظری تصدیق کے حاصل کرنے پر بھی بندہ قادر نہ ہوگا۔ کیونکہ بدیہی تصدیقین ملزوم ہین۔ اور نظری تصدیق لازم۔ اور بدیہی تصدیقون کے حاصل کرنے پر بندہ قادر نہین ہے اور جو ملزوم پر قادر نہین ہوتا ہے۔ وہ لازم پر بھی قادر نہین ہوتا۔ تو نظری تصدیق کے حاصل کرنے پر بھی بندہ قادر نہین ہے۔ اگر نظری تصدیق بدیہی تصدیقون کو لازم نہین ہے یعنی یہ ہوسکتا ہے۔ کہ بدیہی تصدیقین حاصل ہون۔ اور نظری تصدیق حاصل نہو۔ تو ان بدیہی تصدیقون سے نظری تصدیق پر استدلال کرنا ممکن نہوگا۔ کیونکہ دلیل کو دلیل کا مدلول یعنی نتیجہ لازم ہوتا ہے۔ اور نظری تصدیق بدیہی تصدیقون کو لازم نہین ہے۔ تو بدیہی تصدیقین نظری تصدیق کی دلیل نہین ہوسکتین۔ اور جب ان بدیہی تصدیقون سے نظری تصدیق پر استدلال کرنا ممکن نہ ہوا۔ تو ان نظری تصدیقون کے اعتقاد۔ علم اور یقین نہ ہوئے۔ بلکہ یہ اعتقاد تقلیدی اعتقاد ہین۔ اور تقلیدی اعتقاد مین ہماری بحث نہین ہے۔ یہ مقدمہ بھی ثابت ہوگیا۔ کہ بندہ کسی نظری تصدیق کے حاصل کرنے پر قادر نہین ہے۔ آپ نے جو اس امر پر دلائل قائم کیے ہین کہ راہ یابی اور گمراہی اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب نہین ہی۔ اور اللہ تعالیٰ اُن کا خالق نہین ہی۔ ہماری یہ قطعی اور عقلی دلائل جن کا جواب ممکن نہین ہی۔ آپ کے اُن دلائل کے مقابل اور معارض ہین۔ معتزلہ نے اضلال کے لفظ مین جو تاویلین بیان کی ہین۔ اب ہم اُن تاویلون کی تردید بیان کرتے ہین۔ پہلی تاویل کے باطل ہونیکی دلیل یہ ہی۔ گمراہی کی رجحان مین ان متشابہات اور ان امثال کے نازل کرنیکو کچھ دخل ہی یا نہین۔ اگر ہی تو تمہارے مذہب کے موافق ان متشابہات اور ان امثال کا نازل کرنا دوسری قبیح ہی (پہلی وجہ) یہ ہی۔ کہ ہم اللہ تعالیٰ کے قول خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ کی تفسیر مین یہ بتا چکے ہین۔ کہ رجحان

**معتزلہ نے اضلال کے لفظ مین جو تاویلین بیان کی ہین اُن کا رد**

یعنی یہ نہین ہوسکتا۔ کہ نہ دونون جانبین برابر ہون۔ اور نہ ایک جانب واجب ہو۔ بلکہ ایک جانب راجح اور اولیٰ ہو۔ کیونکہ رجحان کو وجوب لازم ہے۔ اور جہان رجحان ہوتا ہے۔ وہان وجوب ہوتا ہے۔ تو اب یہی دو صورتین رہین۔ یا دونون جانبین برابر ہون گی۔ یا ایک جانب واجب ہوگی۔ اور یہ نہین ہوسکتا۔ کہ نہ دونون جانبین برابر ہون۔ اور نہ ایک جانب واجب۔ بلکہ ایک جانب کو صرف رجحان ہو۔ جب گمراہی کے رجحان مین ان متشابہات اور ان امثال کے نازل کرنے کو دخل ہے۔ اور یہ ثابت ہو چکا ہے۔ کہ رجحان کو وجوب لازم ہے۔ یعنی یہ نہین ہوسکتا۔ کہ رجحان ہو۔ اور وجوب نہ ہو۔ تو گمراہی ان متشابہات کے نازل کرنے سے جب راجح ہوگئی۔ تو واجب بھی ہوگئی۔ اور جب ان متشابہات کے نازل کرنے سے گمراہی واجب ہوگئی۔ اور راہ یابی ناممکن اور ممتنع۔ تو بندہ مجبور ہوگیا۔ اور آپ کا مذہب باطل (دوسری وجہ) یہ ہے ہم آپ کا یہ قول تسلیم کرتے ہین۔ کہ رجحان کو وجوب لازم نہین ہے۔ اور یہ ہوسکتا ہے۔ کہ گمراہی کو رجحان ہو۔ اور وجوب نہ ہو۔ مگر یہ بات ضرور ہے۔ کہ بندے کو کوئی عذر اور کوئی حیلہ باقی نہ رہے۔ اور جب ان متشابہات کے نازل کرنے سے گمراہی راہ یابی سے راجح اور اولیٰ ہوگئی۔ تو بندے کو طاعت نہ کرنے کے لیے یہ عذر اور حیلہ ہوگیا اور جب بندے کیلیے عذر اور حیلہ ہوگیا۔ تو آپ کے مذہب کے مطابق اللہ تعالیٰ کو ان متشابہات کا نازل کرنا قبیح ہوا۔ اگر ان متشابہات اور ان امثال کے نازل کرنے کو گمراہی کے رجحان اور اولیٰ ہونے مین دخل نہین ہے۔ تو ان کی گمراہی کی طرف ان متشابہات کے نازل کرنے کو ویسی ہی نسبت ہوگی جیسی کو اڑون کی آواز اور کوے کی کائین کائین۔ تو اور جس طرح انکی گمراہی ان اجنبی چیزونکی طرف منسوب نہیں ہوسکتی اسی طرح ان متشابہات اور ان امثال کی طرف بھی اُسے منسوب ہونا نہین چاہیے۔ اور جب ان متشابہات۔ اور ان امثال کی طرف اُن کی گمراہی منسوب نہین ہوسکتی۔ تو معتزلہ کی پہلی تاویل باطل ہوگئی۔ دوسری تاویل (یعنی اضلال کے لفظ سے گمراہ کہنا۔ اور یہ حکم کرنا مراد ہے۔ کہ فلان شخص گمراہ ہے) اگرچہ نہایت ہی بعید ہے۔ پھر بھی اس سے اعتراض دفع نہین ہوتا بلکہ باقی رہتا ہے۔ کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے بندے کو گمراہ کہا۔ اور یہ حکم کیا۔ کہ وہ گمراہ ہے۔ پھر اگر بندہ گمراہی کو پیدا نہ کرے۔ اور گمراہ نہ ہو۔ تو اللہ تعالیٰ کی سچی خبر جھوٹی ہوجائیگی اور اللہ تعالیٰ کا علم جہل ہوجائیگا۔ اور اللہ تعالیٰ کی خبر کا جھوٹا ہوجانا۔ اور اللہ تعالیٰ کے علم کا جہل ہوجانا محال اور ناممکن ہے۔ اور جس چیز سے محال اور امر ناممکن لازم آئے۔ وہ چیز بھی محال اور ناممکن ہے۔ تو بندے کا گمراہی کو پیدا نہ کرنا محال اور ناممکن ہے۔ اور جب گمراہی کا پیدا نہ کرنا محال اور ناممکن ہے۔ تو گمراہی کا پیدا کرنا واجب اور ضروری ہے کیونکہ جب ایک نقیض محال اور ناممکن ہوتی ہے۔ تو دوسری نقیض واجب اور ضروری ہوتی ہے۔ اور گمراہی کے پیدا کرنے کا واجب اور ضروری ہونا۔ یہ بعینہ بندے کا مجبور ہونا ہے قُلْ إِنَّ الْمَوْتَ الَّذِي تَفِرُّونَ مِنْهُ فَإِنَّهُ مُلَاقِيكُمْ (جس سے تم بھاگتے ہو۔ اور جس سے تمہارا پیچھا چھوٹنا ناممکن ہے) جب بحث اس مقام تک پہنچ جاتی ہے۔ اور معتزلہ عاجز ہوجاتے ہین۔ تو اپنے وہی دو مشہور جواب دینے لگتے ہین۔ جن کا بیان۔ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَأَنذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ کی تفسیر مین ہوچکا ہے۔ اور ان دونون جوابون کی لغویت اور بیہودگی ہر ایک عاقل پر ظاہر اور آشکارا ہے۔ اور تیسری تاویل کا (یعنی اضلال کے لفظ سے مطلق العنان کردینا۔ اور گمراہی سے منع نہ کرنا مراد ہے۔) یہ جواب ہے کہ مطلق العنان کردینے۔ اور مقید اور منع نہ کرنے کو اضلال اُسی وقت کہتے ہین۔ کہ باپ کو بیٹے کا مقید کرنا۔ اور گمراہی سے روکنا۔ بہتر ہو۔ اگر بیٹا باپ کے روکنے اور منع کرنے سے گمراہی سے اور بہت بڑی خرابی مین پڑتا ہو۔ اور باپ اُسے گمراہی سے نہ روکے۔ اور مقید نہ کرے۔ اور مطلق العنان رہنے دے۔ تو باپ کو یہ نہین کہ سکتے۔ کہ اس نے اپنے لڑکے کو بگاڑ دیا۔ اور خراب اور گمراہ کردیا۔ اگر اللہ تعالیٰ بندے کو زبردستی کے ساتھ گمراہی سے روکے اور منع کرے۔ اور گمراہی مین مبتلا ہونے نہ دے۔ تو وہ ایسی خرابی مین پڑجائیگا۔ جو گمراہی سے بہت بڑی ہے یعنی وہ مجبور ہوجائیگا۔ اور آپ کے نزدیک بندے کے مجبور ہونے سے زیادہ اور کوئی بڑی خرابی نہین ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ بندے کو زبردستی کے ساتھ گمراہی سے نہ روکے۔ اور منع نہ کرے۔ تو یہ کس طرح کہ سکتے ہین۔ کہ اللہ تعالیٰ نے بندے کو بگاڑ دیا۔ اور چوتھی تاویل پر قفال نے یہ اعتراض کیا ہے۔ کہ ہم آپ کا یہ قول تسلیم نہین کرتے۔ کہ ضلال کا لفظ عذاب کے معنے مین آیا ہے۔ اور آپ نے جو یہ کہا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے قول إِنَّ الْمُجْرِمِينَ فِي ضَلَالٍ وَسُعُرٍ مین ضلال کا لفظ عذاب کے معنی مین ہے۔ ہم یہ تسلیم نہین کرتے۔ بلکہ اس آیت کے یہ معنی ہین۔ کہ گنہگار دنیا مین حق سے گمراہ ہین۔ اور آخرت مین جس دن منہ کے بل آگ مین گھسیٹے جائین گے۔ اُس دن جہنم کے عذاب مین ہین یعنی اس آیت مین لفظ ضلال کے معنی گمراہ ہونے کے ہین۔ اور لفظ سُعُر کے معنی عذاب کے۔ اور يَوْمَ يُسْحَبُونَ کو صرف سُعُر کے لفظ سے تعلق اور لگاؤ ہے۔ ضلال

آیت مین اللہ تعالیٰ کے قول ضَلُّوْا عَنَّا کے یہ معنی ہین کہ وہ باطل ہوگئے۔ اور ہمین آج کے دن اُن کی شفاعت اور سفارش کی اُمید تھی۔ ہمین اُن سے کچھ فائدہ اور
نفع نہین ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ کے قول كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِيْنَ سے كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ اَعْمَالَ الْكٰفِرِيْنَ مراد ہے یعنی مضاف مقدر ہے۔ یعنی قیامت کے دن
اللہ تعالیٰ اسی طرح کافرون کے عمل باطل کریگا۔ اور كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِيْنَ کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہین۔ کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا مین کافرون کی مدد چھوڑ دی۔ جب
انھون نے باطل کو قبول کرلیا۔ اور غور و فکر کرنے سے مُنہ پھیر لیا۔ تو اللہ تعالیٰ حق کے قبول کرنے کی انھین توفیق نہین دیتا۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے دنیا مین کافرون کی
مدد چھوڑ دی تو قیامت کے دن اُن کے وہ سب عمل باطل ہوگئے جن کی نسبت اُنھین دُنیا مین یہ خیال تھا۔ کہ ہمین اُن سے قیامت مین فائدہ اور نفع ہوگا۔ اور چھٹی
تاویل (یعنی اضلال کے لفظ سے ہلاک کرنا مراد ہے) اس مقام کے مناسب نہین ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا قول وَيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا (یعنی اللہ تعالیٰ مثل کے بیان
کرنے سے بہت سے لوگون کو ہدایت کرتا ہے۔) اس بات سے منع کرتا ہے۔ کہ اضلال کے لفظ سے ہلاک کرنا مراد ہو۔ اور چھٹی تاویل (یعنی اضلال کے لفظ سے جنت کی راہ
سے گمراہ کرنا مراد ہے) اس سبب سے ضعیف ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے يُضِلُّ بِهٖ ارشاد فرمایا ہے۔ یعنی اللہ ان آیتون کے سننے کے سبب سے گمراہ کرتا ہے۔ اور جنت کی راہ سے
گمراہ کرنا ان آیتون کے سننے کے سبب سے نہین ہے۔ بلکہ بری باتون کے کرنے کے سبب سے ہے۔ تو اضلال کے لفظ سے جنت کی راہ سے گمراہ کرنا کیونکر مراد ہو سکتا ہے
اور ساتوین تاویل کا (یعنی يُضِلُّ سے یہ مراد ہے۔ کہ وہ اُسے گمراہ پاتا ہے) یہ جواب ہے۔ کہ ہم یہ بیان کر چکے ہین۔ کہ اس لغت کے ثبوت کی کوئی دلیل نہین یعنی اضلال
لفظ کا گمراہ پانے کے معنی مین آنا کسی دلیل سے ثابت نہین ہے۔ اور نیز اللہ تعالیٰ نے يُضِلُّ بِهٖ ارشاد فرمایا ہے۔ اور اضلال کے لفظ کو ب کے ساتھ متعدی کیا ہے۔ اور جس اضلال
کے معنی وجدان یعنی گمراہ پانے کے ہین۔ وہ ب کے ساتھ متعدی نہین ہوتا۔ اور آٹھوین تاویل اس سبب سے باطل ہے۔ کہ اُس کے سبب سے اس آیت کی عبارت
بے ربط ہوئی جاتی ہے۔ اور ما بعد کو ما قبل سے کچھ تعلق اور لگاؤ نہین رہتا۔ کیونکہ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا (یعنی مثل کے بیان کرنے کے ساتھ اللہ بہت سے
لوگون کو گمراہ کرتا ہے۔ اور بہت سے لوگون کو ہدایت) کافرون کا کلام ہے۔ اور وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ (یعنی اللہ تعالیٰ مثل کے بیان کرنے کے ساتھ صرف سرکشون
اور بدکارون ہی کو گمراہ کرتا ہے) اللہ تعالیٰ کا۔ اور ان دونون کلامون کے درمیان کوئی چیز فاصل نہین ہے۔ بلکہ اُن دونون کے درمیان واو حرف عطف ہے۔ جو وصل
کے لیے آتا ہے۔ اچھا ہم نے یہان سورہ بقر مین یہ تسلیم کرلیا۔ کہ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا کافرون کا کلام ہے۔ مگر سورہ مدثر مین كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ
وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ (اسی طرح اللہ جسے چاہتا ہے۔ گمراہ کرتا ہے۔ اور جسے چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے) یقیناً اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اس مین
کسی طرح کا شک نہین ہے۔ یہ ساری بحث اور تحقیق اضلال کے لفظ کی تھی۔ اور ہدی کے کئی معنے ہین۔ (پہلے معنی) دلالت اور بیان کے ہین۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے
اَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا (ہم نے بہت سے قرن ہلاک کر دیے۔ کیا اس نے برائی بھلائی اُن سے بیان نہین کی) اور نیز ارشاد فرمایا ہے۔ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ
تَبِعَ هُدَايَ (اگر میری جانب سے برائی بھلائی کا بیان تمہارے پاس آجائے۔ تو جو میرے بیان پر چلا) ان دونون آیتون کے معنے اسی وقت ٹھیک اور درست ہو سکتے ہین
کہ ان مین ھدی کے لفظ کے معنی برائی بھلائی کے بیان کرنے کے ہون۔ اور نیز ارشاد فرمایا ہے۔ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ
الْهُدٰى (وہ اپنے گمان اور نفسانی خواہش کی پیروی کیے جاتے ہین۔ حالانکہ پروردگار کی جانب سے برائی بھلائی کا بیان اُن کے پاس آگیا ہے) اور نیز ارشاد فرمایا ہے۔ اِنَّا
هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا (ہم نے بندے سے برائی بھلائی بیان کردی۔ وہ اب خواہ شکرگذاری کرے خواہ ناسپاسی۔) اور نیز ارشاد فرمایا ہے وَاَمَّا
ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى (ہم نے ثمود کی قوم سے بُرائی بھلائی بیان کردی۔ مگر اُس نے بُرائی کو پسند کرلیا۔ اور بھلائی پسند نہ کی) اور نیز ارشاد
فرمایا ہے۔ ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى الَّذِيْٓ اَحْسَنَ وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ (پھر ہم نے نیکون پر نعمت کے پورا کرنے
اور ہر ایک چیز کی تفصیل اور بُرائی بھلائی کے بیان۔ اور مہربانی کے لیے موسیٰ کو کتاب دی۔ شاید بنی اسرائیل اپنے پروردگار کے ملنے کا یقین کرلین) اور جن لوگون مین باہم

الصِّرَاطِ (ای داو دتوظلم نہ کرین سیدھا رستہ بتادی) اورنیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰٓی اَدْبَارِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُمُ الْهُدَی الشَّیْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ وَاَمْلٰی لَهُمْ (بُرائی بھلائی کے بیان کے ظاہر ہوجانے کے بعد جو لوگ پھر گئے شیطان نے اُنھین گمراہ کردیا۔ اور اُن کی آرزوین بڑھادین) اورنیز ارشاد فرمایا ہے۔ اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ یّٰحَسْرَتٰی عَلٰی مَا فَرَّطْتُّ فِیْ جَنْۢبِ اللّٰهِ (اس بات کے ڈر سے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہونا۔ اور قرآن کی پیروی کرنی چاہیے۔ کہ قیامت کے دن بعضے لوگ یہ کہین گے۔ اس بات کی بڑی حسرت ہے۔ کہ مین نے اللہ تعالیٰ کے باب مین بہت کمی اور کوتاہی کی) تاقول عزوجل اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِیْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ (یا یہ کہین گے۔ اگر اللہ مجھ سے برائی بھلائی بیان کردیتا۔ تو بیشک مین پرہیزگارون مین سے ہوتا۔) تاقول عزوجل بَلٰی قَدْ جَآءَتْكَ اٰیٰتِیْ فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ (ہان بیشک ہماری آیتین تیرے پاس آئین اور تونے اُنہین جھوٹا کہا۔ اور تکبر کیا) اللہ تعالیٰ نے اس آیت مین یہ ارشاد فرمایا ہے کہ کافر کے پاس ہماری آیتین آئین جن مین برائی بھلائی کا بیان تھا۔ اورنیز ارشاد فرمایا ہے اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّاۤ اُنْزِلَ عَلَیْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّاۤ اَهْدٰی مِنْهُمْ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَیِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًی وَّرَحْمَةٌ (یا تم یہ کہو۔ اگر کتاب ہم پر نازل ہوتی۔ تو بیشک ہمین اُن سے زیادہ ہدایت ہوتی۔ لہذا تمہارے پروردگار کی جانب سے تمہارے پاس حجت اور بیان اور رحمت آگئی) اور اس آیت مین یہ خطاب کافرون کی طرف ہی (دوسرے معنی) بلانے کے ہین۔ اِن دونون آیتون مین ہدایت کے معنی بلانے کے ہین۔ اِنَّكَ لَتَهْدِیْۤ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (بیشک تو سیدھی راہ کی طرف بلاتا ہے) وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (ہر ایک قوم کے لیے ایک بلانے والا ہے۔ کہ وہ گمراہی یا ہدایت کی طرف اُسے بُلاتا ہے (تیسرے معنی) جن الطاف اور مہربانیون کی ایمان شرط ہے۔ اُن الطاف اور مہربانیون کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے توفیق دینے کو ہُدیٰ اور ہدایت کہتے ہین۔ ایمان کے شرط ہونے کے یہ معنی ہین کہ وہ الطاف اور مہربانیان ایمان پر موقوف ہین۔ جب تک ایمان نہ ہو وہ نہین ہوسکتین اللہ تعالیٰ ایمان کے بدلے مین مومنون پر یہ الطاف اور مہربانیان ایمان کی مدد اور طاعت کی زیادتی کی اعانت کے لئے کرتا ہے۔ یہ الطاف اور مہربانیان مومنون کے ایمان کا ثواب اور بدلا ہے۔ اور کافرون کے کفر کا بدلا ایمان کے اس ثواب اور بدلے کا مقابل ہی۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے باوجودیکہ کافرون کو ہدایت نہین کی ہی۔ کفر کے بدلے مین اُنہین گمراہ کردیا ہے۔ اور یہ آیتین اس تیسرے معنے کے دلائل ہین۔ وَالَّذِیْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًی جن لوگون کو ہدایت ہوگئی ہی۔ اللہ تعالیٰ نے اُنہین ہدایت اور زیادہ کردی۔ یعنی جو لوگ ایمان لے آئے ہین اللہ تعالیٰ نے اُن پر الطاف اور مہربانیان کین۔ اور ایمان پر قائم رہنے کی اُنہین توفیق دی۔ وَیَزِیْدُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اهْتَدَوْا هُدًی (جن لوگون کو ہدایت ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اُنہین ہدایت اور زیادہ کردیتا ہے۔ یعنی جو لوگ ایمان لے آئے ہین۔ اللہ اُن پر الطاف اور مہربانیان کرتا ہے۔ اور ایمان پر قائم رہنے کی اُنھین توفیق دیتا ہے۔ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ۔ اللہ ظالمون کو ہدایت نہین کرتا ہے۔ یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ وَیُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِیْنَ (یعنی جو لوگ توحید کے کلمہ پر ایمان لے آئے ہین۔ اللہ اُنہین دنیا اور آخرت مین اُس پر قائم رکھتا ہے۔ اور اللہ ظالمون کو گمراہ کرتا ہے) یعنی ایمان لانے والون پر ایمان کے بدلے الطاف اور مہربانی اور اعانت کرتا ہے۔ اور ایمان کے باقی رہنے کی توفیق دیتا ہے۔ اور ظالمون کو اُن کے ظلم کے بدلے مین گمراہ کرتا ہے کَیْفَ یَهْدِی اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِیْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْۤا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَآءَهُمُ الْبَیِّنٰتُ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ (جو لوگ ایمان لے آئے۔ اور جنہون نے رسول کے حق ہونے کی شہادت دی۔ اور حجتین اُن کے پاس آگئین۔ اور اسکے بعد پھر وہ کافر ہوگئے۔ تو اللہ اُنہین کس طرح ہدایت کرے۔ اور اللہ ظالمون کو ہدایت نہین کرتا ہے) اللہ تعالیٰ نے اس آیت مین یہ ارشاد فرمایا۔ کہ اللہ اُنہین ہدایت نہین کریگا۔ اور یہ بھی ارشاد فرمایا۔ کہ اُن کے پاس بینات یعنی حجتین آگئین۔ تو ضرور بالضرور اس آیت مین ہُدیٰ کے معنے بیان کے نہین ہین۔ اورنیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ وَمَنْ یُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ یَهْدِ قَلْبَهٗ (جو شخص اللہ پر ایمان لے آتا ہے۔ اللہ اُس کے دل کو ہدایت کردیتا ہی۔ یعنے اللہ ایمان پر قائم رہنے کی اُس کے دل کو توفیق دیتا ہے۔ اور اُس پر الطاف اور مہربانیان کرتا ہے۔ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ وَاَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ

ہدایت کرنے کے ہین۔ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَاعْتَصَمُوْا بِہٖ فَسَیُدْخِلُھُمْ فِیْ رَحْمَۃٍ مِّنْہُ وَفَضْلٍ وَّیَھْدِیْھِمْ اِلَیْہِ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا (جو لوگ اللہ پر ایمان لائے ہین۔ اور جنھون نے
اللہ پر توکل کرلیا ہے۔ اللہ عنقریب اُنھین اپنی رحمت اور فضل مین داخل کریگا۔ اور اُنھین اُس کا سیدھا رستہ بتائیگا) اس آیت مین رحمت اور فضل سے جنت مراد ہے
اور غرض یہ ہے۔ کہ اللہ اُنہین جنت کا سیدھا رستہ بتائیگا۔ اس آیت مین ہدایت سے جنت کی راہ کی طرف ہدایت کرنا مراد ہے۔ اور نیز ارشاد فرمایا ہے۔ قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّ
کِتٰبٌ مُّبِیْنٌ یَّھْدِیْ بِہِ اللّٰہُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَہٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَیُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ بِاِذْنِہٖ وَیَھْدِیْھِمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (بیشک اللہ کی جانب سے تمہارے
پاس نور اور روشن کتاب (قرآن) آگئی۔ جس کے ساتھ اللہ اُن لوگون کو نجات اور سلامتی کی راہین بتاتا ہے۔ جو اُس کی مرضی کے تابع ہین۔ اور اُنھین اپنے ارادے سے
اندھیرون سے نور کی طرف نکالتا ہے۔ اور سیدھی راہ بتاتا ہے۔ اس آیت مین بھی ہدایت سے جنت کی راہ کا ہدایت کرنا مراد ہے۔ اور نیز ارشاد فرمایا ہے۔ وَالَّذِیْنَ قُتِلُوْا
فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَلَنْ یُّضِلَّ اَعْمَالَھُمْ سَیَھْدِیْھِمْ وَیُصْلِحُ بَالَھُمْ وَیُدْخِلُھُمُ الْجَنَّۃَ (جو لوگ اللہ کی راہ مین مقتول ہوئے ہین۔ اللہ ہرگز اُن کے عمل باطل نہین کریگا۔
عنقریب اُنہین ہدایت۔ اور اُن کے دل کی اصلاح۔ اور اُنھین جنت مین داخل کریگا) جو ہدایت قتل کے بعد ہے۔ اُس سے جنت کی راہ کی ہدایت کے سوا اور کچھ
مراد نہین ہوسکتا۔ لہٰذا اس آیت مین ہدایت سے جنت کی راہ کی ہدایت مراد ہے۔ اور نیز ارشاد فرمایا ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ یَھْدِیْھِمْ رَبُّھُمْ
بِاِیْمَانِھِمْ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھِمُ الْاَنْھٰرُ (جو لوگ ایمان لائے ہین اور جنھون نے نیک عمل کیے ہین۔ اُن کا پروردگار اُن کے ایمان کے سبب سے اُنھین جنت کی راہ کی
ہدایت کریگا۔ اُن کے نیچے نہرین جاری ہونگی) یہ جبائی کی تاویل ہے (پانچوین معنی) آگے آگے چلنے کے ہین۔ ھَدٰی فُلَانٌ فُلَانًا کہتے ہین۔ اور مراد یہ ہوتی ہے کہ فلان
شخص فلان شخص کے آگے آگے چلا۔ اور ھُدٰی کے لفظ کی اصل۔ راہ کی ہدایت ہے۔ کیونکہ رہنما اُس کے آگے آگے چلتا ہے جس کی رہنمائی کرتا ہے۔ اور عرب اَقْبَلَتْ
ھَوَادِیُ الْخَیْلِ۔ کہتے ہین۔ اور غرض یہ ہوتی ہے۔ کہ گھوڑون مین سے جو گھوڑے آگے تھے وہ آگئے۔ اور گردن کو ھَادِیْ کہتے ہین۔ اور گھوڑون کی گردنون کو
ھَوَادِی الْخَیْلِ اسی سبب سے کہتے ہین۔ کہ وہ اور سب اعضا سے مقدم ہوتی ہین (چھٹے معنے) ھَدٰی کہتے ہین۔ اور مراد یہ ہوتی ہے۔ کہ وہ مومن کو راہ یاب کہتا ہے۔
اور یہ حکم کرتا ہے۔ کہ مومن راہ یاب ہے۔ کیونکہ ھَدَاہُ کی حقیقت اور اصل جَعَلَہٗ مُھْتَدِیًا ہے۔ اور جَعَلَ کے لفظ کے معنے کہنے۔ اور حکم کرنے کے بھی آتے ہین۔
اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ مَا جَعَلَ اللّٰہُ مِنْ بَحِیْرَۃٍ (اللہ نے بحیرے کا حکم نہین کیا ہے) اور نیز ارشاد فرمایا ہے۔ اِنَّ الْھُدٰی ھُدَی اللّٰہِ۔ ھُدٰی وہی ہے
جس کے ھُدٰی ہونے کا اللہ نے حکم کیا ہے۔ اور نیز ارشاد فرمایا ہے۔ مَنْ یَّھْدِ اللّٰہُ فَھُوَ الْمُھْتَدِ (جسکی راہ یابی کا اللہ نے حکم کیا ہے۔ اُسی کو راہ یاب کہنا چاہیے
ھُدٰی کے یہ چھ معنی معتزلہ نے بیان کیے ہین۔ اور اضلال کی تفسیر مین ہم اِن کی تردید کرچکے ہین۔ جبریہ نے کہا ہے۔ ھُدٰی کے معنی ہدایت اور علم کے پیدا کرنے کے
ہین۔ اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ وَاللّٰہُ یَدْعُوْا اِلٰی دَارِ السَّلٰمِ وَیَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (اللہ جنت کی طرف بلاتا ہے۔ اور جسے چاہتا ہے
ہدایت پیدا کردیتا ہے۔ اس آیت مین ھُدٰی کے معنی ہدایت اور علم کے پیدا کرنے کے ہین۔ قدریہ یعنی معتزلہ نے کہا ہے۔ یہ بات کئی دلیلون سے ثابت ہے۔ کہ
ھُدٰی کے معنی ہدایت اور علم کے پیدا کرنے کے نہین ہوسکتے (پہلی دلیل) یہ ہے۔ کہ جو شخص زبردستی سے کسی کو راہ چلائے۔ اور راہ چلنے پر مجبور کرے۔ تو اُسے
عربی زبان مین ہادی نہین کہ سکتے۔ بلکہ یہ کہین گے۔ کہ اُس نے سیدھے رستے کی طرف اُسے پھیر دیا۔ اور سیدھے رستے کی طرف اُسے گھسیٹ لیا۔ اور یہ ہرگز نہین کہین گے
کہ سیدھے رستے کی اُسے ہدایت کی (دوسری دلیل) یہ ہے۔ اگر ہدایت وگمراہی کا خالق اللہ تعالیٰ ہو۔ تو امر ونہی۔ اور مدح وذم۔ اور ثواب وعذاب سب لغو اور باطل ہوجائیگا
کیونکہ جب بندے کو ہدایت اور گمراہی مین کچھ دخل ہی نہین ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کے دل مین چاہتا ہے ہدایت پیدا کردیتا ہے۔ جس کے دل مین چاہتا ہے گمراہی پیدا کردیتا ہے۔
تو بندے کو یہ حکم کرنا۔ کہ نیکی کر اور بدی نکر۔ اور نیکی کرنے کے وقت اُس کی مدح اور ستایش کرنا۔ اور اُسے ثواب دینا۔ اور بدی کرنے کے وقت اُس کی مذمت کرنا اور اُسے
عذاب دینا لغو اور بیہودہ ہے۔ اور فی الحقیقت امر ونہی وغیرہ لغو اور باطل نہین ہے۔ تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہدایت اور گمراہی کا خالق نہین ہے۔ اگر کوئی شخص ہماری

بندہ کا کسب ہے۔ اسی سبب سے امر و نہی وغیرہ لغو اور بیہودہ نہیں ہے۔ تو ہم اس اعتراض کا یہ جواب دین گے۔ کہ کسب باطل ہے۔ اور اُس کے باطل ہونے کی دو دلیلین ہین (پہلی دلیل) یہ ہے۔ کہ فعل کا وجود یا اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے ہے۔ یا اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے نہین ہے۔ اگر فعل کا وجود اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے ہے تو فعل کو جس وقت اللہ تعالیٰ نے پیدا کر دیا۔ اُس وقت بندہ اُس سے باز نہین رہ سکتا۔ اور جسوقت پیدا نہین کیا ہے۔ اُسوقت اُسے بندہ نہین کر سکتا۔ اور اس صورت مین جو جو اعتراض ہین۔ وہ سب وارد ہین۔ اور اگر فعل کا وجود اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے نہین ہے۔ بلکہ بندی کے پیدا کرنے سے ہے۔ تو یہ معتزلہ کا مذہب ہے اور اس صورت مین معتزلہ کا مذہب ثابت ہو گیا۔ اور تمہارا باطل (دوسری دلیل) یہ ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ فعل کا خالق ہے۔ اور بندہ کاسب۔ تو اس مین صرف تین صورتین ہین یا فعل کو پہلے اللہ پیدا کرتا ہے۔ پھر بندہ کسب کرتا ہے۔ یا پہلے بندہ کسب کرتا ہے۔ پھر اللہ پیدا کرتا ہے۔ یا بندے کا کسب اور اللہ تعالیٰ کا پیدا کرنا دونون ایک ساتھ ہین۔ اگر فعل کو پہلے اللہ پیدا کرتا ہے۔ تو فعل کے پیدا کرنے کے بعد پھر بندہ اُس کے کسب کرنے پر مجبور ہے۔ اور جب بندہ مجبور ہو گیا۔ تو پھر وہ سب خرابیان لازم آتی ہین یعنی امر و نہی وغیرہ سب لغو اور بیہودہ ہو گیا۔ اگر پہلے بندہ کسب کرتا ہے۔ تو بندے کے کسب کرنے کے بعد پھر اللہ اُس کے پیدا کرنے پر مجبور ہے۔ اور اگر بندے کا کسب اور اللہ کا پیدا کرنا دونون ایک ساتھ ہین۔ تو اللہ اور بندے کے متفق ہونے کے بغیر وہ فعل نہین ہو سکتا۔ اور اُس فعل پر بندے اور اللہ کا متفق ہونا معلوم نہین۔ اور نیز اس فعل پر بندے کا اور اللہ کا متفق ہونا دوسرے اتفاق کے بغیر نہین ہو سکتا۔ کیونکہ اس فعل پر بندے کا اور اللہ کا متفق ہونا یہ بھی بندی کا کسب ہے اور اللہ کا فعل۔ تو یہ اتفاق بھی اُس وقت تک نہین ہو سکتا۔ کہ بندے کا اور اللہ کا اس اتفاق پر اتفاق ہو جائے۔ اور یہ دوسرا اتفاق بھی تیسرے اتفاق کے بغیر نہین ہو سکتا۔ وعلیٰ ہذا القیاس غیر متناہی اتفاقون کا وجود لازم آتا ہے۔ اور غیر متناہی اتفاقات کا وجود محال اور ناممکن ہے۔ یہ ساری تقریر معتزلہ کی ہے۔ جبریہ نے معتزلہ کے جواب مین یہ کہا ہے۔ کہ ہم اُن عقلی دلائل سے جو قطعی ہین۔ اور جن مین احتمال اور تاویل کی ہرگز گنجایش نہین ہے۔ یہ بات ثابت کر چکے ہین۔ کہ ان افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ خواہ بالواسطہ خواہ بلاواسطہ۔ اور جو دلیلین تم نے پیش کی ہین۔ وہ نقلی ہین۔ اور اُن مین احتمال اور تاویل کی گنجایش ہے۔ اور احتمالی دلیل قطعی دلیل کی مقابل اور معارض نہین ہو سکتی۔ تو ہماری قول کی طرف تمہین رجوع کرنا چاہیے۔ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيق (سولھوان مسئلہ) یہان یہ اعتراض ہو سکتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کیون ارشاد فرمایا کہ اللہ مثل کے بیان کرنے سے بہت سے لوگون کو ہدایت کرتا ہے۔ حالانکہ اہل ہدایت قلیل ہین۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ میرے بندون مین سے شکر کرنے والے بہت کم ہین۔ اور نیز ارشاد فرمایا ہے۔ وَقَلِيلٌ مَّا هُمْ۔ اور وہ بہت ہی تھوڑے ہین۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے اَلنَّاسُ كَالْإِبِلِ مِائَةٌ لَا تَجِدُ فِيهَا رَاحِلَةً۔ آدمی اونٹون کی مثل ہین جس طرح سو اونٹون مین ایک اونٹ بھی اچھا نہین ہوتا۔ اسی طرح سو آدمیون مین ایک آدمی بھی اچھا نہین ہوتا۔ اس اعتراض کا ایک جواب یہ ہے۔ کہ اہل ہدایت فی ذاتہ بہت ہین۔ اور جہان کہین اللہ تعالیٰ نے اُنھین کم کہا ہے تو گمراہون کی نسبت کم کہا ہے۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ اہل ہدایت مین سے قلیل بھی فی الحقیقت بہت ہین۔ گو بظاہر کم ہین۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے حقیقت کے اعتبار سے اہل ہدایت کو بہت کہہ دیا (سترھوان مسئلہ) فراء نے یہ کہا ہے۔ کہ فاسق کے لفظ کی اصل عرب کا یہ قول ہے۔ فَسَقَتِ الرُّطَبَةُ عَنْ قِشْرِهَا کھجور اپنے چھلکے مین سے نکل آئی۔ لہذا فاسق اُس شخص کو کہتے ہین۔ جو طاعت اور فرمانبرداری سے خارج ہو جائے۔ اور چوہے کو فُوَيْسِقَة اسی سبب سے کہتے ہین کہ وہ ضرر پہنچانے کے لیے نکلتا ہے۔ اہل قبلہ یعنی اہل اسلام کا اس امر مین اختلاف ہے کہ فاسق مومن ہے یا کافر۔ ہمارے اصحاب یعنی اشاعرہ کے نزدیک فاسق مومن ہے۔ اور خوارج کے نزدیک کافر۔ اور معتزلہ کے نزدیک نہ مومن ہے نہ کافر۔ اور مخالفین اپنے قول پر ان آیتون سے دلیل لائے ہین بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ ایمان کے بعد فسق برا نام ہے۔ یعنی ایمان لے آنے کے بعد فاسق کہنا بُرا ہے۔ اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ مومن فاسق نہین ہے۔ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ هُمُ الْفَاسِقُونَ بیشک منافق ہی فاسق ہین۔ اس آیت سے بھی یہی معلوم ہوا کہ مومن فاسق نہین ہے۔ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ (اللہ تعالیٰ نے ایمان کو تمہارا مطلوب اور محبوب۔ اور کفر اور فسق اور نافرمانی کو تمہارا

عداوت۔ تو مومن فسق نہین کرسکتا۔ اور فاسق نہین ہوسکتا۔ اور یہ مسئلہ بہت بڑا ہے۔ علم کلام مین بشرح و بسط مذکور ہے (اٹھارھوان مسئلہ) اللہ تعالیٰ کے قول اَلَّذِیْنَ
یَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِیْثَاقِهٖ (جو لوگ اللہ سے مضبوط عہد کرنے کے بعد پھر اُسے توڑ ڈالتے ہین۔) مین اللہ کے عہد سے کیا مراد ہے۔ اس مین علما کا باہم اختلاف
ہے۔ اور اس مین اُن کے کئی قول ہین (پہلا قول) یہ ہے۔ کہ اس آیت مین اللہ تعالیٰ کے عہد سے وہ دلائل مراد ہین جو توحید کے صحیح ہونے۔ اور اللہ تعالیٰ کے رسولونکے
سچے ہونے پر دلالت کرتے ہین۔ چونکہ ان دلائل کے سبب سے توحید وغیرہ کا اعتقاد اور اقرار کرنا لازم اور ضرور ہے۔ لہٰذا یہ دلائل بمنزلے اس عہد اور پیمان کے
ہین۔ کہ ہم توحید وغیرہ کا اعتقاد اور اقرار ضرور بالضرور کرین گے۔ اور اسی سبب سے اللہ تعالیٰ کا یہ قول صحیح اور درست ہوا۔ اَوْفُوْا بِعَهْدِیْۤ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ (تم نے
جو مجھ سے عہد کیا ہے۔ وہ تم پورا کرو۔ مین نے جو تم سے عہد کیا ہے۔ وہ مین پورا کرون گا۔ (دوسرا قول) یہ بھی احتمال ہے۔ کہ اس آیت مین عہد سے وہ قسم مراد ہو۔
جس کا ذکر اللہ تعالیٰ کے اس قول مین ہے۔ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَیْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَهُمْ نَذِیْرٌ لَّیَكُوْنُنَّ اَهْدٰى مِنْ اِحْدَى الْاُمَمِ فَلَمَّا جَآءَهُمْ نَذِیْرٌ
مَّا زَادَهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا (یعنی انھون نے اللہ کی تاکیدی اور مضبوط قسمین کھائین۔ کہ اگر ہمارے پاس ڈرانے والا آجائیگا۔ تو ہمین ہر ایک گروہ سے زیادہ ہدایت
ہوجائیگی۔ اور جب ڈرانے والا آیا۔ تو اُسکے آنے سے اُن کی نفرت اور بڑھ گئی۔) جس چیز کی اُنھون نے قسم کھائی تھی۔ جب اُسے نہین کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے
یہ ارشاد فرمایا کہ اُنھون نے اپنا عہد اور پیمان توڑ ڈالا۔ پہلی تاویل ہر ایک گمراہ اور ہر ایک کافر کو شامل ہے۔ اور دوسری تاویل اُنھی لوگون کے ساتھ خاص ہے
جنھون نے یہ قسم کھائی تھی۔ جب یہ بات ذہن نشین ہوچکی۔ تو یہ امر ظاہر ہوگیا۔ کہ پہلی تاویل دوسری تاویل سے دو وجہ سے بہتر ہے۔ (پہلی وجہ) یہ ہے۔ کہ پہلی تاویل
کی صورت مین آیت اپنے عموم پر رہیگی۔ اور دوسری تاویل کی صورت مین تخصیص کرنی پڑے گی (دوسری وجہ) یہ ہے۔ کہ پہلی تاویل کی صورت مین وہ اس سبب سے
مذمت کے قابل ہین۔ کہ اُنھون نے اُس عہد کو توڑ ڈالا جسے اللہ تعالیٰ نے اُن دلائل سے مضبوط کیا تھا۔ جن کا بار بار ذکر کیا ہے۔ اور جنھین بخوبی
واضح کردیا ہے۔ اور جن سے التباس اور اشتباہ بالکل دور کردیا ہے۔ اور جسے اُن عقلی دلائل سے مستحکم کیا تھا۔ جن کی تاکید کے لیے نبی بھیجے۔ اور کتابین نازل کین۔ اور
دوسری تاویل کی صورت مین وہ اس سبب سے مذمت کے قابل ہین۔ کہ اُنھون نے خود جس چیز کا التزام کرلیا تھا۔ اُسے چھوڑ دیا۔ اور ظاہر ہے۔ کہ پہلی تاویل کی صورت مین
اُن کی بہت بڑی مذمت ہے (تیسرا قول) قفال نے یہ کہا ہے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے۔ کہ اس آیت سے اہل کتاب کی وہ قوم مراد ہو۔ جس سے اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ
وسلم کی تصدیق کرنے کا اُن کتابون مین عہد و پیمان لیا تھا۔ جو اُن کے نبیون پر نازل کی تھین۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کا حال اُن
کتابون مین اُن سے بیان کردیا تھا۔ اور اُنھون نے اُس عہد و پیمان کو توڑ ڈالا۔ اور اُس کا کچھ خیال نہین کیا۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کیا۔ (چوتھا
قول) بعضے علما نے یہ کہا ہے۔ کہ اس عہد و پیمان سے وہ عہد و پیمان مراد ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی تمام اولاد سے اُسوقت لیا تھا۔ جس وقت اُنھین آدم علیہ السلام
کی پیٹھ مین سے نکالا تھا۔ اور وہ سب کے سب چھوٹی چھوٹی چیونٹیون کی برابر تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کے قول وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى
(اللہ تعالیٰ نے خود اُنھی کو اُن کے اوپر گواہ کرلیا۔ کیا مین تمہارا رب نہین ہون۔ سب نے یہی کہا۔ ہان تو ہمارا رب ہی) سے بھی یہی عہد و پیمان مراد ہے۔ متکلمین نے
اس قول کی تردید کی ہے۔ اور یہ کہا ہے۔ کہ یہ قول اس سبب سے باطل ہے۔ کہ جس طرح اللہ تعالیٰ بندون سے اُس چیز کا مواخذہ نہین کرتا۔ جس کا علم اُن کے دل سے سہو و
نسیان کے سبب سے زائل ہوگیا ہے۔ اسی طرح اُس عہد و پیمان کے ساتھ بھی بندون پر استدلال نہین کرتا۔ جس سے بندے بے خبر ہین۔ اور جسے بالکل نہین جانتے
تو اللہ تعالیٰ اس عہد و پیمان کے سبب سے بندون کی کس طرح مذمت کرسکتا ہے (پانچوان قول) اللہ تعالیٰ نے جو مخلوق سے عہد و پیمان لیے ہین۔ وہ تین ہین۔
(پہلا عہد) وہ ہے۔ جو آدم علیہ السلام کی تمام اولاد سے لیا ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کے رب ہونے کا اقرار ہے۔ اور اس پہلے عہد کا بیان اللہ تعالیٰ کے قول
وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مین ہے۔ (دوسرا عہد نبیون کے ساتھ مخصوص ہے) کہ وہ احکام الٰہی مخلوق کی طرف پہنچادین۔ اور دین کو قایم کرین۔ اور اس دوسرے عہد کا

بیان اس آیت مین ہے - وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ (جس وقت ہم نے نبیون سے عہد و پیمان لیا) - (تیسرا عہد) علما کے ساتھ مخصوص ہے - اور اس تیسرے عہد کا بیان اس آیت مین ہے - وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ - جن لوگون کو کتاب دی گئی ہی جب اللہ تعالی نے اُن سے یہ عہد لیا - کہ کتاب مین جو احکام الٰہی ہین اُنھین لوگون سے بیان کر دینا - اور ہرگز نہ چھپانا) یعنی اہل کتاب کے علمار سے یہ عہد لیا - کہ کتاب مین جو احکام الٰہی ہین اُنھین بیان کر دینا - اور نہ چھپانا - تفسیر کشاف کے مصنف نے یہ کہا ہے - کہ مِيْثَاقِهٖ کی ضمیر عہد کی طرف پھرتی ہے - میثاق سے اُن کا التزام کر لینا اور قبول کر لینا مُراد ہے - جس سے اُنھون نے اللہ کے عہد کو مضبوط کیا تھا - اور یہ بھی ہو سکتا ہے - کہ میثاق کے معنے توثیق کے ہون - جیسے میعاد کے معنے وعدے کے ہین - اور میلاد کے معنے ولادت کے - میثاقہ کی ضمیر اللہ تعالی کی طرف پھر سکتی ہے - اور اس صورت مین میثاقہ کے یہ معنے ہون گے - کہ اللہ تعالی کی اُن آیتون اور کتابون اور رسولون کے بعد جن کے ساتھ اللہ نے اپنا عہد مضبوط کیا تھا - (اُنیسوان مسئلہ) علمار کا اس امر مین اختلاف ہے - کہ اللہ تعالی کے قول وَيَقْطَعُوْنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ يُّوْصَلَ (اللہ تعالی نے اُنھین جس چیز کے ملانے کا حکم کیا تھا اُسی چیز کو وہ کاٹتے ہین) سے کیا مراد ہے - اس مین علما کے کئی قول ہین (پہلا قول) یہ ہے - کہ اس آیت سے قطع رحم یعنی اُن قرابتون کے حقوق کا قطع کرنا مراد ہے جن کے ملانے کا اللہ نے حکم کیا ہے - اور یہ آیت اس آیت کی مثل ہے - فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْۤا اَرْحَامَكُمْ (اگر تم پھر جاؤ تو عنقریب تم زمین مین فساد مچاؤ گے - اور اپنی قرابتون کے حقوق کو قطع کرو گے) اس مین یہ اشارہ ہے کہ اُنھون نے اُس قرابت کے حقوق کو قطع کیا - جو اُن کے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان تھی - اور یہ آیت اس تاویل کے مطابق اُنھین لوگون کے ساتھ خاص ہی جنھون نے اُس قرابت کے حقوق کو قطع کیا - جو اُن مین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین تھی (دوسرا قول) یہ ہی - کہ اللہ تعالی نے تو اُنھین یہ حکم کیا تھا کہ وہ مومنون سے ملے رہین - اُنھون نے اِس حکم کے برخلاف کیا - وہ مومنون سے تو الگ ہو گئے - اور کافرون سے مل گئے - اللہ تعالی کے قول وَيَقْطَعُوْنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ يُّوْصَلَ سے یہی مراد ہے - (تیسرا قول) یہ ہے - کہ اللہ تعالی نے تو اُنھین جھگڑنے اور فتنہ انگیزی سے منع کیا تھا - اور وہ رات دن اسی مین مشغول رہتے تھے - (بیسوان مسئلہ) اللہ تعالی کے قول وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ (یعنی وہ زمین مین فساد مچاتے ہین) مین فساد سے وہ فساد مُراد ہے - جو اورون کی طرف متعدی اور متجاوز ہوتا ہے - وہ فساد مراد نہین ہے - جو اورون کی طرف متجاوز نہین ہوتا - یہ بات نہایت ہی ظاہر اور واضح ہے - کہ فساد سے - لوگون کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طاعت اور فرمان برداری سے روکنا مراد ہے - کیونکہ زمین کی پوری پوری درستی رسول کی طاعت اور فرمانبرداری ہی سے ہوتی ہے - کیونکہ احکام الٰہی کے مان لینے سے انسان اُن سب چیزون کو مان لیتا ہے - جن کو اللہ تعالی نے اُس پر لازم کر دیا ہے - اور - اور چیزون کی طرف اُن تجاوز نہین کرتا - اور جن چیزون کو اللہ تعالی نے انسان پر لازم کر دیا ہے - اُن سب چیزون کے مان لینے سے روئے زمین سے ظلم کا نام و نشان مٹ جاتا ہے اور ظلم کے مٹ جانے سے وہ عدل جلوہ افزا ہوتا ہے - جس سے زمین اور آسمان قائم ہین - اللہ تعالی نے قرآن شریف مین فرعون کا یہ قول نقل کیا ہے - اِنِّيْۤ اَخَافُ اَنْ يُّبَدِّلَ دِيْنَكُمْ اَوْ اَنْ يُّظْهِرَ فِي الْاَرْضِ الْفَسَادَ (مجھے یہ ڈر ہے - کہ موسیٰ تمہارا دین بدل دیگا - یا زمین مین فساد کرے گا) اور يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ کے بعد پھر اللہ تعالی نے یہ ارشاد فرمایا - اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (جو لوگ ایسے کام کرتے ہین - وہی ٹوٹے اور خسارے مین ہین -) اور اس ٹوٹے اور خسارے کے کئی معنی ہین (پہلے معنی) یہ ہین - کہ جنت کی نعمتون مین اُنھین ٹوٹا اور خسارا ہوا - کیونکہ جنت مین ہر ایک شخص کے لیے بی بی اور مکان ہے - اگر وہ اللہ کی اطاعت اور فرمان برداری کریگا - تو اُسے وہ بی بی اور وہ مکان ملیگا - اگر نافرمانی کریگا - تو مومن اُس کے وارث ہو جائینگے - یعنی اُس کی وہ بی بی - اور وہ مکان کسی مومن کو مل جائیگا - اور اس آیت کے بھی یہی معنی ہین - اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (یہی لوگ فردوس کے وارث ہین - یہی اُس مین ہمیشہ رہین گے - اور ٹوٹے اور خسارے کے اس معنی کی طرف اس آیت مین بھی اشارہ ہے - اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (بیشک حقیقت ٹوٹے اور خسارے مین وہی لوگ ہین - جنھون نے قیامت کے دن خود اپنے تئین بھی - اور اپنی بیبیون کو بھی ٹوٹے اور خسارے

اور اُنھین اُن کا کچھ بدلا اور ثواب نہ ملا - اور یہ آیت یہودیون اور منافقون کی شان مین نازل ہوئی ہے - یہودیون کی شریعت مین یہی نیکیان تعین اور جو عمل خالص مومن کرتے تھے - ظاہر مین منافق بھی وہی کرتے تھے - لیکن یہودیون اور منافقون کی وہ نیکیان اُن کے کفر کے سبب باطل اور ضائع ہوگئین - (تیسرے معنے) یہ ہین - کہ دنیا کی لذتون کے جاتے رہنے کے ڈر سے وہ کفر پر اڑے رہے - اور دنیا کی لذتین ایک نہ ایک دن ضرور جاتی رہین گی - یا جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جہاد کا اذن ہوا - اُس وقت دنیا کی سب لذتین زائل ہو جائینگی - یا جس وقت وہ مرینگے - قفال رحمۃ اللہ نے یہ کہا ہے - جو شخص کوئی عمل کرے - اور اُسے اُس کا کوئی بدلا نہ ملے - تو اُس شخص کو خاسر یعنی زیان کار کہتے ہین - مثلاً جس شخص نے مشقت کی - اور کسی کام مین مصروف رہا اور اُسے اُس کام سے کچھ فائدہ نہ ہوا - تو اُسے یہ کہین گے - کہ اس شخص کو اس کام مین ٹوٹا اور خسارہ ہوا - کیونکہ وہ شخص اُس شخص کی مثل ہے جس نے کسی شخص کو کوئی چیز دی - اور اُس کے بدلے مین اُس سے کوئی چیز نہ لی - لہٰذا اس آیت مین اللہ تعالیٰ نے کافرون کو جو اللہ کی نافرمانیان کرتے ہین خاسر یعنی زیان کار کہا - نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے - اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (جو لوگ ایمان لے آئے ہین - اور جنھون نے نیک عمل کیے ہین اُن کے سوا ہر ایک انسان ٹوٹے اور خسارے مین ہے - اور نیز ارشاد فرمایا ہے - قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِیْنَ اَعْمَالًا ۝ اَلَّذِیْنَ ضَلَّ سَعْیُهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا (اے محمد تو اُن سے یہ کہ - جن لوگون کو کامون مین بہت ٹوٹا اور خسارہ ہوا - مین تمھین بتادون وہ کون ہین - وہ - وہ لوگ ہین جن کی تمام سعی اور کوشش دنیا مین اکارت گئی) واللہ اعلم كَیْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْیَاكُمْ ثُمَّ یُمِیْتُكُمْ ثُمَّ یُحْیِیْكُمْ ثُمَّ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ (تم کفر اور اللہ کا انکار کس طرح کرتے ہو - حالانکہ تم بے جان تھے - اُسی نے تمھین زندہ کیا ہے - اور وہی تمھین پھر مارے گا - اور وہی تمھین پھر دوبارہ زندہ کرے گا - اور دوبارہ زندہ ہونے کے بعد پھر تم اُسی کی طرف واپس جاؤگے) جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس مقام تک توحید اور نبوت اور معاد یعنی حشر و نشر کے دلائل بیان کیے جب توحید اور نبوت اور معاد کے دلائل کے بیان کرنے سے فارغ ہوگیا - تو اس مقام سے اپنے قول یٰبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْۤ اَنْعَمْتُ عَلَیْكُمْ (اے اولاد یعقوب جو نعمت مین نے تمھین دی ہے - تم اُسے یاد کرو) تک اُن نعمتون کا بیان کیا - جو تمام بندون کو شامل ہین - اور وہ چار نعمتین ہین - (پہلی نعمت) اِحیا یعنی زندہ کرنا ہے - اور اس آیت مین اِسی نعمت کا ذکر ہے - جاننا چاہیے - کہ اللہ تعالیٰ کا قول كَیْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ (یعنی تم کفر اور اللہ تعالیٰ کا انکار کس طرح کرتے ہو) اگرچہ بظاہر استفہام ہے - لیکن اُس سے مُراد سرزنش اور زجر و توبیخ ہے - کیونکہ جس قدر نعمت بڑی ہوتی ہے اُسی قدر منعم اور محسن کا گناہ بڑا ہوتا ہے - اس کا بیان یہ ہے - کہ بیٹے پر باپ کی جسقدر نعمت زیادہ ہوگی (مثلاً باپ نے بیٹے کی تربیت اور تعلیم بھی کی - اور اُسے بہت سامان بھی دیا - اور اُسے اچھے اچھے کامون مین لگا دیا) اُسیقدر بیٹے کا گناہ زیادہ ہوگا - اللہ تعالیٰ نے اِن نعمتون کے بیان کرنے سے یہ بات بیان کردی - کہ کافرون نے جو کفر اور اللہ کا انکار کیا - یہ اُنھون نے بہت ہی بڑا گناہ کیا - اور اللہ تعالیٰ نے اپنی بڑی بڑی نعمتین اُنھین اس سبب سے یاد دلائین کہ ان بڑی بڑی نعمتون کے یاد دلانے سے اُنھین کفر اور انکار کرنے سے جھڑکے - اور ایمان کے حاصل کرنے کی طرف راغب کرے - لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان بڑی بڑی نعمتون مین سے سب سے پہلے اُس نعمت کا بیان کیا - جو تمام نعمتون کی اصل اور جڑ ہے - اور وہ اِحیا یعنی زندہ کرنا ہے - یہ جو ہم نے بیان کیا - اس آیت سے اصل مقصود یہی ہے - اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے - کیا سبب ہے کہ پہلا عطف فَ کے ساتھ ہے - اور باقی تمام عطف ثُمَّ کے ساتھ - تو ہم اس اعتراض کا یہ جواب دین گے - کہ فَ صرف تعقیب ہی کے لیے آتی ہے - تراخی کے لیے نہین آتی - اور ثُمَّ تراخی کے لیے بھی آتا ہے یعنی فَ کا استعمال وہان ہوتا ہے - جہان معطوف علیہ اور معطوف مین زمانہ فاصل اور مدت حائل نہ ہو یعنی معطوف علیہ کے موجود ہوتے ہی معطوف موجود ہو جائے - اور ثُمَّ کا استعمال وہان ہوتا ہے - جہان معطوف علیہ اور معطوف کے درمیان زمانہ فاصل اور مدت حائل ہو - اور پہلی زندگی کبھی پہلی موت کے ہوتے ہی ہوجاتی ہے - پہلی موت اور پہلی زندگی مین زمانہ فاصل نہین ہوتا - اور دوسری

ہوتی ہے۔ اور اُن دونوں کے درمیان زمانہ فاصل ہے۔ لہٰذا پہلی زندگی کا عطف فَ کے ساتھ کیا۔ اور باقی کا ثُمَّ کے ساتھ اس آیت میں کئی مسئلے ہیں۔

معتزلہ نے کہا ہے۔ کہ یہ آیت کئی طریق سے اس بات پر دلالت کرتی ہے۔ کہ کفر کا خالق اللہ تعالیٰ نہیں ہے

(پہلا مسئلہ) معتزلہ نے یہ کہا ہے۔ کہ یہ آیت کئی طریق سے اس بات پر دلالت کرتی ہے۔ کہ کفر بندوں ہی کی جانب سے ہے۔ کفر کا خالق اللہ تعالیٰ نہیں ہے (پہلا طریق) یہ ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کفر کا خالق ہوتا۔ تو اُسے زجر و توبیخ کے ساتھ بندوں سے کَیْفَ تَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ (تم کفر کیوں کرتے ہو) کہنا جائز نہ ہوتا۔ یعنی اللہ تعالیٰ بندوں سے زجر و توبیخ کے ساتھ یہ نہ کہہ سکتا۔ کہ تم کفر کیوں کرتے ہو۔ جس طرح یہ نہیں کہہ سکتا کہ تم سیاہ اور سپید اور تندرست اور بیمار کیوں ہوگئے ہو۔ اور اللہ یہ اسی سبب سے نہیں کہہ سکتا ہے۔ کہ یہ سب صفتیں بندوں میں اللہ ہی نے پیدا کی ہیں۔ تو بندوں میں اگر کفر بھی اللہ ہی نے پیدا کیا ہو۔ تو اللہ تعالیٰ یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ تم کفر کیوں کرتے ہو۔ لہٰذا یہ معلوم ہوگیا۔ کہ کفر کا خالق اللہ نہیں ہے (دوسرا طریق) یہ ہے۔ کہ جب اللہ تعالیٰ نے اُنھیں بدبختی اور دوزخ ہی کے لیے پیدا کیا ہے۔ اور اُن کے پیدا کرنے سے یہی ارادہ کیا ہے۔ کہ وہ کافر ہوں اور دوزخ میں جائیں۔ تو پھر اللہ تعالیٰ جھڑک کر اُن سے یہ کس طرح کہہ سکتا ہے۔ کَیْفَ تَکْفُرُوْنَ (تم کیوں کفر کرتے ہو۔ (تیسرا طریق) یہ ہے۔ حکیم اور دانا سے یہ بات ہرگز ممکن نہیں ہے۔ کہ وہ خود ہی بندوں میں کفر پیدا کردے۔ اور خود ہی اُن سے یہ کہے۔ کَیْفَ تَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ تم کیوں کفر کرتے ہو۔ خود ہی اُنھیں ایمان سے روکدے۔ اور منع کردے۔ اور پھر خود ہی یہ کہے۔ اُنھیں ایمان لانے سے کس چیز نے منع کیا ہے۔ اور کس چیز نے روکا ہے۔ خود ہی اُن میں اعراض اور روگردانی پیدا کردے۔ اور پھر خود ہی یہ کہے۔ فَمَا لَھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ (ان لوگوں کو کیا ہوگیا ہے۔ کہ ایمان نہیں لاتے) فَمَا لَھُمْ عَنِ التَّذْکِرَۃِ مُعْرِضِیْنَ (ان لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ یہ ذکر اور نصیحت سے اعراض اور روگردانی کرتے ہیں) خود ہی اُن میں افک پیدا کردے۔ اور خود ہی یہ کہے اَنّٰی تُؤْفَکُوْنَ (تم کس طرح پھیر دیئے جاتے ہو) خود ہی اُن میں صرف پیدا کردے۔ اور خود ہی یہ کہے۔ فَاَنّٰی تُصْرَفُوْنَ (یعنی تم کس طرح پھیر دیے جاتے ہو) اور اس قسم کے کلام کو حجت اور دلیل کہنا نہیں چاہیے۔ بلکہ اسے ہنسی اور تمسخر کہنا چاہیے (چوتھا طریق) یہ ہے۔ کہ جب اللہ تعالیٰ نے بندوں سے کَیْفَ تَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ (یعنی تم کفر کیوں کرتے ہو) کہا۔ تو ہم یہ بات دریافت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا یہ کلام حجت اور دلیل ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بندے سے اس کے جواب کا طالب ہے۔ یا اللہ تعالیٰ کا یہ کلام حجت اور دلیل نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بندے سے اس کا جواب طلب نہیں کرتا۔ اگر یہ کلام حجت اور دلیل نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بندے سے اس کا جواب طلب نہیں کرتا۔ تو اس کلام کے ذکر کرنے سے کچھ فائدہ نہیں ہے۔ اور یہ کلام لغو اور بیہودہ ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کا یہ کلام حجت اور دلیل ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بندے سے اس کا جواب طلب کرتا ہے۔ تو بندہ اللہ تعالیٰ کے اس کلام کا یہ جواب دے سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے میرے حق میں بہت سی ایسی چیزیں حاصل ہوئیں۔ جن میں سے ہر ایک چیز کفر کی موجب اور باعث ہے (پہلی چیز) یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ازل میں یہ جانا۔ کہ میں کافر ہونگا۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ جاننا میرے کافر ہونے کا موجب ہے۔ یعنی جب اللہ تعالیٰ نے ازل میں یہ جان لیا۔ کہ میں کافر ہوں گا۔ تو پھر یہ نہیں ہوسکتا کہ میں کافر نہ ہوں بلکہ مجھے کافر ہونا واجب اور ضروری ہے۔ (دوسری چیز) یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے کافر ہونے کا ارادہ کیا۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارادہ میرے کافر ہونے کا موجب ہے۔ یعنی جب اللہ تعالیٰ نے میرے کافر ہونے کا ارادہ کرلیا۔ تو پھر یہ نہیں ہوسکتا۔ کہ میں کافر نہ ہوں بلکہ میرا کافر ہونا واجب اور ضروری ہے۔ (تیسری چیز) یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ میں کفر پیدا کردیا۔ اور میں اللہ تعالیٰ کے فعل کو دفع نہیں کرسکتا۔ مجھ میں اللہ تعالیٰ کے فعل کے دفع کرنے کی قدرت نہیں ہے (چوتھی چیز) یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ میں ایسی قدرت پیدا کردی۔ جو کفر کی موجب ہے۔ تو ایسی قدرت کے پیدا کردینے کے بعد مجھے کافر ہونا ضروری ہے۔ یہ نہیں ہوسکتا۔ کہ میں کافر نہ ہوں (پانچویں چیز) یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ میں ایسا ارادہ پیدا کردیا۔ جو کفر کا موجب ہے۔ اور ایسے ارادے کے پیدا کردینے کے بعد مجھے کافر ہونا ضروری ہے۔ یہ نہیں ہوسکتا۔ کہ میں کافر نہ ہوں۔ (چھٹی چیز) یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ میں ایسی قدرت پیدا کردی۔ جو ایسے ارادے کی موجب ہے۔ جو کفر کا موجب ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھ میں قدرت پیدا کی۔ اور وہ قدرت ارادے کی موجب ہے۔ اور ارادہ کفر کا موجب۔ تو ایسی قدرت کے پیدا کردینے کے بعد مجھے کافر ہونا ضروری ہے۔ یہ نہیں ہوسکتا۔ کہ کافر نہ ہوں۔ کفر کے حاصل ہونے کے یہ چھ سبب مجھ میں موجود ہیں۔ اور ایمان کا حاصل ہونا بھی انہی چھ سببوں پر موقوف ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو ازل میں میرے ایمان کا

موجب ہے۔ اور مجھ مین ایسی قدرت پیدا کری جو ایسے ارادے کی موجب ہو جو ایمان کا موجب ہے۔ اور ایمان کے ان چھ سببون مین سے مجھ مین ایک سبب بھی موجود نہین
بلکہ سب مفقود ہین۔ اور ایمان کے سبب کا نہ ہونا ایمان کے حاصل نہ ہونے کا سبب ہے۔ تو ایمان کے حاصل نہ ہونے کے مجھ مین بارہ سبب موجود ہین۔ جن مین ہر ایک ایمان
کے حاصل نہ ہونے کا مستقل سبب ہے۔ اور جب ایمان کے حاصل نہ ہونے کے اسقدر سبب موجود ہین۔ تو پھر اللہ تعالیٰ یہ کس طرح کہ سکتا ہے۔ كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللّٰهِ (تم کفر کیون
کرتے ہو) (پانچوان طریق) یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ارشاد فرمایا۔ ای محمد تو ان سے یہ کہ كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللّٰهِ (یعنی تم ایسے اللہ کا
کس طرح انکار کرتے ہو جس نے تمہین ایسی بڑی نعمت (یعنی زندگانی) دی۔ اور جبریون کے مذہب کے موافق اللہ تعالیٰ نے کافر کو کوئی نعمت نہین دی ہے۔ کیونکہ جبریون کے
نزدیک جو کچھ اللہ تعالیٰ نے کافر کے ساتھ کیا ہے۔ وہ صرف اسی لیے کیا ہے۔ کہ اس سے کفر کرائے۔ اور اسے جہنم مین جلائے۔ تو اس صورت مین کافر کو اللہ تعالیٰ نے
کونسی نعمت عطا کی۔ اور کافر کو اس زندگی کا دینا بعینہ ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ کسی شخص نے کسی شخص کے سامنے زہر آلود فالودے کی رکابی رکھدی تو وہ فالودہ اگرچہ ظاہر مین لذیذ
ہے۔ اور لوگ اسے نعمت کہتے ہین۔ چونکہ اس مین زہر ملا ہوا ہے۔ اور مہلک اور قاتل ہے۔ تو فی الحقیقت اسے کوئی شخص نعمت نہین کہ سکتا۔ اور یہ بات بخوبی ظاہر ہے۔ کہ ہمیشہ
عذاب کا ضرر۔ زہر کے ضرر سے بہت ہی شدید اور زیادہ ہے۔ تو کافر کو اس زندگی کا دینا نعمت کا دینا نہین ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے کافر کو کوئی نعمت عطا نہین کی
ہے۔ تو پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کس طرح ارشاد فرماتا ہے۔ کہ وہ کافرون سے کہین۔ كَيْفَ تَكْفُرُونَ (یعنی جس نے تمہین ایسی بڑی بڑی نعمتین عطا کی ہین تم اس کا

معتزلہ کی ان سب تقریرون کا جواب

کس طرح انکار کرتے ہو۔ او معتزلہ کی ان سب تقریرون کا جواب یہ ہے۔ کہ غور اور خوض کرنے کے بعد ان سب تقریرون کا
حاصل مدح و ذم اور امر و نہی اور ثواب و عقاب کے ساتھ استدلال کرنا ہے۔ ہم بھی اس کے مقابلے مین ایک نہایت متین بات کہتے ہین۔ اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ
نے ازل مین یہ جانا۔ کہ کافر مین ایمان نہ ہوگا۔ اگر کافر مین ایمان ہو۔ تو اللہ تعالیٰ کا علم جہل ہو جائیگا۔ اور اللہ تعالیٰ کے علم کا جہل ہو جانا محال اور ناممکن ہے۔ اور جس چیز
سے امر محال اور ناممکن لازم آئے۔ وہ بھی محال اور ناممکن ہے۔ تو کافر مین ایمان کا ہونا محال اور ناممکن ہے۔ باوجودیکہ اللہ تعالے نے یہ ارشاد فرمایا ہے كَيْفَ تَكْفُرُونَ
بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ أَمْوَاتًا فَأَحْيَاكُمْ (تم کفر اور اللہ کا انکار کس طرح کرتے ہو۔ حالانکہ تم بے جان تھے۔ اللہ ہی نے تمہین زندہ کیا ہے) اور ہم ایک بات یہ بھی کہتے ہین۔ کہ کفر کی قدرت مین
اگر ایمان کی صلاحیت ہے (یعنی بندہ جس قدرت سے کفر کو موجود کر سکتا ہے۔ اگر اسی قدرت سے ایمان کو بھی موجود کر سکتا ہے) تو مرجح یعنی کسی ترجیح دینے والی چیز کے بغیر اس
قدرت سے ایمان کا صدور نہین ہو سکتا۔ یعنی ایمان اور کفر دونون اسی قدرت سے صادر ہوتے ہین۔ تو جب تک کوئی ترجیح دینے والی چیز ایمان کے صدور کو ترجیح نہ دی۔ اس وقت
تک اس قدرت سے ایمان کا صدور نہین ہو سکتا۔ اور یہ مرجح یعنی ترجیح دینے والی چیز اگر بندہ کی جانب سے ہے۔ تو اس مرجح مین بھی پھر یہی تقریر جاری ہوگی یعنی بندی کی قدرت
مین اس مرجح کے ہونے اور نہ ہونے دونون کی صلاحیت ہے۔ تو جب تک کوئی چیز اس مرجح کے ہونے کو ترجیح نہ دے گی اس وقت تک بندی کی قدرت سے اس مرجح کا وجود
نہ ہوگا اور پھر اس دوسرے مرجح مین بھی یہی تقریر جاری ہوگی۔ وعلی ہذا القیاس غیر متناہی مرجحون کا وجود لازم آئیگا۔ اور یہ محال اور ناممکن ہے۔ اگر مرجح اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے تو جب تک یہ مرجح اللہ تعالے
کی جانب سے حاصل نہ ہوگا۔ اسوقت تک بندے کی قدرت سے ایمان صادر نہین ہو سکتا اور جب مرجح اللہ تعالیٰ کی جانب سے حاصل ہو جائیگا اسوقت ایمان کا صادر ہونا واجب اور ضروری ہے اور اس صورت مین اللہ تعالے
یہ کس طرح نہین کہ سکتا۔ كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللّٰهِ (تم کس طرح کفر کرتے ہو) جاننا چاہیے کہ جب معتزلی اپنی مطول تقریر بیان کرکے مدح اور ذم کی ان تقریرات کی تفریع
کرے۔ تو تمہین اس کے مقابلے مین انھی دونون تقریرون کو بیان کرنا چاہیے۔ جو ہم نے بیان کی ہین۔ کیونکہ ان دونون تقریرون سے اس کا تمام کلام مخدوش ہو جاتا ہے
اور کل شبہے زائل ہو جاتے ہین۔ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيقِ (دوسرا مسئلہ) علمائے اسلام کا اس بات پر تو اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قول وَكُنْتُمْ أَمْوَاتًا سے وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَنُطْفَةً (یعنی
تم مٹی اور نطفے تھے) مراد ہے۔ کیونکہ آدم علیہ السلام کی پیدائش کی ابتدا مٹی سے ہے۔ اور آدم علیہ السلام کی تمام اولاد کی پیدائش کی ابتدا عیسیٰ علیہ السلام کے سوا نطفون
سے۔ لیکن اس امر مین اختلاف ہے۔ کہ جماد پر میت کا اطلاق حقیقی ہے یا مجازی۔ اکثر علما کی رائے یہ ہے۔ کہ جماد پر میت کا اطلاق مجازی ہے۔ کیونکہ موات یعنی بے جان کو

میت اسی چیز کو کہتے ہیں۔ جو مرے۔ اور جسے موت آئے۔ اور موت اسی چیز کو آسکتی ہے۔ جو زندہ ہے۔ اور جس میں زندگی کی صفتیں ہیں۔ یعنی جس میں گوشت اور رطوبت ہے۔ اور بعض علما کی یہ رائے ہے۔ کہ بے جان پر میت کا اطلاق حقیقی ہے۔ اور قتادہ سے بھی یہی منقول ہے۔ قتادہ نے اس آیت کی یہ تفسیر بیان کی ہے۔ کہ وہ اپنے باپوں کی پشتوں میں میت تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اُنھیں ماں کے شکم میں زندہ کیا۔ پھر اُنھیں ماں کے شکم سے نکالا۔ پھر اُنھیں وہ موت دی جس کا ہونا ضروری ہے۔ مرنے کے بعد اُنھیں پھر دوبارہ زندہ کیا۔ یہ دو زندگیاں ہیں اور دو موتیں۔ اور اُنھوں نے اپنی اس رائے کو اس آیت سے ثابت کیا ہے۔ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ یعنی اللہ تعالیٰ نے موت اور زندگی پیدا کی۔ جو موت زندگی سے مقدم ہے۔ وہ چیز کا بے جان ہونا ہے۔ لہذا اس آیت نے اس بات پر دلالت کی۔ کہ بے جان چیز کو حقیقتاً میت کہتے ہیں۔ اور ظاہر اور بہتر پہلی ہی بات ہے۔ کیونکہ جماد کو یہ کہتے ہیں۔ کہ وہ موات ہے۔ اور میت نہیں ہے۔ تو حق یہی ہے۔ کہ بے جان پر میت کا اطلاق تشبیہ اور استعارے کے طریق سے ہے۔ قفال نے یہ کہا ہے۔ یہ آیت اس آیت کی مثل ہے هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا (یعنی انسان پر ایک ایسا وقت بھی آیا ہے۔ کہ جس وقت وہ ایسی چیز نہ تھا۔ کہ جس کا ذکر کیا جاتا۔) اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ ارشاد فرمایا ہے۔ کہ انسان ایک وقت ایسی چیز نہ تھا۔ کہ جس کا ذکر کیا جاتا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اُسے زندہ کیا۔ اور اُسے کان اور آنکھیں دیں۔ اور بے جان چیز کو جو مجاز کے طریق سے میت کہتے ہیں۔ تو یہ مجاز عرب کے ان قولوں سے ماخوذ ہے۔ فُلَانٌ مَيِّتُ الذِّكْرِ یعنی فلان شخص کا ذکر مر گیا ہے۔ یعنی اُس کا کوئی ذکر نہیں کرتا۔ هٰذَا اَمْرٌ مَيِّتٌ یہ مری ہوئی چیز ہے۔ یعنی اس کا کوئی ذکر نہیں کرتا۔ اور جس چیز کا نہ کوئی طالب ہو۔ نہ کوئی ذکر کرے اُسے هٰذِهٖ سِلْعَةٌ مَيِّتَةٌ کہتے ہیں یعنی یہ چیز مری ہوئی ہے یعنی اس کا نہ کوئی طالب ہے نہ کوئی اس کا ذکر کرتا ہے۔ اور یہ شعر مخبر سعدی کا ہے ؎ وَاَحْيَيْتَ لِيْ ذِكْرِيْ وَمَا كُنْتُ خَامِلًا + وَلٰكِنَّ بَعْضَ الذِّكْرِ اَنْبَهُ مِنْ بَعْضٍ (تو نے میرا ذکر زندہ کر دیا۔ اور میرا ذکر پوشیدہ نہ تھا + لیکن بعضے ذکر بعضے ذکروں سے زیادہ مشہور ہوتے ہیں) اسی طرح اس آیت کے بھی یہ معنی ہیں۔ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا یعنی تمہارا ذکر پوشیدہ تھا اور کوئی تمہارا ذکر نہیں کرتا تھا۔ کیونکہ تم کچھ چیز نہ تھے۔ فَاَحْيَاكُمْ پھر اللہ نے تمہیں زندہ کر دیا۔ اور کان اور آنکھیں دیں (تیسرا مسئلہ) ایک قوم اس آیت سے قبر کے عذاب کے باطل ہونے پر دلیل لائی ہے۔ اور دلیل کی یہ تقریر بیان کی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ بیان کیا۔ کہ وہ اُن کو ایک دفعہ دنیا میں زندہ کریگا۔ اور دوسری دفعہ آخرت میں۔ اور قبر کی زندگی کا بیان نہیں کیا اور جب قبر میں زندگی اور حیات نہیں ہے۔ تو قبر میں عذاب نہیں ہو سکتا۔ اور یہ آیت بھی اسی کی تائید و تاکید کرتی ہے۔ ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ (اس کے بعد پھر تم مرو گے۔ اور مرنے کے بعد قیامت کے دن پھر تم اُٹھائے جاؤ گے) اور اُس زندگی کا ذکر نہیں کیا۔ جو اُن دونوں حالتوں کے درمیان ہے۔ یعنی اس آیت میں بھی قبر کی زندگی کا بیان نہیں کیا۔ اور جو لوگ قبر کی زندگی کے منکر ہیں۔ اُنھوں نے یہ کہا ہے۔ کہ یہ آیت قبر کی زندگی کی دلیل نہیں ہو سکتی۔ قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ کافروں نے یہ کہا اے پروردگار تو نے ہمیں دو دفعہ مارا۔ اور دو دفعہ زندہ کیا۔ ایک دفعہ دنیا میں۔ اور دوسری دفعہ قبر میں۔ کیونکہ یہ کافروں کا قول ہے۔ اور کافروں کا قول دلیل نہیں ہو سکتا۔ اور نیز بہت سے آدمیوں نے اُس وقت کی زندگی بھی ثابت کی ہے۔ کہ جس وقت اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی پشت میں سے آدم علیہ السلام کی تمام اولاد کو نکالا تھا۔ اور وہ سب کے سب چھوٹی چھوٹی چیونٹیوں کی برابر تھے اور اُن سے اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کہا تھا۔ یعنی کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں۔ اور اُس وقت کی زندگی کے ثابت ہو جانے کے وقت دو موتیں اور دو زندگیاں ثابت ہو گئیں۔ قبر کی زندگی کے ثابت کرنے کی کچھ حاجت اور ضرورت نہیں ہے۔ قبر کی زندگی کے منکروں کی اس دلیل کے دو جواب ہیں۔ (پہلا جواب) یہ ہے۔ کہ اس آیت میں قبر کی زندگی کے بیان نہ کرنے سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ قبر کی زندگی ثابت ہی نہیں ہے۔ اور (دوسرا جواب) یہ ہے۔ کہ یہ بھی کہہ سکتے ہیں۔ کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قبر کی زندگی کا بیان کیا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے قول ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ (یعنی اللہ تعالیٰ پھر تمہیں زندہ کریگا) سے ہمیشہ کی زندگی مراد نہیں ہے۔

قبر کی زندگی کے منکروں کی ایک دلیل اور اس کے دو جواب

اور فصل زمانی کے لیے آتا ہے یعنی معطوف علیہ کے موجود ہونے سے ایک زمانہ کے بعد معطوف موجود ہوتا ہے۔ اگر تُحْيِيْكُمْ سے ہمیشگی زندگی مراد ہو تو اس آیت کے
یہ معنی ہوں گے۔ کہ ہمیشہ کی زندگی سے ایک مدت مدید کے بعد پھر تم اللہ کے پاس واپس جاؤ گے۔ حالانکہ ہمیشگی زندگی کے ہوتے ہی سب لوگ اللہ کے پاس واپس پہنچ
جائیں گے۔ اور ہمیشہ کی زندگی اور اللہ تعالیٰ کے پاس واپس جانیکے درمیان مدت اور زمانہ حائل اور فاصل نہیں ہے۔ اگر ہم اس آیت کو اس طریق سے قبر کی
زندگی کی دلیل کہیں۔ تو کچھ بعید نہیں ہے (چوتھا مسئلہ) حسن رحمہ اللہ نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے قول كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ سے عام لوگ مراد ہیں
یعنی اکثر لوگوں کے لیے دو موتیں اور دو زندگیاں ہیں۔ اور بعض لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے تین دفعہ مارا ہے۔ اُن کے لیے تین موتیں اور تین زندگیاں ہیں
جن لوگوں کے لیے تین موتیں اور تین زندگیاں ہیں۔ اُن کا بیان اِن آیتوں میں ہے۔ اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا (کیا تو نے اس
شخص کو نہیں دیکھا ہے۔ جس کا ایسے گانوں پر گذر ہوا جس کے تمام مکانوں کی چھتیں گری ہوئی تھیں) تا قول عز وجل فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ (اور اللہ تعالیٰ نے
اُسے مار دیا۔ اور وہ سو برس تک مرا پڑا رہا۔ سو برس کے بعد پھر اُسے زندہ کیا) یہ حضرت عزیر علیہ السلام کا قصہ ہے۔ پہلے وہ بے جان تھے پھر اللہ تعالیٰ نے اُنھیں زندہ
کیا۔ اور زندہ کرنیکے بعد پھر اُنہیں مارا۔ اور وہ سو برس تک مرے پڑے رہے۔ سو برس کے بعد پھر اُنہیں زندہ کیا۔ اور زندہ کرنیکے بعد پھر اُنھیں مارا۔ اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ پھر اُنھیں زندہ کریگا تو
اُن کیلیے تین موتیں اور تین زندگیاں ہوئیں۔ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ثُمَّ اَحْيَاهُمْ (کیا تو نے اُن لوگوں کو
نہیں دیکھا ہے۔ جو موت کے ڈر سے اپنے گھروں سے نکلے۔ اور وہ ہزاروں تھے۔ اُن کے نکلتے ہی اللہ تعالیٰ نے اُنھیں یہ کہا۔ کہ تم مر جاؤ۔ اس ارشاد کے ہوتے ہی وہ سب کے سب مر گئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے
اُنھیں زندہ کیا) اُن لوگوں کے لیے بھی تین موتیں اور تین زندگیاں ہوئیں۔ فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ (اور تمہارے دیکھتے ہوئے تم پر بجلی گری۔ اور تمہارے مرنیکے بعد
پھر ہم نے تمہیں زندہ کیا۔) اُن کے لیے بھی تین موتیں اور تین زندگیاں ہوئیں۔ فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى (ہم نے یہ کہا۔ کہ اس مردے کو اس
گائے کے کسی ٹکڑے سے مارو۔ اسی طرح اللہ قیامت کے دن مردے زندہ کریگا۔) جس وقت اُس مردے کے گائے کا ٹکڑا مارا۔ وہ اُسی وقت زندہ ہو گیا۔ اور زندہ
ہونے کے بعد پھر اُسے موت آئی۔ اور قیامت کے دن پھر وہ زندہ کیا جائیگا۔ اس شخص کے لیے بھی تین موتیں اور تین زندگیاں ہوئیں۔ وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ
لِيَعْلَمُوْا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيْهَا (اسی طرح لوگوں کو ہم نے اُنکے حال سے آگاہ کر دیا۔ تاکہ اُنھیں یہ معلوم ہو جائے۔ کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے
اور قیامت میں کسی طرح کا شک نہیں) یہ اصحاب کہف کا قصہ ہے۔ اصحاب کہف کے لیے بھی تین موتیں اور تین زندگیاں ہیں۔ وَاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ (اور
ہم نے ایوبؑ کو اُس کے گھر والے بھی دیے۔ اور اُن کے ساتھ اُن کی برابر اور لوگ بھی دیے) اللہ تعالیٰ نے ایوب علیہ السلام کے گھر والوں کو مارنے کے بعد پھر زندہ
کیا۔ لہذا اُن کے لیے بھی تین موتیں اور تین زندگیاں ہیں۔ (پانچواں مسئلہ) مجسمہ فرقہ اللہ تعالیٰ کے قول ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ (یعنی تم سب کے سب اسی کے پاس
واپس جاؤ گے۔) سے اس بات پر دلیل لایا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ مکان میں ہے۔ جو فرقہ یہ کہتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے لیے جسم ہے۔ اُس فرقہ کو مجسمہ کہتے ہیں۔ مجسمہ کا
یہ استدلال ضعیف ہے۔ اور ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ سے غرض یہ ہے۔ کہ تم سب کے سب اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف رجوع کرو گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تمام قبروں کے مردوں کو
زندہ کر کے محشر میں اُنھیں اکٹھا کرے گا۔ اور یہ جو ارشاد فرمایا ہے۔ کہ تم سب کے سب اللہ ہی کی طرف رجوع کرو گے۔ اس سے مراد یہی ہے۔ کہ تم ایسی جگہ کی طرف
رجوع کرو گے۔ جہاں اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کا حکم نہیں ہے۔ جس طرح عرب یہ کہتے ہیں۔ رَجَعَ اَمْرُهٗ اِلَى الْاَمِيْرِ (یعنی اُس شخص کا معاملہ امیر کے پاس گیا۔ اور مراد
یہ ہوتی ہے۔ کہ اُس کا معاملہ ایسی جگہ گیا۔ جہاں امیر کے سوا اور کسی کا حکم نہیں چلتا۔ (چھٹا مسئلہ) یہ آیت کئی امروں پر دلالت کرتی ہے (پہلا امر) یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ
کے سوا کوئی شخص جلانے اور مارنے پر قادر نہیں ہے۔ اور اس سے اہل طبائع[1] کا یہ قول باطل ہو گیا۔ کہ زندگی اور موت میں فلاں فلاں آسمان۔ اور فلاں فلاں
کوکب۔ اور فلاں فلاں عنصر۔ اور فلاں فلاں مزاج مؤثر ہے۔ جس طرح اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کا یہی قول اور مذہب نقل کیا ہے۔ مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا

[1] جو لوگ طبیعت کے قائل ہیں۔ اور طبیعتوں کو عالم میں مؤثر کہتے ہیں۔ وہ اہل طبائع کہلاتے ہیں۔

اور اسے حشر ونشر کی ممکن ہونیکی عقلی دلیل پر بھی تنبیہ کیا ہی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت مین یہ ارشاد فرمایا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان چیزون کو پہلی دفعہ موت کے بعد زندہ کیا تو ضرور بالضرور اللہ تعالیٰ ان چیزون کو دوسری دفعہ بھی مرنے کے بعد زندہ کرسکتا ہے (تیسرا امر) یہ آیت امر ونہی کی دلیل ہی۔ اور جنت کی طرف راغب کرتی ہی۔ اور دوزخ سے ڈراتی ہی۔ (چوتھا امر) یہ آیت جبر وقدر پر دلالت کرتی ہی۔ اور اس کا بیان ہوچکا ہے۔ (پانچوان امر) یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہی کہ بندے کو دنیا سے بیزار رہنا چاہیے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت مین یہ ارشاد فرمایا ہے۔ فَاَحْیَاکُمْ ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ ثُمَّ یُحْیِیْکُمْ (اللہ تعالیٰ نے تمہین زندہ کیا۔ اور اس زندگی کے بعد پھر تمہین ماریگا۔ اور مارنے کے بعد پھر تمہین زندہ کرے گا) اس آیت مین اللہ تعالیٰ نے یہ بیان کیا۔ کہ بندے کو مرنا ضروری ہے پھر یہ ارشاد فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ بندے کو اس موت ہی پر نہین چھوڑ دیگا۔ بلکہ مرنے کے بعد زندہ ہو کر اُسے اللہ کے پاس جانا بھی ضرور ہی۔ مرنا لازم اور ضروری ہی اُسے اللہ تعالیٰ نے یون بیان کیا ہے۔ کہ بندہ پہلے نطفہ تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اُسے زندہ کیا۔ اور اُس کی بہت اچھی صورت بنائی۔ اور اُسے کامل عقل دی۔ اور ہر قسم کے نفع اور ضرر کا اُسے علم عطا کیا۔ اور اولاد دی۔ اور مال اور بڑے بڑے مکانات اور عالیشان محلون کا مالک کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ اُسے ماریگا۔ اور ان سب چیزون کو اُس سے دور کردیگا۔ اور اُسے ایسا کردیگا۔ کہ وہ کسی چیز کا مالک نہ رہیگا۔ اور دنیا مین اُس کی کوئی بھلائی اور نشانی نہ رہیگی۔ اور وہ ایک مدت دراز تک قبر مین رہیگا۔ جیسا اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ وَمِنْ وَّرَائِہِمْ بَرْزَخٌ (اُن کے آگے قبر ہے) لوگ اُسے پکارین گے۔ اور وہ جواب نہین دیگا۔ اور اُس سے یہ کہا جائیگا۔ کہ بات چیت کر۔ اور وہ بات چیت نہ کریگا۔ اور اُس کے عزیز واقارب اُس کی زیارت کے لیے نہین آئینگے۔ بلکہ اُس کے اہل وعیال اور اُس کی اولاد اُسے بھول جائیگی۔ جیسے یحیٰی بن معاذ رازی نے اپنے اس شعر مین بیان کیا ہے ؎ یَمُرُّ اَقَارِبِیْ جِدَاءِ قَبْرِیْ ÷ کَاَنَّ اَقَارِبِیْ لَمْ یَعْرِفُوْنِیْ (میری عزیز واقارب میری قبر کے پاس سے اس طرح سے گذر جاتے ہین۔ گویا اُنھون نے مجھے پہچانا ہی نہین) اور یہ مقولہ بھی یحیٰی بن معاذ رازی ہی کا ہے۔ ای اللہ گویا میرے نفس کی قضا آگئی۔ اور وہ مرگیا۔ اور لوگون نے اُس کی قبر مین اُسے لٹادیا۔ اور منزل تک پہنچانے والے منزل تک پہنچا کر پھر آئے۔ اور اُس کے ساتھ کے سب مسافر بھی اُسکے اوپر رویا۔ اُسکے دوست نے قبر کے کنارے سے اُسے پکارا۔ اُس کی بیقراری اور بیتابی کے وقت دشمنون کو بھی اُس پر رحم آیا۔ اُس کا تدبیرے عاجز ہونا دیکھنے والون پر مخفی نہ رہا۔ ای اللہ اب اس کے سوا مجھے اور کچھ اُمید نہین ہے۔ کہ تو یہ ارشاد فرمائے۔ ای فرشتو اُس شخص کی طرف دیکھو جو تنہا ہے اور اپنے عزیز واقارب سے دور جو اکیلا ہے۔ اور جس پر اُس کے دوستون نے جفا کی ہے۔ جو میرے قریب ہی۔ اور قبر مین مسافر اور غریب جو دنیا مین مجھے پکارتا تھا اور میرے پکارنے کا جواب دیتا تھا۔ جو اس گھر یعنی قبر مین پہنچنے کے وقت میری احسان کا امیدوار تھا۔ ای ہمیشہ کے احسان کرنے والے تو وہان بھی مجھپر احسان کر۔ ای وسیع المغفرت مجھے جو تجھ سے اُمید ہے۔ تو اُسے پورا کر۔ اور مرنے کے بعد زندہ ہو کر پھر اللہ تعالیٰ کی طرف جانا ہے۔ اس کا بیان یہ ہی۔ کہ اللہ تعالیٰ صور کے پھونکنے کا حکم کریگا۔ فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ (یعنی صور کے پھونکتے ہی آسمان اور زمین کے تمام باشندے مرجائینگے) پھر دوسری دفعہ صور پھونکا جائیگا۔ فَاِذَا ہُمْ قِیَامٌ یَّنْظُرُوْنَ (دوسری دفعہ صور کے پھونکتے ہی وہ سب کے سب زندہ ہو کر کھڑے ہوجاین گے) اور ایک دوسری کو دیکھین گے یَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا کَاَنَّہُمْ اِلٰی نُصُبٍ یُّوْفِضُوْنَ (وہ قبرون سے اس طرح دوڑتے ہوئے نکلینگے گویا وہ نشانے کی طرف دوڑے ہوئی جاتے ہین پھر وہ سب کے سب اللہ کے سامنے پیش کیے جائینگے۔ جیسا ارشاد فرمایا ہے۔ وَعُرِضُوْا عَلٰی رَبِّکَ صَفًّا (وہ صف بستہ ہو کر تیرے پروردگار کے سامنے پیش کیے جائینگے اور وہ اللہ کے سامنے خشوع اور خضوع اور ذلت اور عاجزی کے ساتھ کھڑے ہونگے جیسا ارشاد فرمایا ہے۔ وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ (اللہ تعالیٰ کے سامنے اُن کی آوازین پست ہوجائینگی۔ اور بعض علمانے یہ دعا مانگی ہے۔ ای اللہ جس وقت ہم قبرون کی مٹی مین سے اُٹھین۔ اور ہمارے سر گرد آلود ہون اور چہرون کے رنگ خوف کی شدت سے متغیر اور قیامت کی دہشت سے سر نیچے کو جھکے ہوئے اور پیٹ قیامت کے دن کی درازی سے بھوکے۔ اور جسم کے

اور شرمندہ - تو اُس وقت اعراض اور روگردانی کرنے سے تو مصیبتین دوچند نہ کر - اے عظیم الرحمۃ - اے کثیر المغفرت تو ہماری لیے اپنی رحمت اور بخشش وسیع کردے - هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۗ ثُمَّ اسْتَوٰى اِلَى السَّمَاۗءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ۭ وَھُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (زمین مین جو کچھ ہے - وہ سب اللہ ہی نے تمہاری لیے پیدا کیا ہے - اور زمین کے پیدا کرتے ہی پھر آسمان کے پیدا کرنے کی طرف رجوع ہوا - اور ساتون آسمان ٹھیک کر دیے - اور اُسے ہر ایک چیز کا علم ہے -) جاننا چاہیے کہ یہی دوسری نعمت ہے - جو تمام بندون کو شامل ہے - یہان اللہ تعالیٰ نے کیا اچھی ترتیب رکھی ہے - پہلے زندگی کا ذکر کیا - پھر آسمان اور زمین کا کیونکہ بندے کو زندگی کے حاصل ہونے کے بعد ہی زمین آسمان سے فائدہ ہو سکتا ہے - خَلَقَ کی تفسیر - اُعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ کی تفسیر مین گذر چکی - اور اللہ تعالیٰ کا قول لَكُمْ اس بات پر دلالت کرتا ہے - کہ خَلَقَ کے بعد جو کچھ مذکور ہے - وہ سب ہماری ہی دینی اور دنیوی فائدے کے لیے ہے - دنیوی فائدہ یہ ہے - کہ اُس سے ہمارے بدن درست ہو جائین - اور ہمین طاعت کی قوت حاصل ہو جائے - اور دینی فائدہ یہ ہے - کہ ہم ان چیزون کے ساتھ دینی مقاصد اور مطالب پر استدلال کرین - اور اللہ تعالیٰ نے اپنے قول مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مین تمام فائدون کو جمع کر دیا - اُن مین سے بعضے فائدے حیوان اور نبات - اور کانون - اور پہاڑون کے ساتھ تعلق رکھتے ہین - اور بعضے قسم قسم کے پیشون اور اُن چیزون کے ساتھ جن کو عقلا نے نکالا ہے - اور اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بیان کر دیا - کہ ان سب چیزون کو صرف اسی لیے پیدا کیا ہے - کہ بندون کو ان سے فائدہ ہو - اور اس دوسری آیت مین بھی یہی ارشاد فرمایا ہے - وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ (جو کچھ آسمانون اور زمین مین ہے - اُس سب کو تمہارے ہی فائدے کے لیے مسخر اور فرمان بردار کر دیا ہے -) گویا اللہ تعالیٰ کے کلام کی اصل یہ ہے - كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَقَدْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا (تم کفر اور اللہ کا انکار کس طرح کرتے ہو - حالانکہ تم بیجان تھے - اللہ ہی نے تمہین زندہ کیا - تم کفر اور اللہ کا انکار کس طرح کرتے ہو - حالانکہ جو کچھ آسمانون اور زمین مین ہے اُس سب کو اللہ ہی نے تمہارے لیے پیدا کیا) یا یہ ہے - كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِقُدْرَةِ اللّٰهِ عَلَى الْاِعَادَةِ وَقَدْ اَحْيَاكُمْ بَعْدَ مَوْتِكُمْ وَخَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۗ فَكَيْفَ يَعْجِزُ عَنْ اِعَادَتِكُمْ (یعنی تم اس بات کا کس طرح انکار کرتے ہو - کہ اللہ مرنے کے بعد پھر دوبارا زندہ کر سکتا ہے - حالانکہ پہلی دفعہ بھی اللہ ہی نے تمہین موت کے بعد زندہ کیا ہے - اور جو کچھ زمین مین ہے - وہ سب اللہ ہی نے تمہارے لیے پیدا کیا ہے - تو وہ پھر دوبارا کس طرح زندہ نہین کر سکتا -) اور اللہ تعالیٰ نے ان فائدون کی تفصیل مختلف سورتون مین بیان کی ہے - ارشاد فرمایا ہے - اِنَّا صَبَبْنَا الْمَاۗءَ صَبًّا (ہم نے مینہ برسایا) اور سورۂ نحل کے اول مین ارشاد فرمایا ہے - وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ الخ (اللہ نے تمہارے لیے چوپائے پیدا کیے - تا آخر) اس آیت مین کئی مسئلے ہین - (پہلا مسئلہ) ہمارے اصحاب یعنی اشاعرہ نے یہ کہا ہے - کہ اللہ تعالیٰ کوئی کام کسی غرض کے لیے نہین کرتا - اس کی کئی دلیلین ہین (پہلی دلیل) یہ ہے - اگر اللہ تعالیٰ کوئی کام کسی غرض کے لیے کرے - تو اللہ تعالیٰ کو اُس غرض سے کمال حاصل ہوگا - اور جسے کسی دوسری چیز سے کمال حاصل ہو - اُس کی ذات ناقص ہے - اور اللہ تعالیٰ کی ذات ناقص نہین ہو سکتی - اللہ تعالیٰ کی ذات کا ناقص ہونا محال اور ناممکن ہے - تو یہ بات ثابت ہو گئی - کہ اللہ تعالیٰ کوئی کام کسی غرض کے لیے نہین کرتا - اگر کوئی شخص اشاعرہ کی اس تقریر پر یہ اعتراض کرے کہ اللہ تعالیٰ ایسی غرض کے لیے کام کرتا ہے - جو اللہ تعالیٰ کی طرف عائد نہین ہے - بلکہ بندے کی طرف عائد ہے - تو ہم اس کا یہ جواب دین گے کہ اس غرض کا اللہ تعالیٰ کی طرف عائد ہونے سے بندے کی طرف عائد ہونا - اللہ تعالیٰ کے حق مین بہتر ہے - یا نہین - اگر اللہ تعالیٰ کے حق مین بہتر ہے - تو اللہ تعالیٰ کو اُس فعل سے فائدہ ہوا - اور وہی خرابی لازم آئی جو ہم بیان کر چکے ہین - یعنی جب اللہ تعالیٰ کو اس فعل سے فائدہ ہوا - تو اللہ تعالیٰ کی ذات ناقص ہوئی - اور اللہ تعالیٰ کی ذات کا ناقص ہونا محال اور ناممکن ہے - تو یہ ثابت ہو گیا - کہ یہ صورت محال اور ناممکن ہے - اگر اس غرض کا اللہ تعالیٰ کی طرف عائد ہونے سے بندے کی طرف عائد ہونا اللہ تعالیٰ کے حق مین بہتر نہین ہے - تو اس غرض کا بندے کیلیے حاصل کرنا اللہ کی غرض نہ ہوئی (دوسری دلیل) اگر اللہ تعالیٰ کوئی کام کسی غرض کے لیے کرے - تو اللہ تعالیٰ

اللہ تعالیٰ کوئی کام کسی غرض کیلیے نہین کرتا

دلیل) اگر اللہ کوئی کام کسی غرض کے لیے کرے۔ تو وہ غرض یا قدیم ہے۔ یا حادث اگر وہ غرض قدیم ہے۔ تو اُس کام کا بھی قدیم ہونا لازم آئیگا۔ اگر حادث ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اُس غرض کو کسی اور غرض کے لیے کریگا۔ اور اُس دوسری غرض کو کسی اور غرض کے لیے۔ اور اغراض میں تسلسل لازم آئیگا۔ اور تسلسل یعنی غرضوں کا غیر متناہی ہونا محال اور ناممکن ہے۔ تو یہ بات ثابت ہوگئی۔ کہ اللہ تعالیٰ کوئی کام کسی غرض کے لیے نہیں کرتا۔ (چوتھی دلیل) یہ ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کسی غرض کے لیے کام کرتا تو وہ غرض بندوں کی مصلحت کی رعایت ہی ہوتی۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کا کام کا کرنا بندوں کی مصلحت کی رعایت پر موقوف ہوتا۔ تو اللہ اُس کام کو نہ کرتا۔ جو بندوں کے حق میں مفسدہ ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسا کام کیا ہے۔ جو بندوں کے حق میں مفسدہ ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں کو ایمان لانے کی تکلیف دی ہے جن کی نسبت اللہ تعالیٰ نے یہ جان لیا ہے۔ کہ وہ ایمان نہیں لائینگے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ ایسے لوگوں کے حق میں ایمان لانے کی تکلیف دینا مفسدہ ہے۔ جب ان دلیلوں سے یہ بات ثابت ہوگئی۔ کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی کام کسی غرض کے لیے نہیں ہے۔ تو اِس کے بعد پھر اشاعرہ نے اُس لام میں گفتگو اور بحث کی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے قول خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا۔ اور اللہ تعالیٰ کے قول اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ میں ہے۔ اور یہ بیان کیا ہے۔ کہ جب اللہ تعالیٰ نے۔ وہ کام کیا۔ کہ اگر بندہ اُس کام کو کرتا۔ تو کسی غرض کے لیے کرتا۔ تو اس مشابہت کے سبب سے اللہ تعالیٰ اپنے فعل کے بعد لام لایا۔ جو غرض کے لیے موضوع ہے (دوسرا مسئلہ) اہل اباحت (یعنی جن کا یہ مذہب ہے۔ کہ ہر ایک چیز ہر ایک شخص کے لیے مباح ہے۔ اور کوئی شخص کسی چیز کا مالک نہیں ہے۔ اور کسی شخص کو کسی چیز کے ساتھ کسی قسم کی خصوصیت نہیں ہے) اللہ تعالیٰ کے قول خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ (یعنی زمین کی سب چیزیں اللہ ہی نے تمہارے لیے پیدا کی ہیں) سے اس بات پر دلیل لائے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے کل چیزیں کل شخصوں کے لیے پیدا کی ہیں۔ کسی شخص کو کسی چیز کے ساتھ کسی قسم کی خصوصیت نہیں ہے۔ ہر ایک شخص کو ہر ایک چیز مباح ہے۔ ہر ایک شخص جس چیز کو چاہے استعمال کرسکتا ہے۔ اور اُن کی یہ دلیل اس سبب سے ضعیف ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں کل چیزوں کو کل شخصوں کے مقابلہ میں بیان کیا ہے۔ اور ساری مخلوق کی طرف مخاطب ہوکر یہ ارشاد فرمایا ہے۔ کہ اللہ ہی نے زمین کی کل چیزیں تمہارے لیے پیدا کی ہیں۔ اور یہ نہیں ارشاد فرمایا ہے۔ کہ زمین کی کل چیزیں ہر ایک شخص کے لیے پیدا کی ہیں۔ اگر یہ ارشاد فرماتا۔ تو زمین کی کل چیزیں ہر ایک شخص کیلیے مباح ہوجاتیں جب یہ ارشاد فرمایا ہے۔ کہ زمین کی کل چیزیں کل شخصوں کے لیے پیدا کی ہیں۔ تو یہ آیت اس بات کی دلیل ہے۔ کہ زمین کی کل چیزوں کو کل شخصوں پر تقسیم ہونا چاہیے۔ رہی یہ بات۔ کہ کون سی چیز کس شخص کو ملنی چاہیے۔ یہ آیت اس بات کی دلیل نہیں ہے۔ اس کی دلیل اور ہے۔ اور فقہا رحمہم اللہ اس آیت سے اس بات پر دلیل لائے ہیں کہ اشیا کے منافع میں اصل اباحت ہے۔ یعنی اشیا کے منافع میں اصل یہی ہے۔ کہ وہ مباح ہیں۔ ہم نے اس کی تحقیق اصول فقہ میں بیان کی ہے۔ (تیسرا مسئلہ) بعضے علما نے یہ کہا ہے۔ کہ یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے۔ کہ مٹی کا کھانا حرام ہے۔ کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالے نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کی کل چیزیں ہمارے لیے پیدا کی ہیں۔ اور زمین ہمارے لیے پیدا نہیں کی۔ اُن کی اس دلیل پر یہ اعتراض ہوسکتا ہے۔ کہ جس طرح اور چیزیں زمین میں ہیں۔ اسی طرح زمین کے اجزا بھی زمین میں ہیں۔ اور جس طرح اور چیزوں کو یہ کہ سکتے ہیں۔ کہ وہ زمین میں ہیں۔ اسی طرح زمین کے اجزا کو بھی یہ کہ سکتے ہیں۔ کہ وہ زمین میں ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا قول خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا (یعنی جو چیزیں زمین میں ہیں وہ سب اللہ ہی نے تمہارے لیے پیدا کی ہیں) جس طرح اور چیزوں کو شامل ہے اسی طرح زمین کے اجزا کو بھی شامل ہے۔ تو اس آیت سے جس طرح اور چیزوں کے کھانے کی حلت ثابت ہوتی ہے۔ اسی طرح زمین کے اجزا کے کھانے کی حلت بھی ثابت ہوتی ہے۔ اور اس دلیل پر ایک اعتراض یہ بھی ہوتا ہے۔ کہ اگر ایک چیز کا ذکر کرکے اُس کے لیے کوئی حکم ثابت کریں۔ تو یہ اس بات کی دلیل نہیں ہے۔ کہ اور چیزوں کے لیے وہ حکم ثابت نہیں ہے۔ مثلاً اس آیت میں اُن چیزوں کا ذکر کیا جو زمین میں ہیں۔ اور ان کے لیے یہ حکم ثابت کیا۔ کہ اُن کو اللہ نے تمہارے لیے پیدا کیا ہے۔ تو یہ اس بات کی دلیل نہیں ہے۔ کہ اور چیزوں کے لیے یہ حکم ثابت نہیں ہے یعنی زمین کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے پیدا نہیں کیا ہے۔ (چوتھا مسئلہ) اللہ تعالیٰ کا قول خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا (یعنی زمین کی کل چیزیں اللہ ہی نے تمہارے لیے پیدا کی ہیں) اس بات کی دلیل ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کو کسی چیز کی حاجت نہ ہے۔ نہ ہوسکتی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کو

اِلَی السَّمَآءِ مین کئی مسئلے ہین (پہلا مسئلہ) استوا کا لفظ عرب کے کلام مین کبھی سیدھا ہونے کے معنی مین آتا ہے۔ اور اُس کی ضد ٹیڑھا ہونا ہی۔ چونکہ سیدھا ہونا اجسام کی صفات مین سے ہے۔ لہذا یہ اللہ تعالیٰ کی صفت نہین ہوسکتی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کا اس سے پاک اور مقدس ہونا واجب ہے۔ اور یہ آیت بھی اسی بات کی دلیل ہی۔ کہ اس آیت مین استویٰ کے معنے سیدھا ہونے کے نہین ہین۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا قول ثُمَّ اسْتَوٰیٓ اس بات کو چاہتا ہے۔ کہ استویٰ زمین کی چیزون کے پیدا کرنے سے پیچھے ہو۔ اور اس آیت مین اس استوی سے اگر سیدھا ہونا۔ اور عُلُوِّ مکانی مراد ہو۔ تو اللہ تعالیٰ کو یہ عُلُوِّ مکانی پہلے ہی سے حاصل ہوگا۔ (یعنی اگر اللہ تعالیٰ کو عُلُوِّ مکانی حاصل ہو۔ تو یہ عُلُوِّ مکانی پہلے ہی سے حاصل ہوگا۔ یہ نہین ہوسکتا۔ کہ پہلے تو یہ علو مکانی حاصل نہ ہو۔ اور پھر بعد کو حاصل ہو) اور اگر یہ عُلُوِّ مکانی پہلے ہی سے حاصل ہوگا۔ تو یہ علو مکانی زمین کی کل چیزون کے پیدا کرنے سے پیچھے نہ ہوگا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا قول ثُمَّ اسْتَوٰیٓ یہی چاہتا ہے۔ کہ یہ علو مکانی زمین کی کل چیزون کے پیدا کرنے سے پیچھے ہے۔ جب یہ بات ثابت ہوگئی۔ کہ اس آیت مین استویٰ کے حقیقی معنے مراد نہین ہوسکتے۔ تو تاویل کرنی واجب ہے۔ اور تاویل کی تقریر یہ ہے کہ استویٰ سیدھا ہونے کو کہتے ہین جب لکڑی سیدھی کھڑی ہوجائے تو اُس وقت اِسْتَوَی الْعُوْدُ بولتے ہین۔ اس کے بعد پھر اِسْتَوٰیٓ اِلَیْهِ کَالسَّهْمِ الْمُرْسَلِ (یعنی وہ تیر کی طرح اُس کی طرف سیدھا ہولیا۔) کہنے لگے۔ اور اُس سے یہ مراد لینے لگے۔ کہ اُس چیز کا ...... اُس نے سیدھا قصد کیا۔ اور وہ کسی اور چیز کی طرف ملتفت نہ ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ کا قول ثُمَّ اسْتَوٰیٓ اِلَی السَّمَآءِ اسی محاورے سے استعارہ کیا گیا ہے یعنی زمین کے پیدا کرتے ہی اللہ تعالیٰ نے آسمان پیدا کیا اور زمین کے پیدا کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے آسمان کے پیدا کرنے کے سوا کسی اور چیز کے پیدا کرنے کا قصد نہین کیا۔ اور آسمان اور زمین کے پیدا کرنے کے درمیان مدت اور زمانے کو حائل نہین کیا۔ (دوسرا مسئلہ) اللہ تعالیٰ کے قول هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ثُمَّ اسْتَوٰیٓ اِلَی السَّمَآءِ (یعنی زمین کی کل چیزین اللہ ہی نے تمہارے لیے پیدا کی ہین۔ اور زمین کی کل چیزین پیدا کرتے ہی۔ اللہ تعالیٰ نے آسمان کے پیدا کرنے کا قصد کیا) کی تفسیر یہ آیت ہی۔ قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِیْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِیْ یَوْمَیْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ وَجَعَلَ فِیْهَا رَوَاسِیَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِیْهَا وَقَدَّرَ فِیْهَآ اَقْوَاتَهَا فِیْٓ اَرْبَعَةِ اَیَّامٍ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِیْنَ۔ (اے محمد تو اُن سے یہ کہ جس نے دو دن مین زمین پیدا کی ہی۔ کیا تم اُس کا انکار کرتے ہو۔ اور اورون کو اُس کا شریک کہتے ہو جس نے دو دن مین زمین پیدا کی ہی وہی تمام عالمون کا پروردگار ہے۔ اور اُسی نے زمین کے اوپر پہاڑ قایم کیے ہین۔ اور اُس مین برکت دی ہے۔ اور روزی طلب کرنے والون کے لیے پورے چار دن مین زمین مین روزی مقرر کی ہے یعنی دو دن مین زمین پیدا کی۔ اور دو دن مین روزی مقرر کی جس طرح یہ کہتے ہین۔ مِنَ الْكُوْفَةِ اِلَی الْمَدِیْنَةِ عِشْرُوْنَ یَوْمًا اِلٰی مَكَّةَ ثَلٰثُوْنَ یَوْمًا (کوفے سے مدینے تک بیس دن۔ اور مکے تک تیس دن) اور مراد یہ لیتے ہین۔ کہ کوفے سے مکے تک کل تیس دن) اسی طرح اس آیت مین بھی یہی مُراد ہے۔ کہ زمین کے پیدا کرنے۔ اور روزی کے مقرر کرنے کی کل مدت چار دن ہین۔ پھر دو دن مین آسمان پیدا کیے۔ یہ کل چھ دن ہوئے۔ جیسا اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ (اللہ تعالیٰ نے آسمانون اور زمین کو چھ دن مین پیدا کیا) (تیسرا مسئلہ) بعض ملحدون نے یہ اعتراض کیا ہے۔ کہ یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو آسمان سے پہلے پیدا کیا ہے۔ اور اسی طرح یہ آیت بھی اسی بات پر دلالت کرتی ہی۔ کہ زمین کی پیدایش آسمان کی پیدایش سے پہلے ہے۔ قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِیْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِیْ یَوْمَیْنِ۔ (اے محمد تو اُن سے یہ کہ جس نے دو دن مین زمین پیدا کی ہی۔ کیا تم اُس کا انکار کرتے ہو) تا قول عزوجل ثُمَّ اسْتَوٰیٓ اِلَی السَّمَآءِ (زمین کے پیدا کرتے ہی پھر آسمان کے پیدا کرنے کا قصد کیا) یہ دو آیتین اس بات پر دلالت کرتی ہین۔ کہ زمین کی پیدایش آسمان کی پیدایش سے پہلے ہے۔ اور سورہ وَالنّٰزِعٰتِ کی یہ آیت ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ بَنٰىهَا رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا وَاَغْطَشَ لَیْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰىهَا وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا (تمہارا پیدا کرنا بہت مشکل ہی۔ یا آسمان کا۔ اللہ نے آسمان کو بنایا۔ اور اُس کی بلندی بہت رکھی اور اُسے خوب ٹھیک کیا۔ اور اُس کی رات تاریک بنائی۔ اور دن روشن۔ اور اس کے بعد زمین کو پھیلایا۔) اس بات پر دلالت کرتی ہے۔ کہ زمین کی پیدایش آسمان کی پیدایش سے پیچھے ہے۔ لہذا

پیدائش آسمان کی پیدائش سے پہلے ہو۔ اور زمین کا پھیلانا آسمان کی پیدائش سے پیچھے۔ اس جواب پر دو اعتراض ہیں (پہلا اعتراض) یہ ہے۔ کہ زمین ایک بہت بڑا جسم ہے تو اسکی پیدائش اُس کے پھیلانے سے جُدا اور الگ نہیں ہوسکتی یعنی یہ نہیں ہوسکتا۔ کہ زمین پیدا تو ہوجائے۔ اور پھیلائی نہ جائے۔ بلکہ زمین جس وقت پیدا ہوئی ہے۔ اُسی وقت پھیلائی گئی ہے۔ اور زمین کا پھیلانا آسمان کی پیدائش سے پیچھے ہے۔ تو زمین کی پیدائش بھی آسمان کی پیدائش سے پیچھے ہوئی۔ اور ان دو آیتوں میں یہ ارشاد فرمایا ہے۔ کہ زمین کی پیدائش آسمان کی پیدائش سے پہلے ہے۔ لہذا ان آیتوں میں اختلاف اور تناقض بدستور رہا۔ (دوسرا اعتراض) یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا قول خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ (زمین کی کل چیزیں اللہ ہی نے تمہارے لیے پیدا کی ہیں۔ اور اللہ نے زمین کی کل چیزوں کے پیدا کرتے ہی آسمان کے پیدا کرنے کا قصد کیا) اس بات پر دلالت کرتا ہے۔ کہ زمین کی پیدائش اور زمین کی کل چیزوں کی پیدائش آسمان کی پیدائش سے مقدم ہے۔ لیکن جو چیزیں زمین میں پیدا کی ہیں۔ اُن کی پیدائش زمین کے پھیلانے کے بغیر نہیں ہوسکتی۔ اور جو چیزیں زمین میں پیدا کی ہیں اُن کی پیدائش آسمان کی پیدائش سے مقدم ہے۔ تو زمین کا پھیلانا بھی آسمان کی پیدائش سے مقدم ہے۔ اور سورہ النّازعات کی آیت میں یہ ارشاد فرمایا ہے۔ کہ زمین کا پھیلانا آسمان کی پیدائش سے موخر ہے۔ لہذا ان آیتوں میں صریح اختلاف اور تناقض ہے۔ ان دونوں اعتراضوں کا یہ جواب ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا قول وَالْأَرْضَ بَعْدَ ذَٰلِكَ دَحَاهَا (یعنی اس کے بعد زمین کو پھیلایا) صرف اس بات پر دلالت کرتا ہے۔ کہ آسمان کی پیدائش زمین کی پیدائش سے مقدم ہے۔ اور اس بات پر دلالت نہیں کرتا۔ کہ آسمان کا ٹھیک ٹھاک کرنا بھی زمین کی پیدائش سے مقدم ہے۔ تو یہ ہوسکتا ہے۔ کہ آسمان کی پیدائش تو زمین کی پیدائش سے مقدم ہو۔ اور آسمان کا ٹھیک ٹھاک کرنا زمین کی پیدائش سے موخر ہو لہذا نازعات کی آیت سے یہ مراد ہے۔ کہ آسمان کی پیدائش زمین کی پیدائش سے مقدم ہے۔ اور اس آیت سے یہ مراد ہے۔ کہ آسمان کا ٹھیک ٹھاک کرنا زمین کی پیدائش سے موخر ہے۔ اور اس صورت میں ان دونوں آیتوں کا اختلاف۔ اور تناقض جاتا رہا۔ اس جواب پر بھی یہ اعتراض ہوسکتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا قول ءَأَنتُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَمِ السَّمَاءُ ۚ بَنَاهَا ۝ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوَّاهَا (تمہارا پیدا کرنا بہت مشکل ہے۔ یا آسمان کا۔ اللہ نے آسمان کو بنایا۔ اور اُس کی بلندی بہت رکھی۔ اور اُسے خوب ٹھیک کیا) تا قول عزوجل وَالْأَرْضَ بَعْدَ ذَٰلِكَ دَحَاهَا (اور اس کے بعد زمین کو پھیلایا) اس بات پر دلالت کرتا ہے۔ کہ آسمان کی پیدائش اور آسمان کا ٹھیک ٹھاک کرنا دونوں زمین کے پھیلانے سے مقدم ہیں۔ لیکن زمین کے پھیلانے اور زمین کی ذات کی پیدائش میں ملازمت ہے۔ یعنی زمین کے پھیلانے کو زمین کی پیدائش لازم ہے۔ اور زمین کی پیدائش کو زمین کا پھیلانا۔ تو آسمان کی ذات اور آسمان کا ٹھیک ٹھاک کرنا دونوں زمین کی ذات سے مقدم ہیں۔ اور اس آیت میں یہ ارشاد فرمایا۔ کہ آسمان کا ٹھیک ٹھاک کرنا زمین کی ذات سے موخر ہے۔ لہذا ان دونوں آیتوں میں وہی اختلاف اور تناقض باقی رہا۔ (دوسرا جواب (اور یہی جواب صحیح ہے) یہ ہے۔ کہ اس آیت میں ثُمَّ کا لفظ ترتیب کے لیے نہیں ہے بلکہ صرف نعمتوں کی شمار کے لیئے آیا ہے۔ اس کی مثال یہ ہے۔ کہ ایک شخص نے کسی دوسرے شخص سے یہ کہا۔ قَدْ أَعْطَيْتُكَ النِّعَمَ الْعَظِيمَةَ ثُمَّ رَفَعْتُ قَدْرَكَ ثُمَّ دَفَعْتُ الْخُصُومَ عَنْكَ (کیا میں نے تجھے بڑی بڑی نعمتیں نہیں دیں کیا میں نے تیرا مرتبہ بلند نہیں کیا کیا میں نے تیرے دشمنوں کو دفع نہیں کیا۔) اس قول میں ثُمَّ ترتیب کے لیے نہیں ہے۔ اور یہ غرض نہیں ہے۔ کہ میں نے پہلے تجھے بڑی بڑی نعمتیں دیں پھر تیرا مرتبہ بلند کیا پھر تیرے دشمن دفع کیے۔ بلکہ اس قول میں ثُمَّ صرف نعمتوں کی شمار ہی کے لیے آیا ہے۔ اسی طرح اس آیت میں بھی ثُمَّ ترتیب کے لیے نہیں ہے۔ یعنی اس آیت سے یہ غرض نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے زمین کو اور زمین کی کل چیزوں کو پیدا کیا۔ پھر آسمان کو ٹھیک ٹھاک کیا۔ بلکہ صرف نعمتوں کی شمار کے لیے آیا ہے۔ واللہ اعلم (چوتھا مسئلہ، فَسَوَّاهُنَّ کی ضمیر مبہم ہے۔ اور سَبْعَ سَمَاوَاتٍ اُس کی تفسیر جیسے رُبَّهُ رَجُلًا میں رُبَّهُ کی ضمیر مبہم ہے۔ اور رَجُلًا اُس کی تفسیر۔ اور کسی چیز کا مبہم بیان کرنا۔ اور مبہم بیان کرنے کے بعد پھر اُس کی تفسیر کرنا۔ اس میں فائدہ یہ ہے۔ اگر وہ پہلے ہی سے اچھی طرح بیان کردی جاتی۔ تو اُس کی ایسی عظمت نہ ہوتی جیسی اُس وقت ہوگی۔ کہ پہلے اُسے مبہم بیان کیا۔ اور مبہم بیان کرنے کے بعد پھر اُس کی تفسیر کی۔ کیونکہ جب کوئی چیز مبہم بیان کی جاتی ہے۔ تو تمام نفوس کو یہی شوق ہوتا ہے۔ کہ کسی طرح اُس کی مراد معلوم ہو۔ اور شوق کے بعد بیان نہایت مفید اور

اسی سبب سے اُس کیطرف جمع کی ضمیر پھر گئی - اور بعضے علمار نے کہا ہے - کہ سَمَاءٌ - سَمَاءَةٌ کی جمع ہے - اور عربیت کے موافق پہلی ہی توجیہ ہے - اور آسمانون کے ستویہ سے یہ مراد ہے - کہ اللہ نے
آسمانون کو ٹھیک اور درست اور کامل پیدا کیا - اور اُن مین کجی اور دراڑ نہ رکھی - (پانچوان مسئلہ) جاننا چاہیے کہ قرآن کی یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے - کہ آسمان
سات ہین - اور علم ہیئت والون نے یہ کہا ہے - کہ ان ساتون آسمانون مین سے ہم سے زیادہ قریب چاند کا آسمان ہے - یعنی جس آسمان مین چاند ہے - اور اُس کے اوپر عطارد
کا آسمان - اُس کے اوپر زہرا کا آسمان - اُس کے اوپر شمس کا آسمان - اُس کے اوپر مریخ کا آسمان - اُس کے اوپر مشتری کا آسمان - اُس کے اوپر زحل کا آسمان علم ہیئت
والون نے یہ کہا ہے - کہ اس ترتیب کی شناخت کے صرف دو طریقے ہین (پہلا طریق) ستر[1] ہے - یعنی ہماری نگاہون اور کسی تارے کے بیچ مین کسی اور تارے کا آجانا - اور حاجب اور حائل
ہوجانا - اس کا بیان یہ ہے - کہ جب نیچے کا تارا ہماری نگاہون اور اوپر کے تارے کے بیچ مین آجاتا ہے - اور حاجب اور حائل ہوجاتا ہے - تو اُسوقت وہ دونون تارے
ایک تارے کی مانند ہوجاتے ہین - اور نیچے کے تارے کو اوپر کے تارے سے غالب ہونے کے ساتھ امتیاز ہوتا ہے - یعنی جو تارا غالب ہے - وہ نیچے ہے - اور ساتر
اور جو مغلوب ہے - وہ اوپر ہے - اور مستور - جیسے مریخ کی سرخی - اور عطارد کی زردی - اور زہرہ کی سپیدی - اور مشتری کی نیلگونی - اور زحل کی کدورت - اور
نیلا پن - جیسے متقدمین نے چاند کو باقی چھوون تارون کا - اور عطارد کو زہرہ کا - اور زہرہ کو مریخ کا کاسف اور ساتر پایا - اور یہ ظاہر ہے - کہ جو تارا کاسف اور
ساتر اور ہماری نگاہون اور دوسرے تارے کے بیچ مین حاجب اور حائل ہے - وہ نیچے ہے - اور ہماری نگاہون اور جس تارے کے بیچ مین وہ حائل ہے - وہ اوپر - لہذا
اس سے یہ معلوم ہوا - کہ چاند باقی چھوون تارون کے - اور عطارد زہرہ کے - اور زہرہ مریخ کے نیچے ہے - اور یہ بھی معلوم ہوا کہ چاند سورج کے نیچے ہے - اور سورج چاند
کے اوپر - کیونکہ چاند سورج کا کاسف اور ساتر - اور ہماری نگاہون - اور سورج کے بیچ مین حاجب اور حائل ہے - اور ساتر نیچے ہوتا ہے اور مستور اوپر - لیکن اس سے
یہ بات نہین معلوم ہوئی - کہ سورج چاند کے سوا اور تارون کے نیچے ہے یا اوپر - کیونکہ چاند کے سوا اور کوئی تارا سورج کا کاسف اور ساتر نہین ہے - کیونکہ چاند کے
سوا اور سب تارے سورج کے نکلتے ہی مضمحل اور ناپدید ہوجاتے ہین - اور سورج بھی اِن مین سے کسی تارے کا کاسف نہین ہے - جب اس طریق سے یہ بات معلوم نہین ہوئی
کہ سورج چاند کے سوا اور تارون کے اوپر ہے - یا نیچے - تو اُنھون نے یہ دو طریقے بیان کیے (پہلا طریق) بعضے علم ہیئت والون نے یہ بیان کیا ہے - کہ ہم نے سورج
کی سطح مین زہرہ کو تل کی مانند دیکھا - اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے - کہ زہرہ سورج کے نیچے ہے - اور سورج زہرہ کے اوپر - یہ طریق اِس سبب سے ضعیف ہے کہ بعضے
علم ہیئت والون نے یہ کہا ہے - کہ جس طرح چاند کی سطح مین ایک سیاہ دھبا ہے - اسی طرح سورج کی سطح مین ایک تل ہے - (دوسرا طریق) اختلاف منظر ہے - اختلاف
منظر چاند اور عطارد اور زہرہ مین محسوس ہوتا ہے - اور مریخ اور مشتری اور زحل مین محسوس نہین ہوتا - اور سورج مین بہت ہی قلیل ہے - تو سورج کو اِن دونون قسمون کے
بیچ مین ہونا چاہیے یعنی زہرہ کے اوپر اور مریخ کے نیچے - یہ اکثر علم ہیئت والون کا قول ہے - مگر ابوریحان نے جو فصول فرغانی کی تلخیص کی ہے - اُس نے
اُس تلخیص مین یہ کہا ہے - کہ اختلاف منظر صرف چاند ہی مین محسوس ہوتا ہے - چاند کے سوا اور کسی تارے مین محسوس نہین ہوتا - لہذا یہ طریقے باطل ہوگئے - اور سورج
کی جگہ مشکوک رہی - یہ معلوم نہین ہوا - کہ سورج کس جگہ ہے - جاننا چاہیے - کہ ارباب رصد اور علم ہیئت والون نے یہ کہا ہے - کہ آسمان - نو ہین - سات تو یہی جن کا
ذکر ہوچکا - اور آٹھوان جس مین ثوابت ہین - اور نوان فلک اعظم - اُس کی حرکت دن رات مین تقریبًا ایک دورہ پورا کرتی ہے - آٹھوین آسمان کے ثبوت کی
اُنھون نے یہ دلیل بیان کی ہے - کہ ہم نے ثوابت کی حرکتون کو سست پایا - اور یہ بات ثابت ہی ہوچکی ہے - کہ کواکب خواہ ثوابت ہون خواہ سیارات اپنے
آسمان کی حرکت کے بغیر حرکت نہین کرتے - اور سیارات کے آسمانون کی حرکتین تیز ہین - تو ایک اور آسمان ہونا چاہیے جس کی حرکت سست ہو - اور جس مین
یہ ثوابت مرکوز ہون - یہ دلیل کئی طریق سے ضعیف ہے (پہلا طریق) یہ کیون نہین ہوسکتا - کہ ثوابت کسی آسمان مین مرکوز نہ ہون - اور خود بخود متحرک ہون - اور
یہ احتمال اُس امر کے باطل کرنے کے بغیر باطل نہین ہوسکتا - جو مختار اور پسندیدہ ہے - اور جو مختار اور پسندیدہ ہے - اُس کا باطل کرنا دشوار ہے - اور کانٹون پر ہاتھ پھیرنا آسان

[1] ستر عربی زبان مین بمعنی پوشیدگی

اور سیارات اپنے حوامل ہین - اور اس وقت آٹھوین آسمان کے ثابت کرنے کی کچھ ضرورت اور حاجت نہین ہی - (تیسرا طریق) یہ کیون نہین ہوسکتا - کہ یہ آٹھوان آسمان جسمین ثوابت مرکوز ہین - چاند کے آسمان کے نیچے ہو - اور اس صورت مین ثوابت کا آسمان سیارات کے آسمانون کے نیچے ہوگا - نہ اوپر - اگر کوئی شخص اس تیسرے طریق پر یہ اعتراض کرے - کہ سیارات ثوابت کے کاسف ہین - اور کاسف کو مکسوف کے نیچے ہونا چاہیئے - تو سیارات اور سیارات کے آسمانون کو ثوابت اور ثوابت کے آسمان سے نیچے ہونا چاہیے - تو ہم اس اعتراض کا یہ جواب دین گے کہ سیارات صرف اُنھی ثوابت کے کاسف ہین - جو منطقے کے قریب ہین - اور جو ثوابت قطبین کے قریب ہین - اُن کے کاسف نہین ہین - تو اس صورت مین یہ کیون نہین ہوسکتا - کہ جو ثوابت منطقے کے قریب ہین وہ تو آٹھوین آسمان مین مرکوز ہون - جو زحل کے آسمان یعنی ساتوین آسمان کے اوپر ہے اور جو ثوابت قطبین کے قریب ہین - اور سیارات جن کے کاسف نہین ہوسکتے - وہ کسی اور آسمان مین مرکوز ہون - جو چاند کے آسمان کے نیچے ہے - اور یہ احتمال کسی طرح دفع نہین ہوسکتا - اس تمام بحث کے بعد پھر ہم یہ کہتے ہین - اچھا ہم نے یہ تو تسلیم کر لیا - کہ آپنے یہ نو کے نو آسمان ثابت کر لیے - لیکن دسوین آسمان کے نہ ہونے کی آپ کے پاس کیا دلیل ہے - آپ اس کے سوا اور کچھ نہین کہ سکتے - کہ رصد سے یہی نو آسمان معلوم ہوئے ہین - رصد انھی نو آسمانون پر دلالت کرتی ہی - مگر کسی چیز کی دلیل کا نہ ہونا اُس کے نہ ہونے کی دلیل نہین ہی - اسے علما اپنے محاورے مین یون کہا کرتے ہین - عدمِ دلیل دلیلِ عدم نہین ہی - یعنی دسوین آسمان کی اگر کسی کو کوئی دلیل معلوم نہین ہوئی - تو اس سے یہ لازم نہین آتا کہ دسوان آسمان نہین ہے - اور اس کے ثبوت کی ایک یہ دلیل ہی - کہ علم ہیئت کے ایک محقق نے یہ کہا ہی - کہ مجھے اس وقت تک یہ بات نہین معلوم ہوئی - کہ ثوابت کا آسمان ایک ہی - یا ثوابت کے کئی آسمان ہین - کہ اُن مین سے بعضے بعضون پر مشتمل و حاوی ہین - مین یہ کہتا ہون - کہ یہ احتمال ثابت ہی کسی طرح دفع نہین ہوسکتا - کیونکہ ثوابت کے آسمان کے ایک ہونے کی صرف یہی ایک دلیل ہے - کہ ثوابت کی حرکتین باہم متشابہ اور موافق ہین - اور جب اُن کی حرکتین متشابہ اور موافق ہین - تو وہ سب کے سب ایک ہی آسمان مین مرکوز ہین - اور یہ دونون مقدمے یقینی نہین ہین (پہلے مقدمے) کے یقینی نہ ہونے کی یہ دلیل ہی - کہ ثوابت کی حرکتین اگرچہ بظاہر باہم متشابہ اور موافق اور ایک معلوم ہوتی ہین - لیکن یہ ہوسکتا ہی کہ فی الحقیقت وہ باہم متشابہ اور موافق نہ ہون - بلکہ متخالف ہون - کیونکہ اگر ہم یہ فرض کرین - کہ ثوابت مین سے ایک کوکب چھتیس ہزار برس مین اپنا دورہ پورا کرتا ہے - اور دوسرا اس مدت سے ایک برس کم مین - اور ہم اس کمی کو ان برسون پر تقسیم کرین - تو جو کمی ایک برس مین ہوگی - وہ بارہ ہزار حصون مین سے تیرہ حصون کے برابر ہوگی - اور اسقدر کمی محسوس نہین ہوسکتی - بلکہ دس برس - اور سو برس - اور ہزار برس بھی محسوس نہین ہوسکتے اور جب یہ احتمال ہی - تو ثوابت کی حرکتون کے برابر ہونے کا یقین نہ رہا - اور (دوسرے مقدمے) کے یقینی نہ ہونے کی یہ دلیل ہی - کہ ثوابت کی حرکتون کے برابر ہونے سے یہ لازم نہین آتا کہ وہ سب کے سب ایک ہی آسمان مین مرکوز ہون - کیونکہ یہ ہوسکتا ہے - کہ اُن کی حرکتون کی مقدارین تو برابر ہون - اور اُن مین سے ہر ایک الگ الگ آسمان مین مرکوز ہو - اور یہ بعینہٖ ایسا ہی ہے - جیسا علم ہیئت والے کہتے ہین - کہ اکثر کواکب کے ممثلات کی حرکتین ثوابت کے آسمان کی حرکت کے برابر ہین - اسی طرح یہان بھی یہ ہوسکتا ہی - کہ ثوابت کی حرکتین تو برابر ہون - اور اُن مین سے ہر ایک الگ الگ آسمان مین مرکوز ہو - مین یہ کہتا ہون - کہ یہ احتمال ثوابت کے آسمان ہی کے ساتھ خاص نہین ہے - بلکہ اُس آسمان مین بھی جاری ہی - جو دن رات مین اپنا دورہ پورا کرتا ہے - یعنی یہ ہوسکتا ہے - کہ جو آسمان دن رات مین اپنا دورہ پورا کرتا ہے - وہ ایک آسمان نہ ہو - بلکہ کئی آسمان ہون - اُن کی حرکتین یا مختلف اور متفاوت ہون لیکن اُن کی حرکتون مین تفاوت اور اختلاف اسقدر کم ہو - کہ ہماری عمرین اور ہماری رصدین اُسے دریافت نہ کر سکین - یا برابر - لیکن اُن کی حرکتون کے برابر ہونے سے اُن کا ایک ہی آسمان ہونا لازم نہین آتا - اور بعضے علم ہیئت والون نے اِن نو آسمانون کے سوا اور آسمانون کے ثابت ہونے کا یقین کیا ہے - بعضے علم ہیئت والون نے ثوابت کے آسمان کے اوپر - اور نوین آسمان کے نیچے ایک اور آسمان ثابت کیا ہے - اور اُس کے ثبوت کی کئی دلیلین بیان کی ہین (پہلی دلیل) یہ ہے - کہ جن لوگون نے میل اعظم کو دیکھا ہے - اُنھون نے اُس کی مقدار مختلف پائی ہی - جس جس شخص کی رصد مقدم ہی - اُس نے میل کی مقدار زیادہ پائی ہے - بطلیموس نے میل کی مقدار (کج یا) پائی ہی - پھر اُس کی مقدار مامون کے زمانہ مین (کج لہ) پائی گئی ہی - پھر مامون کے بعد اُسکی مقدار

اور ثوابت کے آسمان کے بیچ مین ایک اور آسمان ہو۔ جس کے دونون قطب نوین آسمان کے دونون قطبون کے گرد گردش کرین۔ اور ثوابت کے آسمان کے دونون
قطب اُس کے دونون قطبون کے گرد۔ اور اس سبب سے ثوابت کے آسمان کا قطب کبھی شمال کی جانب کو پست ہو جائے۔ اور کبھی جنوب کی جانب کو بلند۔ اور اس سے یہ لازم آتا ہے
کہ معدل النہار منطقۃ البروج پر کبھی منطبق ہو جائے۔ اور کبھی اُس سے جُدا۔ اور جدا ہونے کی صورت مین کبھی اس کی جدائی جنوب کی جانب کو ہو (جنوب کی جانب کو
اس کی جدائی اُسوقت ہوگی۔ جسوقت کہ ثوابت کے آسمان کا قطب جنوب کی جانب کو بلند ہو) اور کبھی شمال کی جانب کو۔ جیسا کہ فی الحال ہے (دوسری دلیل
یہ ہے۔ کہ سورج کی رفتار کی مقدار مین رصدوالون کو بڑا اضطراب ہے۔ اس کا مفصل اور مشرح بیان نجوم کی کتابون مین ہے بطلیموس نے ابرخس سے یہ بات نقل کی ہے کہ اُسے
اس باب مین شک تھا۔ کہ سورج کی مراجعت اور معاودت برابر زمانون مین ہوتی ہے۔ یا مختلف زمانون مین۔ اور وہ اپنے بعض اقوال مین یہ کہتا ہے۔ کہ سورج کی مراجعت
مختلف زمانون مین ہوتی ہے۔ اور بعض اقوال مین یہ کہتا ہے۔ کہ برابر زمانون مین۔ اور سورج کی رفتار کے زمانون کے مختلف ہونے کے سبب مین لوگون کے دو قول ہین
پہلا قول) اُن لوگون کا ہے۔ جو سورج کے اوج کو متحرک کہتے ہین۔ ان لوگون کا یہ مقولہ ہے۔ کہ سورج کے اوج کی حرکت کے سبب سے جو سورج کی حرکت مین اختلاف ہے۔ وہ اعتدال کے
نقطے کے پاس اس سبب سے ہے۔ کہ اوج سے اعتدال کے نقطے کی دوری مختلف ہے۔ اسی سبب سے سورج کی رفتار کا زمانہ مختلف ہو جاتا ہے۔ (دوسرا قول) اہل ہند اور اہل چین
اور اہل بابل اور روم اور مصر اور شام کے کثیر متقدمین کا ہے۔ کہ سورج کی رفتار کے زمانے کے مختلف ہونیکا سبب فلک البروج کی حرکت اور اُس کے قطب کی بلندی اور
پستی ہے۔ اور ابرخس سے یہ منقول ہے۔ کہ اُسے بھی اسی رائے کا اعتقاد تھا۔ اور ابار یا۔ الاسکندرانی نے یہ بیان کیا ہے۔ کہ طلسمات والون کا بھی یہی اعتقاد تھا۔ اور فلک البروج کا نقطہ
اپنی جگہ سے آٹھ درجے آگے یا پیچھے ہو جاتا ہے۔ اور ان لوگون کا یہ مقولہ ہے۔ کہ جسوقت حوت سے حمل کے اول تک بائیس درجے ہون اُسوقت حرکت کی ابتدا ہوتی ہے جاننا
چاہیے۔ کہ علم ہیئت والون کا یہ خبط تجھے اس بات سے آگاہ اور متنبہ کرتا ہے۔ کہ انسان کی عقل ان چیزون کو نہین جان سکتی۔ اور اُن کے خالق کے علم کے سوا اور کسی کا علم اُن کا
احاطہ نہین کر سکتا۔ لہذا ان چیزون مین نقلی ہی دلائل پر اکتفا کرنا چاہیے۔ اگر کوئی شخص یہ سوال کرے۔ کہ سات آسمانون کی تصریح سات سے زیادہ کی نفی پر دلالت
کرتی ہے۔ یا نہین۔ تو ہم اُس کے اس سوال کا یہ جواب دینگے۔ کہ امر حق یہی ہے۔ کہ کسی عدد کی تصریح اور تخصیص اُس سے زیادہ کی نفی پر دلالت نہین کرتی (چھٹا مسئلہ)
اللہ تعالیٰ کا قول وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ (یعنی اُسے ہر چیز کا علم ہے) اس بات پر دلالت کرتا ہے۔ کہ زمین اور جو چیزین زمین مین ہین۔ اور آسمان۔ اور جو عجائب اور غرائب آسمانون
مین ہین۔ اللہ تعالیٰ اُن کا اُس وقت تک خالق نہین ہو سکتا جسوقت تک کہ اُسے اُن کا علم اور اُن کے جزئیات اور کلیات پر احاطہ نہ ہو۔ اور یہ بات کئی امرون پر دلالت
کرتی ہے۔ (پہلا امر) یہ ہے۔ کہ جن فلسفیون نے یہ کہا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ جزئیات کو نہین جانتا۔ اُن کا یہ قول غلط ہے۔ اور متکلمین کا قول صحیح۔ کیونکہ متکلمین نے اس بات کو کہ اللہ تعالیٰ
جزئیات کو جانتا ہے۔ اس دلیل سے ثابت کیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان اجسام کو احکام اور اتقان کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ اور جو شخص کسی چیز کو احکام اور اتقان کے
ساتھ پیدا کرے۔ اُسے اُس چیز کا علم ہونا ضروری ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس جگہ بعینہ یہی دلیل بیان کی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے پہلے آسمانون اور زمین کی پیدائش کا بیان کیا ہے
پھر اُس پر یہ تفریع کی ہے۔ اور یہ ارشاد فرمایا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کو ہر ایک چیز کا علم ہے۔ تو اس سے یہ بات ثابت ہوگئی۔ کہ اس مذہب اور اس دلیل مین متکلمین کا قول قرآن کے مطابق ہے۔
(دوسرا امر) یہ ہے۔ کہ معتزلہ جو یہ کہتے ہین۔ کہ بندہ خود اپنے افعال کا خالق ہے معتزلہ کا یہ قول باطل ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہان یہ ارشاد فرمایا ہے۔ کہ جو شخص کسی چیز کو معین مقدار
اور مخصوص حد کے ساتھ پیدا کرے اُسے اُس چیز کا تفصیلی علم ہونا چاہیے۔ کیونکہ وہ اُسے مقادیر مین سے معین اور مخصوص مقدار کے ساتھ خاص کرتا ہے۔ اور مخصوص مقدار کے ساتھ تخصیص
ارادے ہی کے ساتھ ہو سکتی ہے۔ ارادے کے بغیر نہین ہو سکتی۔ اگر مخصوص مقدار کے ساتھ تخصیص ارادے کے بغیر ہو۔ تو یہ لازم آئیگا۔ کہ مرجح یعنی ترجیح دینے والے کے بغیر رجحان ہو جائے۔ اور
ترجیح دینے والے کے بغیر رجحان کا ہو جانا ناممکن ہے۔ تو یہ بات ثابت ہوگئی۔ کہ مخصوص مقدار کے ساتھ تخصیص ارادے کے بغیر نہین ہو سکتی۔ اور ارادہ علم کے بغیر نہین ہو سکتا۔ علم ارادے کی شرط
ہے۔ تو یہ بات ثابت ہوگئی۔ کہ کسی چیز کے پیدا کرنے والے کو۔ اُس کا تفصیلی علم ہونا چاہیے۔ اگر بندہ اپنے افعال کا خود ہی خالق ہوتا۔ اور اپنے افعال کو خود ہی پیدا کرتا۔ تو اُسے اپنے تمام افعال

مدبر اور اُن مین متصرف ہین - وہ نسبت ہے - جو ان مدبر فرشتون کو ہمارے نفوس ناطقہ سے - اور فرشتونکی اِن دونون قسمون کے ثبوت پر تمام حکما کا اتفاق ہے - بعضے
حکما نے فرشتون کی اور قسمین بھی ثابت کی ہین - اور وہ زمین کے فرشتے ہین - جو اس عالم اسفل کے مدبر اور اُس مین متصرف ہین - اس عالم اسفل کی تدبیر کرنیوالے
اگر نیک ہون - تو وہ فرشتے کہلاتے ہین - اگر بد ہون - تو وہ شیطان کہلاتے ہین - فرشتون کے باب مین جو لوگون کے مذہب ہین - یہ اُن کی تفصیل تھی - اہل
علم کا اس امر مین اختلاف ہے - کہ فرشتون کا ثبوت عقلی دلائل سے ہو سکتا ہے - یا عقلی دلائل سے ثبوت نہین ہو سکتا - اُن کا ثبوت صرف نقلی ہی دلائل سے ہے - تمام حکما
کا اس بات پر اتفاق ہے - کہ فرشتون کے ثبوت کے بہت سے عقلی دلائل ہین - اور اُن کے عقلی دلائل پر ہمارے بہت سے دقیق اعتراض ہین - اور بعضے لوگون نے
فرشتون کے ثبوت کی عقلی دلیلین بیان کی ہین - جو ظنی ہین - ہم اُنہین بیان کرتے ہین - (پہلی دلیل) جو زندہ چیز ناطق ہے - اور اُسے موت کبھی نہین آئیگی - یعنے جس زندہ
چیز مین علم اور ادراک ہے - اور وہ کبھی نہین مریگی - اُس زندہ چیز کو فرشتہ کہتے ہین - عقلی تقسیم کے اعتبار سے زندہ چیز کی تین قسمین ہین - یا زندہ چیز ناطق ہے - اور اُسے موت بھی
آئیگی یعنی یا زندہ چیز مین علم و ادراک بھی ہے - اور وہ مریگی بھی - ایسی زندہ چیز کو انسان کہتے ہین - یا زندہ چیز ناطق تو نہین ہے - مگر اُسے موت آئیگی یعنی یا زندہ چیز مین علم
و ادراک تو نہین ہے - مگر وہ مریگی - ایسی زندہ چیز کو جانور کہتے ہین - یا زندہ چیز ناطق تو ہے - مگر اُسے موت نہین آئیگی یعنی یا زندہ چیزون مین علم و ادراک تو ہے مگر وہ کبھی
نہین مریگی - ایسی زندہ چیز کو فرشتہ کہتے ہین - حاصل یہ ہے - کہ زندہ چیز کی تین قسمین ہین (پہلی قسم) وہ زندہ چیز ہے - جس مین علم و ادراک بھی ہے - اور اُسے موت بھی آئیگی
ایسی زندہ چیز کو انسان کہتے ہین (دوسری قسم) وہ زندہ چیز ہے - جس مین علم و ادراک تو نہین - اور اُسے موت آئیگی - ایسی زندہ چیز کو جانور کہتے ہین (تیسری قسم) وہ زندہ چیز ہے
جس مین علم و ادراک ہے - اور اُسے موت نہین آئیگی - ایسی زندہ چیز کو فرشتہ کہتے ہین - اس مین کسی طرح کا شک نہین - کہ زندہ چیزون مین سے سب سے ادنیٰ وہ زندہ چیز ہے
جس مین علم و ادراک نہین ہے - اور اُسے موت آئیگی - اور اوسط وہ زندہ چیز ہے - جس مین علم و ادراک ہے - اور اُسے موت بھی آئیگی - اور جس زندہ چیز مین علم و ادراک ہے
اور اُسے موت نہین آئیگی - وہ سب زندہ چیزون سے اعلیٰ اور اشرف ہے - جب حکمت الٰہی نے زندہ چیزون مین سے ادنیٰ اور اوسط کا پیدا کرنا چاہا - تو اشرف اور اعلیٰ کے
ایجاد کا چاہنا اولیٰ اور انسب ہے - (دوسری دلیل) یہ ہے - کہ فطرت انسانی اس بات کی شاہد اور گواہ ہے - کہ عالم اعلےٰ اس عالم اسفل سے اشرف اور افضل ہے - اور
اس بات کی بھی شاہد ہے کہ حیات اور عقل اور نطق اپنے اضداد اور مقابلات سے اشرف ہے - تو یہ بات کسی طرح عقل مین نہین آسکتی - کہ حیات اور عقل اور نطق اس
عالم ظلمانی مین تو ہو - اور اُس عالم نورانی مین نہ ہو - جو ضو اور نور اور شرف کا محل اور مستقر ہے (تیسری دلیل) یہ ہے - کہ مجاہدے والون نے مشاہدے اور مکاشفے سے
فرشتون کو ثابت کیا ہے - اور حاجتون اور ضرورتون والون نے اور طریق سے - اور وہ طریق فرشتون کے وہ عجیب عجیب آثار ہین - جو نادر نادر علاجون اور معجونون کی
ترکیب اور تریاقون کی ہدایت اور بتلانے مین مشاہدہ کیے جاتے ہین - یعنی فرشتے اکثر نادر نادر علاج اور عجیب عجیب معجونین اور عمدہ عمدہ تریاق لوگون کو بتا جاتے ہین -
اور سچا خواب بھی فرشتون کے ثبوت کی دلیل ہے - یہ عقلی دلائل اُن لوگون کی نسبت ظنی ہین - جنھون نے ان کو صرف سنا ہی سُنا ہے اور ان کی مشق اور مزاولت
نہین کی ہے - اور اُن لوگون کی نسبت قطعی اور یقینی ہین جنھون نے ان کو آزمایا ہے - اور ان کا مشاہدہ کیا ہے - اور ان کے اسرار سے آگاہ اور مطلع ہوئے ہین - اور
نقلی دلائل سے فرشتون کا ثبوت ہے - فرشتون کے ثبوت مین انبیاء علیہم السلام کا اختلاف اور نزاع نہین ہے - بلکہ فرشتون کے ثبوت پر تمام انبیاء علیہم السلام کا اتفاق
اور اجماع ہے - واللہ اعلم (چوتھا مسئلہ) فرشتون کی کثرت کے بیان مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے - اَطَّتِ السَّمَآءُ وَحُقَّ لَهَا اَنْ تَئِطَّ مَا
فِيْهَا مَوْضِعُ قَدَمٍ اِلَّا وَفِيْهِ مَلَكٌ سَاجِدٌ اَوْ رَاكِعٌ (آسمان چرچرانے لگا - اور اُسے چرچرانا ہی چاہیے - اُس مین قدم کے رکھنے کے برابر بھی کوئی جگہ ایسی
نہین ہے - جہان کوئی فرشتہ سجدہ یا رکوع نہ کر رہا ہو -) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی منقول ہے - کہ بنی آدم جنون کا دسوان حصہ ہین - اور جن اور
بنی آدم سب مل کر خشکی کے حیوانات کا دسوان حصہ - اور یہ سب کے سب (یعنی جن اور بنی آدم اور خشکی کے حیوانات) پرندون کا دسوان حصہ - اور یہ سب کے سب بحر کے
حیوانات کا دسوان حصہ - اور یہ سب کے سب زمین کے فرشتون کا دسوان حصہ - اور یہ سب کے سب پہلے آسمان کے فرشتون کا دسوان حصہ - اور یہ سب کے دوسرے

فرشتون کی کثرت کا بیان

پھر یہ سب کے سب عرش کے چھ لاکھ سراپردون میں سے ایک سراپردے کے فرشتون کا دسوان حصہ ہین - اور ہر ایک سراپردے کے طول اور عرض اور
عمق کے ساتھ تمام آسمانون اور تمام زمینون کا مقابلہ کیا جائے - تو تمام آسمان اور زمینین سراپردے کے طول اور عرض اور عمق کے مقابلے مین قلیل اور حقیر ہین
اور وہان قدم کے رکھنے کے برابر بھی کوئی جگہ ایسی نہین ہے - جہان کوئی فرشتہ سجدہ یا رکوع یا قیام نہ کر رہا ہو - اور وہان وہ سب فرشتے چیخ چیخ کر
باآواز بلند اللہ کی تسبیح اور تقدیس کر رہے ہین - پھر یہ سب فرشتے اُن فرشتون کے مقابلہ مین جو عرش کے گرد پھر رہے ہین - اور گردش کر رہے ہین - ایسے ہین جیسے
بحر کے مقابلہ مین قطرہ - اور اُن کی گنتی اللہ کے سوا اور کوئی نہین جانتا - اور ان فرشتون کے علاوہ لوح کے فرشتے ہین - جو اسرافیل علیہ السلام کے تابع ہین
اور وہ فرشتے ہین - جو جبرئیل کے لشکر ہین - اور یہ فرشتے سب کے سب اللہ کے حکم کو سُنتے ہین - اور سُنتے ہی اطاعت کرتے ہین - اطاعت کرنے مین کبھی سستی نہین
کرتے - ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی عبادت مین مشغول - اور اللہ تعالےٰ کے ذکر اور تعظیم کے ساتھ تر زبان رہتے ہین - جب سے اللہ نے اُنھین پیدا کیا ہے - اُسوقت سے
اس وقت تک اُن مین سے ہر ایک دوسرے پر اس مین سبقت کرنا اور آگے بڑھنا چاہتا ہے - دن رات مین کبھی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے سے تکبر نہین کرتے
اور کبھی عبادت کرنے سے نہین تھکتے - اُن کے اقسام اور اُن کی عمرون کی مدت اور اُن کی عبادت کی کیفیت اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہین جانتا - یہ اللہ تعالیٰ
کی پادشاہت کی حقیقت کی تحقیق ہے - جیسا خود ارشاد فرمایا ہے - وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ ط (تیرے پروردگار کے لشکرون کو تیرا پروردگار ہی جانتا ہے - تیرے پروردگار کے
سوا اور کوئی نہین جانتا) مین نے وعظ کی کتابون مین سے ایک کتاب مین دیکھا ہے - کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معراج کو تشریف لے گئے - تو آپ نے ایک جگہ
جو بازار کی مثل تھی - بہت سے فرشتے دیکھے - وہ سب کے سب آگے پیچھے قطار باندھے چلے جاتے تھے - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا - یہ کہان جاتے ہین جبرئیل
علیہ السلام نے کہا سو مجھے نہین معلوم مگر مین جب سے پیدا ہوا ہون - اُس وقت سے اس وقت تک ان کو دیکھ رہا ہون - اور ان مین سے مین نے جس کو ایکدفعہ دیکھا ہے - پھر اُسے
دوبارا نہین دیکھا - پھر آپ نے ان فرشتون مین سے ایک فرشتے سے پوچھا - اور یہ کہا - تو کب پیدا ہوا ہے - اُس نے یہ جواب دیا - مجھے اس کے سوا اور کچھ معلوم نہین ہے
کہ اللہ تعالیٰ چار لاکھ برس کے بعد ایک تارا پیدا کیا کرتا ہے - جب سے اللہ تعالیٰ نے مجھے پیدا کیا ہے - اُسوقت سے اس وقت تک اللہ تعالیٰ نے اس قسم کے چار لاکھ
تارے پیدا کیے ہین - وہ معبود پاک اور مقدس ہے جسکی قدرت کس قدر بڑی - اور جس کا کمال کسقدر بزرگ ہے - جاننا چاہیے - کہ اللہ تعالےٰ نے قرآن شریف مین فرشتون کی قسمین اور صفتین بیان
کی ہین - فرشتون کی قسمون مین سے (پہلی قسم) عرش کے اُٹھانے والے فرشتے ہین - اِن کا بیان اس آیت مین ہے - وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةٌ ط (اُس دن
تیری پروردگار کے عرش کو آٹھ فرشتے اپنے اوپر اُٹھائین گے (دوسری قسم) وہ فرشتے ہین - جو عرش کے گرد پھرتے ہین - اور گردش کرتے ہین - اِن کا بیان اس آیت مین ہے
وَتَرَى الْمَلَائِكَةَ حَافِّينَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ (اور تو دیکھیگا - کہ فرشتے عرش کے گرد پھر رہے ہین - اور اپنے پروردگار کی حمد اور تسبیح کر رہے ہین -
(تیسری قسم) بڑے بڑے فرشتے ہین - اُنھی مین سے جبرئیل اور میکائیل علیہما السلام ہین - کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے - مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَرُسُلِهِ
وَجِبْرِيلَ وَمِيكَالَ فَإِنَّ اللَّهَ عَدُوٌّ لِلْكَافِرِينَ ط (جو لوگ اللہ اور اللہ کے فرشتون اور اللہ کے رسولون اور جبرئیل اور میکال کے دشمن ہین - تو اللہ بھی اُن کافرون کا
دشمن ہے)

## جبرئیل کی صفتون کا بیان

اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کی کئی صفتین بیان کی ہین (پہلی صفت) یہ ہے - کہ جبرئیل علیہ السلام نبیون کے پاس اللہ تعالیٰ کی جانب سے وحی لاتے تھے - اللہ تعالیٰ نے ارشاد
فرمایا ہے - نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ عَلَىٰ قَلْبِكَ (اس کتاب کے ساتھ تیرے دل پر روح الامین نازل ہوا) روح الامین سے جبرئیل علیہ السلام مراد ہین (دوسری صفت)
یہ ہے - کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف مین جبرئیل علیہ السلام کا ذکر سب فرشتون سے پہلے کیا - ارشاد فرمایا ہے - قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِجِبْرِيلَ اس آیت مین اللہ تعالیٰ
نے جبرئیل علیہ السلام کے ذکر کو سب فرشتون کے ذکر سے مقدم کیا - اور میکائیل علیہ السلام سے جبرئیل علیہ السلام کے اشرف اور افضل ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے - کہ جبرئیل
علیہ السلام سے وحی اور علم کو تعلق ہے - اور میکائیل علیہ السلام سے رزق اور غذا کو - اور علم جو روحانی غذا ہے - وہ جسمانی غذا سے اشرف اور افضل ہے - تو جبرئیل علیہ السلام کو

فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ (اور نبی کے مددگار اور رفیق۔ اللہ اور جبریل اور نیک مومن ہیں) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ذکر کے بعد جبریل علیہ السلام کا ذکر کیا
(چوتھی صفت) یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کو روح القدس کہا عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت ارشاد فرمایا ہے۔ اِذْ اَیَّدْتُّکَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ (جس وقت میں نے روح القدس کے
ساتھ تیری تایید اور مدد کی) اس آیت میں روح القدس سے جبریل علیہ السلام مراد ہیں (پانچویں صفت) یہ ہے۔ کہ جبریل علیہ السلام نشان کیے ہوئے ہزار فرشتوں کے ساتھ اللہ کے دوستوں کی مدد
کرتے ہیں۔ اور اللہ کے دشمنوں کو مغلوب و مقہور (چھٹی صفت) یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے قول اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ (یعنی یہ قرآن اس فرشتہ کا قول ہے
جو رسول اور بزرگ اور قوی اور صاحب عرش کی نزدیک با وقار اور عالم اعلیٰ کا مطاع اور مقتدا اور امین ہے) میں جبریل علیہ السلام کی چھ صفتوں (یعنی رسالت۔ اور کرم۔ اور بزرگی۔ اور قوت
اور صاحب عرش کے نزدیک وقار۔ اور عالم اعلیٰ کا مطاع اور مقتدا ہونا۔ اور امین ہونا) کے ساتھ مدح اور ثنا کی ہے لیکن جبریل علیہ السلام کے رسول ہونے کا بیان یہ ہے۔ کہ جبریل علیہ السلام سب نبیوں
اور رسولوں کے رسول ہیں۔ اور سب نبی اور رسول جبریل علیہ السلام کی امت۔ اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک جبریل علیہ السلام کی بزرگی یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اور نبیوں کے درمیان جو سب بندوں سے
اشرف اور افضل ہیں جبریل علیہ السلام کو واسطہ کیا۔ اور جبریل علیہ السلام کی قوت یہ ہے۔ کہ جبریل علیہ السلام نے لوط کی قوم کے شہروں کو آسمان تک اٹھایا اور انہیں الٹ دیا۔ اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک جبریل علیہ السلام کا وقار یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ
نے اپنے قول فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ (بیشک نبی کے مددگار اور رفیق اللہ اور جبریل اور نیک مومن ہیں) میں جبریل علیہ السلام کو اپنی ذات ہی دوسرے درجہ پر رکھا یعنی پہلے اپنا ذکر
کیا پھر جبریل علیہ السلام کا۔ اور جبریل علیہ السلام کا مطاع اور مقتدا ہونا یہ ہے کہ جبریل علیہ السلام تمام فرشتوں کے امام اور پیشوا ہیں۔ اور جبریل علیہ السلام کے امین ہونے کا بیان اس آیت میں ہے نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ عَلٰى
قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ (تیرے دل پر قرآن کو ساتھ جبریل امین اس سبب سے نازل ہوا کہ تو لوگوں کو ڈرائے۔ اس آیت میں جبریل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے امین ارشاد فرمایا۔ اور اسرافیل
اور عزرائیل علیہما الصلوۃ والسلام بھی بڑے فرشتوں میں سے ہیں۔ اور ان کا وجود بہت سی حدیثوں سے ثابت ہے۔ اور یہ بات بھی حدیث سے ثابت ہے۔ کہ جس ملک الموت کا ذکر اللہ تعالیٰ کے اس قول قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ
مَلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ (اے محمد تو ان سے یہ کہہ دے۔ جو موت کا فرشتہ تم پر مقرر ہے۔ وہی تمہاری روحیں قبض کریگا) میں ہے۔ اس سے عزرائیل علیہ السلام مراد ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا یہ قول حَتّٰی اِذَا
جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا (جس وقت تم میں سے کسی کی موت آجاتی ہے۔ تو ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے اس کی روح قبض کر لیتے ہیں) اس بات پر دلالت کرتا ہے۔ کہ روحوں کے
قبض کرنے کیلیے بہت سے فرشتے مقرر ہیں۔ اور پہلی آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے۔ کہ روحوں کے قبض کرنے کیلیے صرف ایک فرشتہ مقرر ہے۔ مگر یہ ہو سکتا ہے۔ کہ روحوں کے قبض کرنے کیلیے بہت سے فرشتے مقرر ہوں اور
ملک الموت جس کا ذکر پہلی آیت میں ہے۔ ان سب کا رئیس اور سردار ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ وَلَوْ تَرٰۤی اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ (اگر تو کافروں کو اس وقت
دیکھتا جس وقت کہ فرشتے ان کی روح قبض کرتے ہیں اور ان کے چہروں اور ان کی پیٹھوں پر مارتے ہیں۔) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ
وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ (اور صور پھونکا جائیگا۔ سور کے پھونکتے ہی جن کو اللہ چاہیگا۔ ان کے سوا آسمانوں
اور زمین میں جو ہیں۔ وہ سب مر جائینگے۔ پھر دوسرا صور پھونکا جائیگا۔ دوسرے صور کے پھونکتے ہی۔ وہ سب کے سب کھڑے ہو جائیں گے۔ اور حیرت زدہ ہو کر ادھر اودھر دیکھنے لگینگے) اس آیت میں
صرف یہ بیان ہے۔ کہ صور پھونکا جائیگا۔ اور اس امر کا بیان نہیں ہے۔ کہ صور کون پھونکیگا۔ مگر بہت سی حدیثوں سے یہ بات ثابت ہے۔ کہ اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے (چوتھی قسم) جنت کے فرشتے ہیں
اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ (ہر ایک دروازے سے ان کے پاس فرشتے آئینگے۔ اور ان سے کہینگے
کہ صبر کرنیکے سبب سے تمہارے لیے سلامتی ہے۔ اور یہ گھر تمہارے لیے اچھا بدلا ہے۔ (پانچویں قسم) دوزخ کے فرشتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ (انیس فرشتے دوزخ کے محافظ
اور نگہبان ہیں) اور نیز ارشاد فرمایا ہے۔ وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً (ہم نے صرف فرشتوں ہی کو دوزخ کا محافظ اور نگہبان کیا ہے) اور جو فرشتے دوزخ کے محافظ اور نگہبان
ہیں ان کا سردار اور رئیس مالک ہے۔ مالک کا بیان اس آیت میں ہے۔ وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ (اور وہ چیخ چیخ کر یہ کہینگے۔ اے مالک پروردگار کہیں ہماری موت کا حکم کر دے) اور دوزخ کے
سب محافظوں اور نگہبانوں کو زبانیہ کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ (وہ اپنی مجلس والوں کو بلائے۔ ہم زبانیہ کو بلالینگے یعنی دوزخ کے محافظوں
اور نگہبانوں کو بلالینگے) (چھٹی قسم) وہ فرشتے ہیں۔ جو بنی آدم پر مقرر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ

فرشتوں کی صفتوں کا بیان

مِن بَیْنِ یَدَیْہِ وَمِنْ خَلْفِہٖ یَحْفَظُوْنَہٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰہِ (آدمی کے آگے پیچھے فرشتے رہتے ہیں جو آگے پیچھے اپنی اپنی باری سے آتے ہیں۔ اور اللہ کے حکم سے اُس کی حفاظت و نگہبانی کرتے ہیں) نیز ارشاد فرمایا ہے۔ وَھُوَ الْقَاھِرُ فَوْقَ عِبَادِہٖ وَیُرْسِلُ عَلَیْکُمْ حَفَظَۃً (وہ اپنے بندوں پر غالب ہے۔ اور تمہاری حفاظت اور نگہبانی کے لیے تمہارے پاس فرشتے بھیجتا ہے۔ (ساتویں قسم) وہ فرشتے ہیں۔ جو بندوں کے عمل لکھتے ہیں۔ ان کا بیان اس آیت میں ہے۔ وَاِنَّ عَلَیْکُمْ لَحٰفِظِیْنَ کِرَامًا کَاتِبِیْنَ یَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ (بیشک حفاظت و نگہبانی کرنے والے اور بزرگ اور لکھنے والے فرشتے تم پر مقرر ہیں۔ جو تم کرتے ہو۔ وہ اُسے جانتے ہیں (آٹھویں قسم) وہ فرشتے ہیں۔ جو اس عالم کے احوال پر مقرر ہیں۔ اور ان آیتوں سے یہی فرشتے مراد ہیں وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا (صف باندھنے والے فرشتوں کی قسم) وَالذّٰرِیٰتِ ذَرْوًا تا قول عزوجل فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا (خاک اُڑانے والی ہواؤں کی قسم اور کام کے تقسیم کرنے والے فرشتوں کی قسم) وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا (اُن فرشتوں کی قسم جو سختی سے کافروں کی جان نکالتے ہیں) ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا ہے۔ اِنَّ لِلّٰہِ مَلٰٓئِکَۃً سِوَی الْحَفَظَۃِ یَکْتُبُوْنَ مَا یَسْقُطُ مِنْ وَرَقِ الْاَشْجَارِ فَاِذَا اَصَابَ اَحَدَکُمْ عَرْجَۃٌ بِاَرْضٍ فَلَاۃٍ فَلْیُنَادِ اَعِیْنُوْا عِبَادَ اللّٰہِ یَرْحَمُکُمُ اللّٰہُ۔ (یعنی حفاظت و نگہبانی کرنے والے فرشتوں کے سوا اللہ کے اور فرشتے ہیں جو درختوں کے گرے ہوئے پتے لکھتے ہیں جب کسی جنگل میں تم میں سے کسی پر کوئی تنگی اور مصیبت ہو۔ تو اُسے پکار کے یہ کہنا چاہیے۔ اَعِیْنُوْا عِبَادَ اللّٰہِ یَرْحَمُکُمُ اللّٰہُ (اے اللہ کے بندو مدد کرو۔ اللہ تم پر رحم کرے گا) اور فرشتوں کی صفتیں بہت سی ہیں (پہلی صفت) یہ ہے۔ کہ فرشتے اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے جَاعِلِ الْمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا (جس نے فرشتوں کو رسول بنایا) لیکن اللہ تعالیٰ کا قول اَللّٰہُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا (اللہ فرشتوں میں سے رسولوں کو چن لیتا ہے) اس بات پر دلالت کرتا ہے۔ کہ صرف بعض فرشتے رسول ہیں۔ اور اس کا یہ جواب ہے۔ کہ اس آیت میں مِنْ بَیَانِیَّہ ہے تبعیضیہ نہیں ہے۔ اس آیت کے یہ معنی ہیں۔ اللہ رسولوں کو جو فرشتے ہیں چن لیتا ہے۔ اور یہ معنی نہیں ہیں کہ اللہ فرشتوں میں سے رسولوں کو چن لیتا ہے۔ اگر اس آیت کے یہ معنی ہوتے۔ تو بیشک یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی کہ صرف بعض فرشتے رسول ہیں (دوسری صفت) اللہ کا قرب اور اللہ کی نزدیکی ہے۔ یہ قرب مکان اور سمت کے اعتبار سے نہیں ہو سکتا۔ یہ قرب صرف شرف اور بزرگی ہی کے اعتبار سے ہے۔ اور ان آیتوں سے یہی قرب مراد ہے۔ وَمَنْ عِنْدَہٗ لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِہٖ (جو لوگ اللہ کے پاس ہیں وہ اللہ کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے یعنی فرشتے جن کو اللہ کے نزدیک شرف اور بزرگی ہے۔ وہ اللہ کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے) بَلْ عِبَادٌ مُّکْرَمُوْنَ (بلکہ بزرگ بندے ہیں۔) یُسَبِّحُوْنَ الَّیْلَ وَالنَّھَارَ لَا یَفْتُرُوْنَ (فرشتے دن رات اللہ کی تسبیح کرتے ہیں۔ اور کبھی تسبیح میں سستی نہیں کرتے (تیسری صفت) طاعت ہے۔ اس کا بیان کئی طرح سے ہے۔ (پہلا طریق) اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کا یہ قول نقل کیا ہے۔ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِکَ وَنُقَدِّسُ لَکَ (اور ہمارا یہ حال ہے۔ کہ ہم تیری حمد و ثنا اور تسبیح و تقدیس ہی کرتے رہتے ہیں) دوسری جگہ ارشاد فرمایا ہے (وَاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ (اور بیشک ہم صف بندی کر کے اپنے اپنے درجوں پر کھڑے رہتے ہیں۔ اور تسبیح کرتے رہتے ہیں) وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ (اور بیشک ہم تسبیح کرتے رہتے ہیں) اس قول میں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی تکذیب نہیں کی۔ اور اُنھیں جھوٹا نہیں کہا۔ تو یہ بات ثابت ہوگئی۔ کہ فرشتے ہر وقت عبادت میں مشغول رہتے ہیں (دوسرا طریق) فرشتے اللہ کی تعظیم کے سبب سے اللہ کی فرمانبرداری اور حکم بجا آوری میں جلدی اور عجلت کرتے ہیں۔ اس کا بیان اس آیت میں ہے۔ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِکَۃُ کُلُّھُمْ اَجْمَعُوْنَ (حکم کرتے ہی ساری فرشتے سجدے میں گر پڑے۔ (تیسرا طریق) یہ ہے۔ کہ فرشتے اللہ کی وحی اور حکم کے بغیر کوئی کام نہیں کرتے۔ اس کا بیان اس آیت میں ہے لَا یَسْبِقُوْنَہٗ بِالْقَوْلِ وَھُمْ بِاَمْرِہٖ یَعْمَلُوْنَ (فرشتے اللہ کے سامنے دم نہیں مارتے۔ اور جو کچھ کرتے ہیں۔ اللہ ہی کے حکم سے کرتے ہیں (چوتھی صفت) قدرت اور قوت ہے۔ اس کا بیان کئی طرح سے ہے (پہلا طریق) یہ ہے۔ کہ عرش اور کرسی کو صرف آٹھ فرشتے اُٹھائے ہوئے ہیں۔ اور کرسی جو عرش سے بہت ہی چھوٹی ہے۔ ساتوں آسمانوں کے مجموعے سے بہت ہی بڑی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔ وَسِعَ کُرْسِیُّہُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (اللہ کی کرسی تمام آسمانوں اور زمین سے وسیع ہے) یہیں سے ان آٹھ فرشتوں کی قوت اور قدرت کو غور کر لینا چاہیے (دوسرا طریق) یہ ہے۔ کہ عرش کی بلندی ایک ایسی چیز ہے۔ جو وہم میں نہیں سما سکتی۔ اور وہم جس کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ اور اس کی دلیل یہ آیت ہے۔ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَالرُّوْحُ اِلَیْہِ فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُہٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَۃٍ (جو دن پچاس ہزار برس کے برابر ہے۔ اُس میں عرش کی طرف فرشتے اور جبرئیل چڑھتے ہیں) غور کرنا چاہیے کہ عرش کس قدر بلند ہے۔ پھر بھی فرشتے اپنی قدرت اور قوت کی شدت کے سبب سے دم بھر میں عرش سے اُتر آتے ہیں (تیسرا طریق) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ

وہ سب مرجائینگے پھر دوسرا صور پھونکا جائیگا دوسرے صور کے پھونکتے ہی وہ سب کے سب کھڑے ہو جائین گے - اور حیرت زدہ ہوکر اِدھر اُدھر دیکھنے لگین گے ) غور کرنا چاہیے کہ صور پھونکنے والے فرشتے یعنی اسرافیل مین کسقدر قوت ہی - کہ اُس کے ایک ہی دفعہ صور کے پھونکنے سی جو آسمانون اور زمین مین ہین - وہ سب کے سب مرجائینگے - اور دوسری دفعہ صور کے پھونکنے سی پھر سب کے سب زندہ ہوجائین گے - (چوتھا طریق) جبرئیل علیہ السلام مین کس قدر قوت ہی - کہ اُنھون نے لوطؑ کی قوم کے پہاڑون اور شہرون کو ایک ہی دفعہ مین اُکھاڑ ڈالا - (پانچوین صفت) اللہ تعالیٰ کا خوف اور ڈر ہی - اور اس کی کئی دلیلین ہین (پہلی دلیل) یہ ہی - کہ فرشتے بہت ہی عبادت کرتے ہین - اور اُن سے کبھی کوئی لغزش نہین ہوتی - پھر بھی اُنھین اللہ تعالیٰ کا اس قدر خوف اور ڈر ہی - کہ گویا اُن کی عبادت گناہ ہی - اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے - يَخَافُونَ رَبَّهُم مِّن فَوْقِهِمْ (فرشتے اپنے پروردگار سی ڈرتے ہین - جو اُن سی غالب ہی - نیز ارشاد فرمایا ہی - وَهُم مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِم مُشْفِقُونَ (اور فرشتے اپنے پروردگار کے خوف سی گھبرائے ہوی ہین ( دوسری دلیل) یہ آیت ہی - حَتَّىٰ إِذَا فُزِّعَ عَن قُلُوبِهِمْ قَالُوا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا الْحَقَّ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ (جب فرشتون کے دلون سے اضطراب دور ہو جاتا ہی - اور گھبراہٹ جاتی رہتی ہی - تو بعضے فرشتے بعضے فرشتون سی یہ کہتے ہین - تمہارے پروردگار نے کیا کہا - وہ یہ جواب دیتے ہین - کہ سچ بات کہی - اور وہ بلند اور بزرگ ہی ) اس آیت کی تفسیر مین یہ آیا ہی - کہ اللہ تعالیٰ جس وقت وحی کے ساتھ کلام کرتا ہی - تو آسمان کے فرشتون کو اُس کی آواز ایسی سنائی دیتی ہے جیسی آواز پتھر پر زنجیر کے مارنے سی پیدا ہوتی ہی - اُس کی سنتے ہی فرشتے گھبرا جاتے ہین - اور جب وحی منقطع ہو جاتی ہی - تو بعضے فرشتے بعضے فرشتون سے کہتے ہین - تمہارے پروردگار نے کیا کہا وہ جواب دیتے ہین - کہ سچ کہا - اور وہ بلند اور بزرگ ہی - (تیسری دلیل) بیہقی نے شعب الایمان مین ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہی - قَالَ بَيْنَمَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَاحِيَةٍ وَمَعَهُ جِبْرِيلُ إِذِ انْشَقَّ أُفُقُ السَّمَاءِ فَأَقْبَلَ جِبْرِيلُ يَتَضَاءَلُ وَيَدْخُلُ بَعْضُهُ فِي بَعْضٍ وَيَدْنُو مِنَ الْأَرْضِ فَإِذَا مَلَكٌ قَدْ مَثَلَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّ رَبَّكَ يُقْرِئُكَ السَّلَامَ وَيُخَيِّرُكَ بَيْنَ أَنْ تَكُونَ نَبِيًّا مَلِكًا وَبَيْنَ أَنْ تَكُونَ نَبِيًّا عَبْدًا قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَأَشَارَ إِلَيَّ جِبْرِيلُ بِيَدِهِ أَنْ تَوَاضَعْ فَعَرَفْتُ أَنَّهُ لِي نَاصِحٌ فَقُلْتُ عَبْدًا نَبِيًّا فَعَرَجَ ذٰلِكَ الْمَلَكُ إِلَى السَّمَاءِ فَقُلْتُ يَا جِبْرِيلُ قَدْ كُنْتُ أَرَدْتُ أَنْ أَسْأَلَكَ عَنْ هٰذَا فَرَأَيْتُ مِنْ حَالِكَ مَا شَغَلَنِي عَنِ الْمَسْأَلَةِ فَمَنْ هٰذَا يَا جِبْرِيلُ فَقَالَ هٰذَا إِسْرَافِيلُ خَلَقَهُ اللّٰهُ يَوْمَ خَلَقَهُ بَيْنَ يَدَيْهِ صَافًّا قَدَمَيْهِ لَا يَرْفَعُ طَرْفَهُ وَبَيْنَ الرَّبِّ وَبَيْنَهُ سَبْعُونَ نُورًا مَا مِنْهَا نُورٌ يَدْنُو مِنْهُ إِلَّا احْتَرَقَ وَبَيْنَ يَدَيْهِ اللَّوْحُ الْمَحْفُوظُ فَإِذَا أَذِنَ اللّٰهُ لَهُ فِي شَيْءٍ مِنَ السَّمَاءِ أَوْ مِنَ الْأَرْضِ ارْتَفَعَ ذٰلِكَ اللَّوْحُ فَضَرَبَ جَبِينَهُ فَيَنْظُرُ فِيهِ فَإِنْ كَانَ مِنْ عَمَلِي أَمَرَنِي بِهِ وَإِنْ كَانَ مِنْ عَمَلِ مِيكَائِيلَ أَمَرَهُ بِهِ وَإِنْ كَانَ مِنْ عَمَلِ مَلَكِ الْمَوْتِ أَمَرَهُ بِهِ قُلْتُ يَا جِبْرِيلُ عَلَى أَيِّ شَيْءٍ أَنْتَ قَالَ عَلَى الرِّيَاحِ وَالْجُنُودِ قُلْتُ عَلَى أَيِّ شَيْءٍ مِيكَائِيلُ قَالَ عَلَى النَّبَاتِ قُلْتُ عَلَى أَيِّ شَيْءٍ مَلَكُ الْمَوْتِ قَالَ عَلَى قَبْضِ الْأَنْفُسِ وَمَا ظَنَنْتُ أَنَّهُ هَبَطَ إِلَّا لِقِيَامِ السَّاعَةِ وَمَا ذَاكَ الَّذِي رَأَيْتَ مِنِّي إِلَّا خَوْفًا مِنْ قِيَامِ السَّاعَةِ (ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا ہے - کہ جس وقت زمین مین کسی جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جبرئیل علیہ السلام تھی - ناگاہ دیکھا کسی جانب سے آسمان شق ہوا - آسمان کے شق ہوتے ہی جبرئیل علیہ السلام سکڑنے لگے - اور سمٹ کر اپنے تئین چھپانے لگے - اور زمین سے لگ گئے - یکایک ایک فرشتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آکھڑا ہوا - اور یہ کہنے لگا - ای محمد تیرا پروردگار تجھے سلام کہتا ہی - اور نبی اور فرشتے ہونے - اور نبی اور بندے ہونے کا اختیار دیتا ہی یعنی اگر تو نبی اور فرشتہ ہونا چاہے - تو ہم تجھے نبی اور فرشتہ کردین - اگر تو نبی اور بندہ ہونا چاہی - تو ہم تجھے نبی اور بندہ کردین - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا - ... جبرئیل علیہ السلام نے ہاتھ سی اشارہ کیا - کہ تواضع اختیار کر لیجیے یعنی نبی اور بندہ ہونا اختیار کر لیجیے - مین اشارہ کرتے ہی پہچان گیا - کہ جبرئیل میرا خیر خواہ ہی - مین نے یہ کہا - کہ مین بندہ اور نبی بننا چاہتا ہون - میرے یہ کہتے ہی وہ فرشتہ آسمان کی طرف چڑھ گیا - مین نے جبرئیل سی کہا - ای جبرئیل مین تجھ سے اس کا حال پوچھنا چاہتا تھا - مگر مین نے تیری وہ حالت دیکھی جس کے سبب سے مین تجھ سے نہ پوچھ سکا - ای جبرئیل یہ کون ہی - جبرئیل نے کہا - یہ اسرافیل ہی - اسے جس وقت اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہی - اپنے سامنے ہی پیدا کیا ہے اُسی وقت سے اللہ کے سامنے اپنے دونون قدمون پر کھڑا ہوا ہی کسی طرف آنکھ اُٹھا کر نہین دیکھتا - پروردگار اور اُس کے درمیان ستر نور حائل ہین - اگر اُن مین سی کسی نور کے قریب جائے - تو فوراً جل جائے - اور لوح محفوظ اُس کے سامنے ہی - جب اللہ تعالیٰ اُسے آسمان یا زمین کی کسی چیز سے آگاہ کرنا چاہتا ہی - تو وہ لوح محفوظ اونچی ہوکر اُس کی پیشانی کے قریب آجاتی ہی

تو ملک الموت کو۔ مین نے کہا۔ اے جبریل تم کس کام پر ہو۔ کہا ہواؤن۔ اور لشکرون پر۔ مین نے کہا۔ میکائیل کس کام پر ہے۔ کہا۔ نبات اور روئیدگی پر۔ مین نے کہا۔ ملک الموت کس کام پر ہے۔ کہا۔ روحون کے قبض کرنے پر۔ مجھے اسرافیل کے اُترنے سے یہی گمان ہوا۔ کہ وہ قیامت کے قائم ہونے ہی کے لیے اُترے ہین۔ اے محمدؐ تو نے میری جو کچھ حالت دیکھی تھی۔ وہ قیامت کے قائم ہونے ہی کے خوف سے تھی۔ جاننا چاہیے کہ فرشتون کی صفت مین اللہ کے کلام اور اللہ کے رسول کے کلام کے بعد کسی کا کلام امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ کے کلام سے اعلیٰ اور افضل نہین ہے۔ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک خطبے مین ارشاد فرمایا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بلند آسمانون کے درمیان کو شق کیا۔ اور اُنہین قسم قسم کے فرشتون سے بھر دیا۔ اُن مین سے بعضے فرشتے سجدے ہی مین پڑے ہوے ہین۔ کبھی رکوع نہین کرتے۔ اور بعضے رکوع ہی کر رہے ہین۔ کبھی سیدھے کھڑے نہین ہوتے۔ اور بعضے اپنے دونون پانوون پر سیدھے کھڑے ہین۔ کبھی اپنی جگہ سے نہین ہٹتے۔ اور اپنے پانوون کو ادھر اُدھر جنبش نہین دیتے۔ اور بعضے تسبیح ہی کر رہے ہین کبھی تسبیح کرنے سے نہین تھکتے۔ اُنھین نہ کبھی نیند آتی ہے۔ نہ کبھی سہو ہوتا ہے نہ کبھی بدن مین سستی ہوتی ہے۔ نہ کبھی نسیان۔ بعضے اللہ کی وحی کے امین ہین۔ رسولون کے پاس وحی لاتے ہین۔ اور اللہ کے امر اور حکم کو جا بجا لیجاتے ہین بعضی بندون کے نگہبان اور محافظ ہین۔ اور بعضے جنتون کے دروازون کے دربان۔ اور بعضون کے پانون تو نیچے کی زمینون مین ہین۔ اور گردنین بلند آسمانون کے بھی اوپر نکلی ہوئی ہین۔ اور ہاتھ اطراف و جوانب سے نکلے ہوے ہین۔ اور اُن کے شانے عرش کے پایون کے مناسب ہین۔ اُن کی نگاہین اللہ کے سامنے نیچے کو ہین۔ وہ اپنے بازوون مین لپٹے ہوئے ہین۔ اور اُن کے اور اورون کے درمیان عزت کے حجاب اور قدرت کے پردے لٹکے ہوے ہین۔ وہ اپنے پروردگار کیلیئے صورت کا توہم نہین کرتے۔ اور مخلوقات کی صفتین اُس کے لیے ثابت نہین کرتے۔ اور اُس کے لیے مکان نہین کہتے۔ اور کسی کو اُس کا نظیر نہین بتاتے (پانچوان مسئلہ) علمار کا اس باب مین باہم اختلاف ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے قول وَاِذۡ قَالَ رَبُّكَ لِلۡمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىۡ جَاعِلٌ فِى الۡاَرۡضِ خَلِيۡفَةً ؕ (ای محمد اُس وقت کو یاد کر جس وقت تیرے پروردگار نے فرشتون سے یہ کہا۔ مین زمین مین خلیفہ کرنے والا ہون) مین اَلۡمَلٰٓئِكَةِ کے لفظ سے کل فرشتے مراد ہین۔ یا بعض۔ ضحاک نے ابن عباس سے روایت کی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ صرف اُنہی فرشتون سے کہا ہے۔ جنہون نے ابلیس کے ساتھ جنون سے محاربہ اور مقاتلہ کیا تھا۔ کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے زمین مین جنون کو بسایا۔ اور اُنھون نے زمین مین فساد اور خونریزی کی۔ اور اُن مین سے بعضون نے بعضون کو مار ڈالا۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرشتون کے ایک لشکر کے ساتھ ابلیس کو بھیجا۔ ابلیس نے اپنے لشکر کے ساتھ جنون سے یہان تک محاربہ اور مقاتلہ کیا۔ کہ اُنھین زمین مین سے نکال دیا۔ اور وہ سمندر کے ٹاپوون مین جا بسے۔ اللہ تعالیٰ نے اُنہی فرشتون سے یہ کہا اِنِّىۡ جَاعِلٌ فِى الۡاَرۡضِ خَلِيۡفَةً ؕ (مین زمین مین خلیفہ کرنے والا ہون) اس روایت سے یہ صاف ظاہر ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کل فرشتون سے نہین کہا تھا۔ بلکہ صرف اُنہی فرشتون سے کہا تھا۔ جو ابلیس کے ساتھ جنون سے لڑے۔ اور اکثر صحابہ اور تابعین کا قول یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ تمام فرشتون سے کہا تھا۔ کیونکہ اس آیت مین اَلۡمَلٰٓئِكَةِ کا لفظ عام ہے۔ اور عام لفظ سے بلا دلیل بعض فرشتون کا مراد لینا اصل کے خلاف ہے (چھٹا مسئلہ) جَاعِلٌ اُس جَعَلَ سے مشتق ہے جسکے لیے دو مفعول ہین۔ وہ مبتدا اور خبر مین داخل ہوا ہے۔ مبتدا و خبر اللہ تعالیٰ کا قول فِى الۡاَرۡضِ خَلِيۡفَةً ؕ ہے۔ فِى الۡاَرۡضِ اور خَلِيۡفَةً یہ دونون جَاعِلٌ کے مفعول ہین اس کے معنے یہ ہین۔ کہ زمین مین خلیفہ کرنے والا ہون (ساتوان مسئلہ) ظاہر یہی ہے۔ کہ اس آیت مین زمین سے تمام زمین مشرق سے مغرب تک مراد ہے۔ عبد الرحمٰن بن سابط نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔ کہ آپ نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔ کہ زمین مکے سے پھیلائی گئی ہے۔ اور فرشتے کعبے کا طواف کرتے تھے کعبے کا طواف سب سے پہلے فرشتون ہی نے کیا ہے۔ کعبہ اُس زمین مین ہے جسکی نسبت اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔ اِنِّىۡ جَاعِلٌ فِى الۡاَرۡضِ خَلِيۡفَةً ؕ (بیشک مین زمین مین خلیفہ کرنے والا ہون) پہلی توجیہ ظاہر ہے (آٹھوان مسئلہ) جو شخص کسی کے پیچھے آئے۔ اور اُس کا قائم مقام ہو جائے اُسے خلیفہ کہتے ہین۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ ثُمَّ جَعَلۡنٰكُمۡ خَلٰٓئِفَ فِى الۡاَرۡضِ (پھر ہم نے تمہین زمین کا خلیفہ کیا) اور نیز ارشاد فرمایا ہے۔ وَاذۡكُرُوۡۤا اِذۡ جَعَلَكُمۡ خُلَفَآءَ (اُس وقت کو یاد کرو جس وقت اللہ نے تمہین خلیفہ بنایا) لیکن یہ بات۔ کہ اس آیت مین خلیفہ سے

جو لوگ اس بات کے قائل ہین - کہ اس آیت مین خلیفہ سے آدم علیہ السلام مراد ہین - اُن کا باہم اس امر مین اختلاف ہی - کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو خلیفہ کیون کہا - اور اُنھون نے اسکی دو وجہین بیان کی ہین (پہلی وجہ) یہ ہی - کہ جب اللہ تعالیٰ نے زمین مین سے جنون کو نکالدیا - اور آدم کو بسایا - تو آدم علیہ السلام اُن جنون کے خلیفہ ہوئے - جو آدم علیہ السلام سے پہلے زمین مین رہتے تھے - کیونکہ خلیفہ اُسی شخص کو کہتے ہین - کہ جو کسی کے پیچھے آئے - اور اُس کا قائم مقام ہو جائے - اور آدم علیہ السلام جنون کے پیچھے آئے - اور اُن کے قائم مقام ہوئے - تو آدم علیہ السلام جنون کے خلیفہ ہوئے - ابن عباس سے بھی یہی روایت ہے (دوسری وجہ) یہ ہی کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو خلیفہ صرف اس سبب سے کہا - کہ آدم علیہ السلام بندون کے درمیان حکم کرنے مین اللہ کے خلیفہ ہین - یہ ابن مسعود اور ابن عباس اور سدی سے روایت ہی - اور یہ آیت بھی اسی رائے کی تائید اور تاکید کرتی ہی - اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَۃً فِی الْاَرْضِ فَاحْکُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ (بیشک ہم نے تجھے زمین مین خلیفہ کیا - تو حق کے ساتھ لوگون کے درمیان حکم کر) جو لوگ اس بات کے قائل ہین - کہ اس آیت مین خلیفہ سے آدم علیہ السلام کی اولاد مراد ہی - اُنھون نے یہ کہا ہی - کہ آدم علیہ السلام کی اولاد کو خلیفہ صرف اس سبب سے کہا ہی - کہ اُن مین سے بعضے بعضون کے خلیفہ ہین - یہ حسن کا قول ہی - اور یہ آیت اس قول کی تائید کرتی ہی - وَھُوَ الَّذِیْ جَعَلَکُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ (اللہ وہ ہی جس نے تمہین زمین کا خلیفہ کیا) اور خلیفہ کا لفظ واحد اور جمع اور مذکر اور مؤنث سب کے لیے آتا ہے - بعضے قاریون نے خلیفہ کی جگہ خلیقہ قاف کے ساتھ پڑھا ہے - اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے - کہ اللہ تعالیٰ نے جو فرشتون سے یہ کہا مین زمین مین خلیفہ کرنے والا ہون - اللہ تعالیٰ کے اس کہنے سے کیا فائدہ ہے - اللہ تعالیٰ کو کسی سے مشورہ کرنے کی تو حاجت ہی نہین ہی - اس اعتراض کے دو جواب ہین (پہلا جواب) یہ ہے - کہ اللہ تعالیٰ کو یہ معلوم تھا - کہ جب وہ اس راز سے آگاہ ہون گے - تو اس پر اعتراض کرین گے - اور اُنہین اُس اعتراض کا جواب معلوم ہو جائیگا - لہذا اللہ تعالےٰ نے اُنہین اس واقعے سے آگاہ کیا - تا کہ وہ اس پر اعتراض کرین - اور اُس کا یہ جواب سنین (دوسرا جواب) یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اگرچہ کسی سے مشورہ کرنے کی حاجت نہین ہے مگر فرشتون سے صرف اس سبب سے مشورہ کیا - کہ اپنے بندون کو مشورہ کرنے کی تعلیم کرے - اللہ تعالیٰ کے قول قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْھَا مین کئی مسئلے ہین (پہلا مسئلہ) دین کے اکثر علماء کا اس امر پر اتفاق ہے - کہ سب فرشتے سب گناہون سے محفوظ اور معصوم ہین - اور حشویہ فرقے کے بعضے عالم اس کے مخالف ہین - ہماری بہت سی دلیلین ہین (پہلی دلیل) یہ آیت ہی لَا یَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَآ اَمَرَھُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ (اللہ اُنہین جو حکم کرتا ہے - وہ اُس مین اللہ کی نافرمانی نہین کرتے - اور اُنہین جو جو حکم کیا جاتا ہے - وہی کرتے ہین) مگر یہ آیت دوزخ کے فرشتون کے ساتھ خاص ہے - اس آیت سے صرف دوزخ کے فرشتون کی عصمت ثابت ہوتی ہی - اگر ہم سب فرشتون کی عصمت ثابت کرنی چاہین تو ہمین اس آیت سے استدلال کرنا چاہیے یَخَافُوْنَ رَبَّھُمْ مِّنْ فَوْقِھِمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ (فرشتے اپنے پروردگار سے ڈرتے ہین جو اُن سے غالب ہی - اور اُنہین جو حکم کیا جاتا ہے - وہی کرتے ہین -) اللہ تعالیٰ کا قول وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ (یعنی اُنہین جو حکم کیا جاتا ہے وہی کرتے ہین) اُن سب چیزون کے کرنے کو شامل ہے جنکے کرنیکا حکم کیا ہی - اور اُن سب چیزون کے ترک کرنے کو جن کے کرنے سے منع کیا ہی شامل ہی - اُن سب چیزون کے کرنے کو شامل ہونا جن کے کرنیکا حکم کیا ہی - ظاہر ہے - اور اُن سب چیزون کے ترک کرنے کو شامل ہونے کی جن کے کرنے سے منع کیا ہے یہ دلیل ہی - کہ جس چیز کے کرنے سے منع کیا ہے اُس کے ترک کرنے کا حکم ہی - اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہر ایک چیز کے حکم کو شامل ہی تو ترک کرنے کے حکم کو بھی شامل ہی - اگر کوئی شخص یہ کہے - اللہ تعالیٰ کے قول وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ (اُنہین جو حکم کیا جاتا ہی وہی کرتے ہین) کے عام ہونیکی کیا دلیل ہے یعنی اس امر کی کیا دلیل ہی - کہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول اُن سب چیزون کے کرنے کو بھی شامل ہی جن کے کرنے کا حکم کیا ہے اور اُن سب چیزون کے ترک کرنے کو بھی شامل ہے جن کے کرنے سے منع کیا ہے - تو ہم اس کا یہ جواب دین گے کہ اللہ تعالیٰ کا اس قول کے عام ہونے کی

ان لوگون کے دلائل جو اس امر کے قائل ہین کہ فرشتون سے گناہ ہوتے ہین

[illegible] ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے [illegible]

چیز کو خارج کرتا ہی۔ کہ اگر استثنا نہ ہوتا۔ تو وہ داخل ہوتی۔ ہم نے اس کی تحقیق اصول فقہ مین بیان کی ہی۔ (دوسری دلیل) یہ آیت ہی۔ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ لَا يَسْبِقُونَهُ بِالْقَوْلِ وَهُم بِأَمْرِهِ يَعْمَلُونَ (بلکہ بزرگ بندے ہین۔ اللہ کے سامنے دم نہین مارتے۔ جو کچھ کرتے ہین اللہ ہی کے حکم سے کرتے ہین) اس آیت سے یہ صاف ظاہر ہی۔ کہ فرشتے سب گناہون سے پاک ہین۔ اور وہ ہر ایک کام کے کرنے مین امر اور وحی کے منتظر رہتے ہین۔ امر اور وحی کے بغیر کوئی کام نہین کرتے (تیسری دلیل) یہ ہی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتون کی یہ بات نقل کی ہے۔ کہ اُنھون نے انسان پر یہ طعن کیا۔ کہ وہ گناہ کریگا۔ اگر فرشتے گنہگار ہوتے تو انسان پر اُن کا یہ طعن کرنا زیبا نہ ہوتا۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ فرشتے گنہگار نہین ہین (چوتھی دلیل) یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتون کی یہ بات نقل کی ہی۔ کہ وہ رات دن تسبیح ہی کرتے رہتے ہین تسبیح کرنے مین کبھی سستی نہین کرتے۔ اور یہ ظاہر ہی۔ کہ ایسے شخصون سے گناہ صادر نہین ہو سکتا۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ فرشتون سے گناہ ہونا ناممکن ہی۔ اور مخالف یعنی جو شخص اس بات کا قائل ہی کہ فرشتون سے گناہ ہوتے ہین اپنے قول کے ثبوت پر کئی دلیلین لایا ہی۔ (پہلی دلیل) یہ ہی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے یہان فرشتون کا یہ قول نقل کیا ہے۔ أَتَجْعَلُ فِيهَا مَن يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ کیا زمین مین تو ایسے لوگون کو پیدا کرتا ہے۔ جو زمین مین فساد و خونریزی کرین گے۔ اور ہم ہی تیری حمد و ثنا اور تسبیح و تقدیس کرتے رہتے ہین) فرشتون کا یہ قول فرشتون سے گناہ کے صادر ہونے کو چاہتا ہی۔ اس کی کئی دلیلین ہین (پہلی دلیل) یہ ہی۔ کہ فرشتون نے جو یہ کہا۔ کیا زمین مین تو ایسے لوگون کو پیدا کرتا ہی۔ جو زمین مین فساد اور خونریزی کرین گے۔ یہ فرشتون نے اللہ پر اعتراض کیا۔ اور اللہ تعالیٰ پر اعتراض کرنا بہت بڑا گناہ ہی۔ تو فرشتون نے بہت بڑا گناہ کیا۔ اور (دوسری دلیل) یہ ہے۔ کہ فرشتون نے آدم علیہ السلام کی اولاد پر یہ طعن کیا۔ کہ وہ فساد اور خونریزی کرین گے۔ اور آدم علیہ السلام کی اولاد پر یہ طعن کرنا اُن کی غیبت کرنا ہے۔ اور غیبت کرنا کبیرہ گناہ ہی۔ تو فرشتون نے کبیرہ گناہ کیا (تیسری دلیل) یہ ہی۔ کہ فرشتون نے آدم علیہ السلام کی اولاد پر طعن کرنے کے بعد اپنی یہ مدح اور ستائش کی وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ (ہم ہی تیری حمد و ثنا اور تسبیح و تقدیس کرتے رہتے ہین) اور اُنھون نے اپنی مدح و ثنا مین یہ بھی کہا۔ وَإِنَّا لَنَحْنُ الصَّافُّونَ (بیشک ہم ہی اپنے دونون پانون پر سیدھے کھڑے رہتے ہین کبھی ادھر اُدھر کو جنبش نہین کرتے) وَإِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُونَ (بیشک ہم ہی تسبیح کرتے رہتے ہین) ان تینون قولون کی ترکیب حصر پر دلالت کرتی ہے گویا اُنھون نے یہ کہا۔ کہ ایسے ہم ہی ہین ہمارے سوا اور کوئی ایسا نہین ہے۔ اور یہ کہنا خود پسندی اور غیبت کے مشابہ ہے۔ اور خود پسندی مہلک گناہون مین سے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے ثَلَاثٌ مُهْلِكَاتٌ (تین خصلتین ہلاک کرنے والی ہین) اور اُن مین خود پسندی کو بھی ذکر کیا ہی۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ فَلَا تُزَكُّوا أَنفُسَكُمْ (تم اپنی تعریف نہ کرو) (چوتھی دلیل) یہ ہی۔ کہ فرشتون کا یہ کہنا لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا (تو نے ہمین جو کچھ بتا دیا ہے ہم اُس کے سوا اور کچھ نہین جانتے) بمنزلے عذر کے ہے۔ اور عذر کرنا گناہ کرنے کی دلیل ہے۔ اگر فرشتون نے گناہ نہ کیا ہوتا۔ تو عذر نہ کرتے۔ عذر کرنے سے یہ معلوم ہوا۔ کہ اُنھون نے گناہ کیا تھا (پانچوین دلیل) یہ ہی۔ کہ اللہ تعالیٰ کا قول أَنبِئُونِي بِأَسْمَاءِ هَٰؤُلَاءِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ (اگر تم سچے ہو تو ان چیزون کے نام بتا دو) اس بات پر دلالت کرتا ہے۔ کہ فرشتے جھوٹے تھے۔ اور جھوٹ گناہ ہے۔ تو فرشتے گنہگار تھے (چھٹی دلیل) یہ ہی۔ کہ اللہ تعالیٰ کا قول أَلَمْ أَقُل لَّكُمْ إِنِّي أَعْلَمُ غَيْبَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَأَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا كُنتُمْ تَكْتُمُونَ (کیا مین نے تم سے یہ نہین کہا تھا کہ آسمانون اور زمین مین جو چیزین چھپی ہوئی ہین مین اُنھین جانتا ہون۔ اور تم جو ظاہر کرتے ہو۔ اور جو چھپاتے ہو۔ مین اُسے جانتا ہون) اس بات پر دلالت کرتا ہے۔ کہ اس واقعے سے پہلے فرشتون کو یہ معلوم نہ تھا اور فرشتون کو اس امر مین شک تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ کل چیزون کو جانتا ہے۔ اور اس مین شک کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ تو فرشتے اس واقعے سے پہلے بہت بڑے گنہگار تھے۔ (ساتوین دلیل) یہ ہی۔ کہ فرشتون نے جو یہ جانا۔ کہ آدم علیہ السلام کی اولاد فساد اور خونریزی کریگی۔ تو اُن کا یہ علم یا وحی کے ذریعے سے تھا یا اپنی رائے سے پہلی صورت (یعنی اُنھین یہ علم وحی کے ذریعے سے تھا) بعید ہے۔ کیونکہ جب اللہ تعالیٰ ہی نے فرشتون کو یہ بات وحی کے ذریعے سے تعلیم کی تھی۔ تو پھر فرشتون کا یہ کہنا لاحاصل ہے

اور اُن کے اس کہنے سے کچھ فائدہ نہیں ہی۔ تو یہ بات ثابت ہوگئی۔ کہ اُنھوں نے یہ صرف اپنی رائے اور گمان سے کہا تھا۔ اور کسی شخص کی نسبت رائے اور گمان سے ایسے کلمات کہنے جائز نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہی وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ (جس چیز کا تجھے علم نہیں ہی۔ تو اُس کے پیچھے نہ پڑ) اور نیز ارشاد فرمایا ہی اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا (گمان علم او یقین سے کچھ بھی مستغنی اور بے پروا نہیں کرتا) (آٹھوین دلیل) ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا ہی۔ جو فرشتے ابلیس کے ساتھ جنون سے لڑے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن فرشتون سے یہ کہا۔ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِيْفَةً (مین زمین مین خلیفہ کرنے والا ہون) اُن فرشتون نے اللہ تعالےٰ کے اس ارشاد کا یہ جواب دیا۔ اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا (کیا زمین مین تو ایسے لوگون کو پیدا کرتا ہے۔ جو زمین مین فساد کرین گے) جب فرشتون کو یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اس جواب سے ہم پر غضبناک ہوا۔ تو اُنھون نے معذرت کے طریق سے یہ کہا سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا (اے پروردگار تو ہر ایک عیب اور نقصان سے پاک ہی ہمین جو تم نے بتا دیا ہے ہم اُس کے سوا اور کچھ نہین جانتے) حسن اور قتادہ سے یہ روایت ہی۔ کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کا پیدا کرنا شروع کیا۔ تو فرشتے چپکے چپکے باہم یہ کہنے لگے۔ ہمارا پروردگار جس چیز کا پیدا کرنا چاہے۔ پیدا کرے۔ مگر جو چیز پیدا کرے گا ہم اللہ کے نزدیک اُس سے بہت بڑے اور بہت بزرگ ہون گے۔ جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔ اور اُنہین تمام نام سکھلا دیے۔ اور فرشتون پر فضیلت دی تو اُس وقت اللہ تعالیٰ نے اُن فرشتون سے یہ کہا۔ اَنْۢبِئُوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ فِیْ اَنِّیْ لَا اَخْلُقُ خَلْقًا اِلَّا وَاَنْتُمْ اَفْضَلُ مِنْهُ (اگر تم اس بات مین سچے ہو۔ کہ مین جسکو پیدا کرون گا تم اُس سے افضل ہو۔ تو تم ان چیزون کے نام بتاؤ) فرشتے یہ سنتے ہی گھبرا کر توبہ کرنے لگے۔ اور یہ کہنے لگے سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا (تو ہر ایک عیب اور نقصان سے پاک ہی۔ ہمین تو نے جو بتا دیا ہی ہم اسکے سوا اور کچھ نہین جانتے) ایک روایت مین یہ ہی۔ کہ جب فرشتون نے یہ کہا۔ اَتَجْعَلُ فِيْهَا (کیا زمین مین تو ایسے لوگون کو پیدا کرتا ہی۔ جو فساد کرینگے) تو اللہ تعالیٰ نے اُن پر آگ بھیجدی۔ اُس آگ نے اُسی وقت اُنھین جلا دیا۔ مخالفون کی (دوسری دلیل۔ اور دوسرا شُبہ) جو لوگ اس بات کے قائل ہین۔ کہ فرشتے گناہ کرتے ہین۔ اُنھون نے ہاروت اور ماروت کے قصے سے استدلال کیا ہے۔ اور یہ کہا ہے۔ کہ ہاروت ماروت دو فرشتے تھے۔ جب اُن دونون فرشتون نے زمین والون کو گناہ کرتے دیکھا۔ تو اُنھون نے اسے بہت ہی برا اور بہت ہی بڑا جانا۔ اور وہ زمین کے رہنے والون کو بددعا کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن دونون فرشتون سے وحی کے ذریعے سے یہ ارشاد فرمایا۔ جن نفسانی خواہشون مین مین نے آدم کی اولاد کو مبتلا کیا ہے۔ اگر اُن خواہشون مین تم دونون کو بھی مبتلا کردون تو تم بھی ضرور بالضرور گناہ کروگے۔ اُن دونون فرشتون نے کہا۔ اے پروردگار اگر تو ہمین نفسانی خواہشون مین مبتلا کردے۔ تو ہم ہرگز گناہ نہ کرین گے۔ تو ہمارا امتحان اور آزمایش کر لے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن دونون کو زمین مین اُتارا۔ اور آدم کی اولاد کی خواہشون مین اُنھین مبتلا کیا۔ وہ دونون ایک عرصے تک زمین مین رہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُس تارے کو جس کا نام زہرہ ہی۔ اور اُس فرشتے کو جو اُس تارے پر مقرر ہی حکم کیا۔ وہ دونون زمین مین آئے۔ زہرہ کی شکل تو عورت کی سی کر دی۔ اور فرشتے کی مرد کی سی۔ پھر زہرہ نے ایک مکان لیا۔ اور اپنے تئین خوب آراستہ اور پیراستہ کیا۔ اور ہاروت ماروت دونون فرشتون کو اپنے پاس بلایا۔ اور زہرہ کے فرشتے نے زہرہ کے مکان مین اپنے تئین ایک بُت کی صورت مین قائم کیا۔ وہ دونون فرشتے زہرہ کے بلاتے ہی زہرہ کے مکان مین آئے۔ اور اُنھون نے زہرہ کو زنا کی رغبت دلائی۔ زہرہ نے یہ کہا جب تک کہ تم دونون شراب پیوگے۔ یہ امر ہرگز نہ ہوگا۔ اُن دونون فرشتون نے یہ کہا۔ ہم شراب ہرگز نہ پئین گے۔ پھر جب اُن دونون فرشتون پر شہوت غالب ہوگئی۔ تو اُنھون نے شراب پی لی۔ اور زہرہ کو زنا کے لیے بلایا۔ زہرہ نے یہ کہا۔ ایک بات اور باقی رہگئی ہے جب تک کہ تم دونون اُسے نہین کروگے۔ تمہارا مدعیٰ ہرگز حاصل نہ ہوگا۔ اُن دونون نے کہا۔ وہ کیا ہے۔ زہرہ نے کہا۔ تم دونون اس بُت کو سجدہ کرو۔ اُن دونون فرشتون نے یہ کہا ہم شرک ہرگز نہین کرینگے۔ پھر جب اُن دونون پر شہوت غالب ہوئی۔ تو اُنھون نے یہ کہا۔ اس وقت تو کر لو۔ پھر ہم استغفار کر لین گے۔ اور اُن دونون نے اُس بُت کو سجدہ کیا۔ زہرہ اور زہرہ کا فرشتہ دونون اُسی وقت آسمان مین اپنی جگہ چلے گئے۔ ہاروت۔ ماروت کو اس وقت یہ بات معلوم ہوئی کہ ہم پر جو یہ مصیبت آئی ہی۔ اس کا سبب صرف یہی ہی۔ کہ ہم نے آدم کی اولاد پر طعن کیا تھا۔ دوسری روایت مین یہ ہی۔ کہ زہرہ زمین کے رہنے والون مین سے ایک فاحشہ اور بدکار عورت تھی۔ اور ہاروت ماروت دونون فرشتون نے پہلے شراب پی اور ایک شخص کو قتل کیا۔ اور بت کو سجدہ کیا۔ اور جس اسم اعظم کے سبب سے کہ وہ دونون آسمان پر چڑھ جاتے تھے وہ اسم اعظم زہرہ کو

صورت مسخ کردی اور بدل دی - اور اُس کا یہ تارا بنا دیا جس کا نام زہرہ ہے پھر اللہ تعالیٰ نے ہاروت ماروت کو اُس کی برائی سے آگاہ کیا جو اُنھون نے کیا تھا - اور اُن دونون کو آخرت کے عذاب اور دنیا کے عذاب کا اختیار دیا یعنی ان دونون عذابون مین سے جونسا عذاب چاہو اختیار کرلو - ہاروت ماروت نے دنیا کا عذاب اختیار کرلیا اللہ تعالیٰ نے اُن دونون کو بابل کے کنوین مین قیامت کے دن تک قید کردیا - وہ دونون اس کنوین مین اُلٹے لٹکے ہوئے ہین - اور آدمیون کو جادو سکھلاتے ہین اور جادو کی رغبت دلاتے ہین - اور اُن دونون کو وہی شخص دیکھتا ہے - جو وہان صرف جادو سیکھنے کے ارادہ سے جاتا ہے - اور اُنھون نے اس پر اس آیت سے استدلال کیا ہے وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُوا الشَّيَاطِينُ عَلَىٰ مُلْكِ سُلَيْمَانَ (سلیمان کی سلطنت مین شیطان جو پڑھتے تھے اُنھون نے اُس کا اتباع اور پیروی کی) مخالفون کی (تیسری دلیل اور تیسرا شبہ) یہ ہے - کہ ابلیس بہت بڑے مقرب فرشتون مین سے تھا - پھر اُس نے اللہ کی نافرمانی کی - اور کافر ہوگیا - اور یہ امر اس بات پر دلالت کرتا ہے - کہ فرشتون سے گناہ صادر ہوتے ہین (چوتھی دلیل اور چوتھا شبہ) یہ آیت ہے - وَمَا جَعَلْنَا أَصْحَابَ النَّارِ إِلَّا مَلَائِكَةً - مخالفین اس آیت کے یہ معنی بیان کرتے ہین - کہ فرشتے ہی دوزخی ہین - اور یہ کہتے ہین - کہ یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ فرشتون کو عذاب ہوگا - کیونکہ اصحاب نار وہی ہین جنھین آگ سے عذاب ہوگا - جیسے اللہ تعالیٰ نے اس آیت مین ارشاد فرمایا ہے - أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ (یہی لوگ دوزخی ہین - یہ دوزخ مین ہمیشہ رہینگے)

**پہلے شبہے کا جواب** - مخالفون نے پہلے شبہے مین پہلی دلیل جو یہ بیان کی ہے - کہ فرشتون نے اللہ تعالیٰ پر اعتراض کیا - اور اللہ تعالیٰ پر اعتراض کرنا بہت بڑا گناہ ہے - تو اس کا یہ جواب ہے - کہ اس سوال سے فرشتون کی نہ یہ غرض تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کو ایسی چیز سے آگاہ کردین جس سے وہ غافل ہے - کیونکہ جس شخص کا اللہ کی نسبت یہ اعتقاد ہے - وہ کافر ہے - اور نہ اُس کام کا انکار کرنا مقصود تھا جو اللہ تعالیٰ نے کیا - بلکہ اس سوال سے فرشتون کی چند غرضین تھین (پہلی غرض) انسان کو جب کسی کی حکمت اور دانش کا یقین ہوتا ہے - اور پھر وہ اُسے ایسا کام کرتے دیکھتا ہے - جس کی حکمت اُس کی سمجھ مین نہین آتی - تو وہ اُس سے یہ کہتا ہے - آپ یہ کام کرتے ہین - گویا وہ اُسکی حکمت اور علم کے کمال سے تعجب کرتا ہے - اور یہ کہتا ہے - جو شخص فساد اور خونریزی کرے اُسے ان نعمتون کے دینے مین جو حکمت ہے - اُس حکمت کو کوئی عقل دریافت نہین کرسکتی - جب تو نے اُسے یہ نعمتین دین - اور مین یہ خوب جانتا ہون - کہ تو نے جو اُسے یہ نعمتین دی ہین اسمین کوئی دقیق اور باریک حکمت اور نکتہ ہے - جسے تیرے سوا اور کوئی نہین جانتا - تیری حکمت کس قدر بڑی ہے - اور تیرا علم کسقدر بزرگ ہے - حاصل یہ ہے - کہ اللہ تعالیٰ کا قول أَتَجْعَلُ فِيهَا مَن يُفْسِدُ فِيهَا اللہ تعالیٰ کے علم کے کمال اور جس چیز کی حکمت تمام عقلا پر مخفی ہے - اُس کی حکمت پر اللہ تعالیٰ کے احاطہ کرنے سے تعجب ہے (دوسری غرض) جواب دریافت کرنے کے لیئے اعتراض کرنا منع نہین ہے - گویا فرشتون نے یہ کہا - اے معبود تو حکیم ہے - تو کوئی کام نادانی کا نہین کرتا - اور ہم یہ جانتے ہین کہ نادان کو نادانی کرنے کی قدرت دینا نادانی ہے - جب تو نے ایسے لوگون کو پیدا کیا جو فساد اور خونریزی کرینگے - اور باوجودیکہ تو یہ جانتا تھا - کہ وہ ایسے ہین پھر بھی تو نے اُنھین پیدا کیا - اور فساد اور خونریزی کی قدرت دی اور تو نے اُنھین فساد اور خونریزی کرنے سے منع نہین کیا - تو اس سے نادانی کا وہم ہوتا ہے - اور تو حکیم مطلق ہے تجھ سے نادانی کا کیا تعلق اور کیا سروکار - تو ان دونون باتون مین کس طرح توفیق اور تطبیق ہوسکتی ہے گویا فرشتون نے جواب دریافت کرنے کیلیے یہ سوال کیا تھا - یہ جواب معتزلہ کا ہے - معتزلہ نے کہا ہے فرشتون کا یہ سوال اس امر پر دلالت کرتا ہے - کہ فرشتون کے نزدیک اللہ تعالیٰ سے امر قبیح صادر نہین ہوسکتا - اور فرشتے بھی اہل عدل ہی کے مذہب پر تھے - اور اُنھون نے یہ کہا ہے - دو امر اس جواب کی تائید کرتے ہین (پہلا امر) یہ ہے - کہ فرشتون نے فساد اور خونریزی مخلوق کی طرف منسوب کی - اللہ کی طرف منسوب نہین کی (دوسرا امر) یہ ہے - کہ فرشتون نے وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ کہا - اور اللہ کی ذات کو اجسام کی صفتون سے پاک کہنے کو تسبیح کہتے ہین - اور اللہ تعالیٰ کے افعال کو ذم اور نادانی کی صفت سے پاک کہنے کو تقدیس (تیسری غرض) اس عالم اسفل کی ترکیب مین اگرچہ برائیان ہین - مگر وہ اس عالم کی بھلائیون کو لازم ہین - وہ اس عالم کی بھلائیون سے جدا نہین ہوسکتین اور اس عالم اسفل مین بھلائیان بہت سی ہین اور برائیان تھوڑی سی - اور تھوڑی سی برائیون کے سبب سے بہت سی بھلائیون کو چھوڑ دینا بہت بڑی

سنیاہ (?) اور تفسیر کے فرق کا بیان

جانتا ہون کہ اس عالم سفل کی ترکیب کے سبب سے بھلائیان بہت سی ہونگی اور برائیان تھوڑی سی۔ اور جو چیز ایسی ہو۔ حکمت اُس کے پیدا کرنے کو چاہتی ہی۔ اُس کے
پیدا نہ کرنے کو نہین چاہتی۔ یہ حکما کا جواب ہے۔ (چوتھی غرض) چونکہ فرشتون کے نزدیک اللہ کی عظمت بہت ہی بڑی ہی۔ اس سبب سے فرشتون نے یہ سوال کیا۔ کیونکہ جس
بندی کو اپنے مولا سے اخلاص ہوتا ہی اور مولا کی محبت شدید اور کامل۔ تو اُسے یہ بہت ہی برا معلوم ہوتا ہے۔ کہ اُس کے مولا کا کوئی ایسا بندہ ہو۔ کہ وہ اُس کی نافرمانی
کرے (پانچوین غرض) فرشتون نے جو یہ کہا۔ اَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيهَا (کیا زمین مین تو ایسے لوگون کو پیدا کرتا ہے۔ جو زمین مین فساد کرینگے) تو فرشتون کا اس
کہنے سے یہ غرض تھی کہ اللہ تعالی ساری زمین یا اُس مین سے کچھ ہماری لیے کردے۔ اگر یہ بہتر ہو۔ گویا فرشتون نے یہ کہا۔ یا اِلٰهَنَا اجْعَلِ الْاَرْضَ لَنَا لَا لَهُمْ (اے معبود
زمین ہماری لیے کردی۔ اُن کیلئے نہ کر) جیسے موسی علیہ السلام نے یہ ارشاد فرمایا۔ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَاءُ مِنَّا (ہم مین سے جو نادانون نے کیا ہی۔ کیا اُس کے
سبب سے تو ہمین ہلاک کرتا ہی) اور موسی علیہ السلام کی اس سے غرض یہ تھی۔ لَا تُهْلِكْنَا (ہم مین جو نادانون نے کیا ہی اُس کے سبب سے تو ہمین ہلاک نہ کر) اللہ تعالی نے فرشتون کے
اس سوال کے جواب مین یہ ارشاد فرمایا۔ اِنِّيْ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ مِنْ صَلَاحِكُمْ وَصَلَاحِ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ اَجْعَلُهُمْ فِي الْاَرْضِ (جو تمہاری اور اُن لوگون کے حق مین بہتر ہے
جنہین مین پیدا کرون گا۔ اُسے مین ہی جانتا ہون تم نہین جانتے) اللہ تعالی نے اس جواب مین یہ ارشاد فرمادیا۔ کہ مین نے خاص تمہاری لیے آسمان پسند کیا ہے
اور خاص ان لوگون کے لیے زمین۔ مجھے یہ معلوم ہے۔ کہ یہ تمہارے اور اُن کے دین کے حق مین بہتر ہی۔ اللہ تعالی نے ہر ایک فریق کیلیے جس چیز کو پسند کیا ہی۔ ہر ایک
فریق کو اُسی چیز کے ساتھ خوش اور راضی ہوجانا چاہیے (چھٹی غرض) فرشتون کی اس سوال سے یہ غرض تھی۔ کہ اُنھین وہ حکمت معلوم ہوجائے۔ کہ جس حکمت کے
سبب سے اللہ تعالی نے آدم علیہ السلام کی اولاد کو باوجودیکہ اُن سے فساد اور خونریزی بھی ہوگی۔ پیدا کیا (ساتوین غرض) قفال نے کہا ہی۔ یہ بھی احتمال ہی۔ کہ جب
اللہ تعالی نے فرشتون کو یہ خبر دی کہ مین زمین مین خلیفہ کرون گا۔ تو فرشتون نے یہ کہا اَتَجْعَلُ فِيهَا یعنی سَتَجْعَلُ فِيهَا یعنی تو زمین مین عنقریب ایسے لوگون کو
پیدا کرے گا۔ جو زمین مین فساد کرینگے۔ فرشتون کا یہ قول بظاہر استفہام ہے۔ مگر اس سے مراد اخبار ہے جیسے جریر کا یہ شعر ہے ؎ اَلَسْتُمْ خَيْرَ مَنْ رَكِبَ الْمَطَايَا
وَاَنْدٰى الْعَالَمِيْنَ بُطُوْنَ رَاحٍ (جو لوگ اونٹنیون پر سوار ہوئی ہین۔ اور جن کی ہتیلیون نے تمام جہان پر جود و سخا کی ہے۔ کیا تم اُن سے افضل اور بہتر نہین ہو)
یہ شعر بھی بظاہر استفہام ہے۔ لیکن اس سے مراد خبر ہے۔ یعنی جو لوگ اونٹنیون پر سوار ہوئی ہین۔ اور جنہون نے تمام عالم پر جود و سخا کی ہی۔ تم اُن سب سے افضل اور بہتر
ہو۔ اگر اس شعر سے استفہام مراد ہو۔ اس مین کچھ حرج نہ ہوگی۔ اسی طرح اَتَجْعَلُ فِيهَا صورۃً استفہام ہے۔ اور معنی خبر۔ پھر فرشتون نے اس کے بعد یہ کہا۔ اِنَّكَ
تَفْعَلُ ذٰلِكَ وَنَحْنُ مَعَ هٰذَا نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ لِمَا اَنَّا نَعْلَمُ فِي الْجُمْلَةِ اَنَّكَ لَا تَفْعَلُ اِلَّا الصَّوَابَ وَالْحِكْمَةَ (یعنی تو اُن لوگون کو ضرور پیدا
کریگا۔ جو زمین مین فساد کرینگے۔ اور ہم باوجود اس کے تیری حمد و ثنا اور تسبیح و تقدیس کرتے ہین۔ کیونکہ ہمین بالاجمال یہ معلوم ہی۔ کہ تو جو کرتا ہے۔ وہ حق ہی۔ اور
اُس مین کچھ نہ کچھ حکمت ہے۔ جب فرشتون نے یہ کہا۔ تو اللہ تعالی نے یہ ارشاد فرمایا۔ اِنِّيْ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ گویا اللہ تعالی نے یہ ارشاد کیا۔ تم نے یہ خوب کیا۔
کیونکہ تم نے اسے میری حکمت مین محل اور خلل انداز نہ سمجھا۔ تمہین آدم علیہ السلام کی اولاد کا ظاہری حال (یعنی وہ فساد اور خونریزی کرین گے۔) معلوم ہے تمہین
اُن کے باطنی حال کی کچھ خبر نہین ہے۔ اور مجھے اُن کا ظاہری حال بھی معلوم ہے۔ اور باطنی بھی۔ مین یہ جانتا ہون۔ کہ اُن کے باطن مین مخفی راز اور بڑی بڑی
حکمتین ہین۔ جو اُن کے پیدا کرنے کو چاہتی ہین۔ پہلے شبہے مین دوسری دلیل جو یہ بیان کی ہی۔ کہ فرشتون نے آدم علیہ السلام کی اولاد کی برائیان بیان
کین۔ اور یہ غیبت ہے۔ تو اس کا یہ جواب ہی۔ کہ آدم علیہ السلام کی اولاد کی پیدایش مین اعتراض یہی ہے۔ کہ وہ فساد اور خونریزی کریگی۔ اور جو شخص کوئی
سوال اور اعتراض کرنا چاہے۔ اُسے اُس چیز کا بیان کرنا ضرور ہے۔ جس پر وہ سوال اور اعتراض ہوتا ہے۔ اور اُسے اُس چیز کو بیان کرنا نہین چاہیے
جسے اُس سوال اور اعتراض سے کچھ تعلق نہین ہے۔ لہذا فرشتون نے آدم علیہ السلام کی اولاد کی ان دو صفتون یعنی فساد اور خونریزی کو بیان کیا

کہ ان کا سوال اور اعتراض ایسی ہی دو مقصدون کے متعلق رکھتا ہے اور فرشتون نے ...

اپنی مدح اور ثنا کرنی مطلقاً منع نہیں ہے

انکے اعتراض اور سوال سے کچھ تعلق نہین ہے پہلے شبہے مین (تیسری دلیل) جو یہ بیان کی ہے۔ کہ فرشتون نے اپنی مدح وثنا کی۔ اور یہ خود پسندی کا موجب اور باعث ہے۔ تو اس کا جواب ہے کہ اپنی مدح وثنا کرنی مطلقاً منع نہین ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ۔ اپنے پروردگار کی نعمت کو تو بیان کر۔ اگر اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کو کوئی خوبی عطا کی ہو۔ تو اُسے اُس خوبی کو بیان کرنا چاہیے۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ فرشتون نے جو یہ کہا۔ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ (ہم تو تیری حمد وثنا اور تسبیح وتقدیس ہی کرتے ہین) فرشتون کی اس سے اپنی مدح اور ثنا کرنی مقصود نہین ہے۔ بلکہ اُن کی غرض اس امر کا بیان کرنا ہے کہ اے پروردگار ہم نے یہ سوال اس سبب سے نہین کیا ہے۔ کہ ہم اس سوال کے ساتھ تیری حکمت پر اعتراض اور قدح کرین۔ ہم تو تیری حمد وثنا اور تقدیس ہی کرتے ہین۔ اور تیری اُلوہیت اور حکمت کے معترف اور مقر ہین۔ اس قول سے فرشتون کو اس امر کا بیان کرنا مقصود ہے۔ کہ ہم نے یہ سوال حکمت اور اُلوہیت پر طعن کرنے کیلیے نہین کیا ہے بلکہ ہم نے یہ سوال صرف اس لیے کیا ہے۔ کہ ہمین اس کی حکمت مفصل اور مشرح معلوم ہو جاے۔ پہلے شبہے مین (چوتھی دلیل) جو یہ بیان کی ہے۔ کہ فرشتون کا قول لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا (یعنی ہمین جو تو نے بتا دیا ہے۔ ہم اُس کے سوا اور کچھ نہین جانتے) بمنزلے عذر کے ہے۔ اور عذر کرنا گناہ کرنے کی دلیل ہے۔ تو فرشتون سے ضرور بالضرور گناہ ہوا۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ ہم یہ بات تسلیم کرتے ہین کہ بہتر یہی تھا۔ کہ فرشتے یہ سوال نہ کرتے۔ جب اُنھون نے اس بہتر امر کو ترک کر دیا۔ تو اس بہتر امر کے ترک کرنے سے یہ عذر کیا۔ اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔ لَا يَسْبِقُونَهٗ بِالْقَوْلِ (اللہ تعالیٰ کی اجازت اور اذن کے بغیر فرشتے کوئی بات نہین کہتے) تو فرشتون نے جو یہ سوال کیا۔ تو ضرور بالضرور اللہ تعالیٰ کے اذن ہی سے کیا۔ اللہ تعالیٰ کے اذن اور اجازت کے بغیر نہین کیا۔ اور جب اُنھین اس سوال کرنے کا اذن تھا۔ تو پھر عذر کی کیا ضرورت ہے۔ تو ہم اس کا یہ جواب دین گے کہ عام مین کبھی تخصیص بھی ہو جاتی ہے یعنی اگرچہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ فرشتے اللہ کے اذن کے بغیر کوئی بات نہین کہتے۔ عام ہے۔ مگر اس عام مین تخصیص ہے یعنی فرشتے بعضی باتین بے اذن کے بھی کہتے ہین۔ اور یہ بھی اُنھین مین سے ہے لہذا عذر کی ضرورت ہوئی۔ پہلے شبہے مین (پانچوین دلیل) جو یہ بیان کی ہے۔ کہ فرشتون نے جو یہ جانا۔ کہ آدم علیہ السلام کی اولاد فساد اور خونریزی کریگی تو اُن کا یہ علم یا وحی کے ذریعے سے تھا۔ یا اپنی راے سے۔ تو اس کا یہ جواب ہے۔ کہ علما کا اس امر مین اختلاف ہے۔ بعضے علما کا یہ قول ہے کہ فرشتون نے یہ اپنی راے سے کہا تھا۔ اور اُنھون نے اس کی دو وجہین بیان کی ہین (پہلی وجہ) ابن عباس اور کلبی سے منقول ہے۔ کہ فرشتون نے آدم علیہ السلام کی اولاد کے حال کو اُن جنون کے حال پر قیاس کیا جو زمین مین آدم علیہ السلام سے پہلے رہتے تھے (دوسری وجہ) یہ ہے۔ کہ فرشتون کو یہ بات معلوم ہوئی۔ کہ آدم ان چار عنصرون سے مرکب ہے۔ تو اُس مین خواہش اور غضب ضرور ہوگا خواہش اور شہوت کے سبب سے فساد کرے گا۔ اور غضب کے سبب سے خونریزی۔ اور بعضے علما کا یہ قول ہے۔ کہ فرشتون نے یہ وحی کے ذریعے سے کہا تھا۔ یہ ابن مسعود اور بہت سے صحابیون سے منقول ہے۔ اور اُنھون نے اسکی کئی وجہین بیان کی ہین۔ (پہلی وجہ) یہ ہے۔ کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرشتون سے یہ ارشاد فرمایا۔ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً (مین زمین مین خلیفہ کرنے والا ہون) تو فرشتون نے کہا۔ اے پروردگار وہ خلیفہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ اسکی اولاد زمین مین فساد کریگی۔ اور اُن مین باہم حسد ہوگا۔ اور اُن مین سے بعضے بعضون کو قتل کرینگے۔ اُسوقت فرشتون نے یہ کہا۔ رَبَّنَا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ (اے پروردگار تو زمین مین ایسے لوگون کو پیدا کرتا ہے۔ جو زمین مین فساد اور خونریزی کرینگے (دوسری وجہ) یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتون کو اس بات سے آگاہ کر دیا تھا۔ کہ جب زمین مین بہت سی خلق ہو جائیگی تو وہ زمین مین فساد اور خونریزی کریگی (تیسری وجہ) ابن زید نے یہ کہا ہے۔ کہ جب اللہ تعالیٰ نے آگ پیدا کی تو فرشتے بہت ڈرے۔ اور اُنھون نے یہ کہا۔ اے پروردگار تو نے یہ آگ کن کیلیے پیدا کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ میری مخلوق مین سے جنھون نے میری نافرمانی کی ہے مین نے یہ آگ اُن کیلیے پیدا کی ہے۔ اور اُسوقت فرشتون کے سوا اسکی اور مخلوق نہ تھی۔ اور زمین مین کوئی نہ تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا۔ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً۔ مین زمین مین خلیفہ کرنیوالا ہون اُسوقت فرشتون کو یہ معلوم ہو گیا۔ کہ معصیت اور گناہ آدم علیہ السلام کی اولاد کریگی۔ (چوتھی وجہ) قیامت کے دن تک جو کچھ ہونیوالا ہے۔ جب قلم نے لوح محفوظ مین وہ سب لکھ دیا۔ تو

اور حاکم اور قاضی کی اُسی وقت حاجت ہوتی ہی۔ جسوقت نزاع ظلم ہو تو خلیفہ کے ہونیکی خبر دینا دلالت التزام کے طریق سے بعینہ فساد کے ہونے کی خبر دینا ہے۔ معقول نہین یہ کہا جا
کہ یہ کہنا سکہ فرشتون نے یہ خبر صرف اپنے گمان اور راے سے دی تھی۔ باطل ہے۔ کیونکہ یہ آدم علیہ السلام کی اولاد پر طعن کرنا ہی۔ اور کسی پر ایسی خبر کے ساتھ طعن کرنا جس مین جھوٹ کا
احتمال ہو عصمت اور طہارت کے خلاف ہی۔ پہلے شبہے کی (چھٹی دلیل) مین جو حدیثین بیان کی ہین۔ وہ اخبار احاد ہین۔ لہٰذا وہ اُن دلیلون کی معارض اور مقابل نہین
ہوسکتین جو ہم نے بیان کی ہین۔ دوسرے شبہے یعنی ہاروت ماروت کے قصے کا یہ جواب ہے۔ کہ یہ قصہ بالکل غلط اور باطل ہے۔ اس قصے کے غلط ہونے کی
کئی دلیلین ہین۔ (پہلی دلیل) یہ ہی۔ کہ اُنھون نے اس قصے مین یہ ذکر کیا ہی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ہاروت ماروت سے یہ کہا جس خواہش نفسانی مین مین نے
آدم کی اولاد کو مبتلا کیا ہے۔ اگر اُس مین تمہین بھی مبتلا کر دون۔ تو تم بھی ضرور بالضرور گناہ اور نافرمانی کروگے۔ ہاروت ماروت نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے جواب
مین یہ کہا۔ اے پروردگار اگر تو ہمین اُس خواہش نفسانی مین مبتلا کر دے جس مین آدم کی اولاد کو مبتلا کیا ہے۔ تو ہم ہرگز گناہ اور نافرمانی نہ کرینگے اور ہاروت ماروت
کا یہ کہنا اللہ تعالیٰ کی تکذیب اور تجہیل یعنی اللہ تعالیٰ کو جھوٹا اور جاہل اور نادان کہنا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کو جھوٹا اور جاہل اور نادان کہنا صریح کفر ہے۔ اور حشویہ نے بھی یہ بات
تسلیم کی ہی۔ کہ ہاروت ماروت زمین مین آنے سے پہلے معصوم اور بےگناہ تھے۔ اور ہاروت ماروت کے اس جواب سے یہ معلوم ہوتا ہی۔ کہ وہ دونون زمین مین آنے سے
پہلے ہی سے کافر اور گنہگار تھے۔ (دوسری دلیل) یہ ہی کہ اس قصے مین اُنھون نے یہ ذکر کیا ہی۔ کہ ہاروت ماروت کو دنیا کے عذاب اور آخرت کے عذاب کا اختیار دیا گیا
یعنی دنیا کے عذاب اور آخرت کے عذاب مین سے جونسا عذاب چاہو۔ اختیار کرلو۔ اور یہ غلط ہے۔ بلکہ بہتر یہ تھا کہ اُنھین توبہ اور عذاب کا اختیار دیا جاتا یعنی توبہ اور
عذاب مین سے جسے چاہو اختیار کرلو جس شخص نے تمام عمر شرک کیا۔ اور نبیون کو بےانتہا ایذا دی۔ اللہ تعالیٰ نے اُسے بھی توبہ اور عذاب ہی کا اختیار دیا۔ تو ہاروت
ماروت کو بھی توبہ اور عذاب ہی کا اختیار دینا چاہیے تھا (تیسری دلیل) یہ ہی۔ کہ اس قصے مین یہ بیان کیا ہے۔ کہ ہاروت ماروت کو عذاب ہو رہا ہے۔ اور وہ عذاب ہونے
ہی کی حالت مین لوگون کو جادو سکھلاتے ہین۔ اُنھین گناہ کرنے کے سبب سے عذاب ہو رہا ہی۔ اور وہ اُسی عذاب کی حالت مین لوگون کو جادو کے سیکھنے کی رغبت دلاتے ہین
یہ عقل مین کیونکر آسکتا ہے کہ وہ دونون عذاب ہونے ہی کی حالت مین لوگون کو جادو سکھلاتے ہین۔ (چوتھی دلیل) یہ ہے۔ یہ عقل مین کس طرح آسکتا ہے کہ جب بدکار
عورت بدکاری کرے۔ تو وہ آسمان پر چڑھ جاے۔ اور اللہ تعالیٰ اُس کا روشن تارا بنادے۔ اور اس قدر اُس کا مرتبہ بڑھا دے کہ خود اُس کی قسم کھاے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے
یہ ارشاد فرمایا ہے فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ (مین اُن تارون کی قسم کھاتا ہون جو واپس آتے ہین۔ اور جاتے ہین۔ اور سورج کی روشنی مین چھپ جاتے ہین)
یہ قصہ نہایت ہی لغو اور بیہودہ ہے۔ جس شخص کی عقل سلیم ہے وہ اس کے بیہودہ اور لغو ہونے کی شہادت دیتا ہے۔ جادو کے سکھانے کی بحث انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب
اسی آیت کی تفسیر مین اپنے مقام پر آتی ہی۔ (تیسرے شبہے) کا یہ جواب ہی کہ ہم عنقریب اس بات کی تحقیق بیان کرین گے کہ ابلیس فرشتون مین سے نہین ہی۔ اور (چوتھے شبہے) کا یہ
جواب ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا قول وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً (یعنی ہم نے اصحاب نار یعنی دوزخ والے فرشتے ہی کیے ہین) اس بات پر دلالت نہین کرتا۔ کہ فرشتون
کو دوزخ کا عذاب ہی۔ اور اللہ تعالیٰ کا قول اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (یہ لوگ اصحاب نار یعنی دوزخ والے ہین۔ یہ دوزخ مین ہمیشہ رہین گے) بھی
اس بات پر دلالت نہین کرتا۔ کہ اُن لوگون کو دوزخ کا عذاب ہی۔ بلکہ یہ امر اس آیت کے سوا اور دلیل سے معلوم ہوا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے قول وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ
النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً مین اَصْحٰبَ النَّارِ سے دوزخ کے نگہبان اور محافظ اور دوزخ کے مدبر مراد ہین۔ واللہ اعلم (دوسرا مسئلہ) جو لوگ اس بات کے قائل ہین
کہ فرشتے گناہ نہین کرتے۔ اُن کا باہم اس امر مین اختلاف ہے۔ کہ فرشتون سے گناہ ہو بھی سکتا ہے۔ یا نہین۔ فرشتون کو گناہ کرنے کی قدرت بھی ہے۔ یا نہین۔ اکثر
فلسفیون اور بہت سے جبریون کا یہ قول ہے۔ کہ فرشتے گناہ نہین کرسکتے۔ اور فرشتون مین گناہ کرنے کی قدرت نہین ہے۔ اور اکثر معتزلہ اور بہت سے فقہا کا یہ
قول ہی کہ فرشتے گناہ کرسکتے ہین۔ اور فرشتون مین گناہ کرنے کی قدرت ہی۔ اور اُنھون نے اپنے اس قول کو کئی دلیلون سے ثابت کیا ہے (پہلی دلیل) یہ ہی۔ کہ فرشتون نے

مناسب تھی۔ اُس کا چھوڑنا۔ اور دونوں صورتوں میں مدعا حاصل ہے (دوسری دلیل) اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔ وَمَنْ يَقُلْ مِنْهُمْ إِنِّي إِلَٰهٌ مِّن دُونِهِ فَذَٰلِكَ نَجْزِيهِ جَهَنَّمَ (جو فرشتہ یہ کہیگا۔ اللہ کے سوا میں بھی ایک معبود ہوں۔ تو اُس کے اس قول کا بدلا جہنم ہے) یہ آیت اس امر کی دلیل ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو اس بات کے کہنے سے منع کیا۔ اور دھمکایا۔ اور کسی شخص کو کسی چیز سے منع کرنا اور دھمکانا اس امر کی دلیل ہے۔ کہ وہ اُس چیز کو کر سکتا ہے۔ اور اُس کے کرنے پر قادر ہے۔ تو فرشتے اس بات کو کہہ سکتے ہیں۔ اور اس بات کے کہنے پر قادر ہیں۔ اور اس بات کا کہنا کفر اور گناہ ہے۔ تو فرشتے کفر و گناہ کر سکتے ہیں۔ اور کفر اور گناہ کے کرنے پر قادر ہیں۔ اور نیز ارشاد فرمایا ہے لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ (فرشتے اسکی عبادت سے تکبر نہیں کرتے) اور تکبر نہ کرنے کے ساتھ مدح و ثنا اُسی وقت ہو سکتی ہے۔ کہ فرشتے تکبر کر سکتے ہوں اور انہیں تکبر کرنیکی قدرت ہو (تیسری دلیل) اگر فرشتے نیکیاں نہ چھوڑ سکتے۔ اور انہیں نیکیوں کے چھوڑنے کی قدرت نہ ہوتی۔ تو نیکیوں کے کرنے سے اُن کی مدح اور ثنا نہ ہوتی۔ کیونکہ جو شخص جس چیز کے کرنے پر مجبور ہے اور اُسے چھوڑ نہیں سکتا۔ اور اُسے اُسکے چھوڑنے کی قدرت نہیں ہے۔ تو اُس چیز کے کرنے سے اُس کی مدح اور ثنا نہیں ہوتی۔ اور نیکیوں کے کرنے سے فرشتوں کی مدح اور ثنا ہوتی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ فرشتے نیکیوں کے کرنے پر مجبور نہیں ہیں۔ بلکہ وہ نیکیوں کو چھوڑ سکتے ہیں۔ اور انھیں نیکیوں کے چھوڑنیکی قدرت ہے۔ اسی تیسری دلیل کے ساتھ ایک معتزلی نے اس بات پر استدلال کیا۔ کہ فرشتے گناہ کر سکتے ہیں۔ اور انھیں گناہ کرنیکی قدرت ہے۔ میں نے اُس معتزلی سے یہ کہا۔ کہ تمہارے نزدیک ثواب اور عوض دینا اللہ تعالیٰ پر واجب ہے۔ اور اللہ تعالیٰ پر ثواب اور عوض کے واجب ہونے کے یہ معنی ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ اگر ثواب اور عوض نہ دے۔ تو ثواب اور عوض کے نہ دینے سے اللہ تعالیٰ کا جاہل ہونا لازم آئیگا۔ یا محتاج ہونا۔ اور اللہ تعالیٰ کا جاہل ہونا۔ اور محتاج ہونا۔ یہ دونوں محال اور ناممکن ہیں۔ اور جس چیز سے امر محال اور ناممکن لازم آئے وہ بھی محال اور ناممکن ہے۔ تو ثواب اور عوض کا نہ دینا محال اور ناممکن ہے۔ اور جب ثواب اور عوض کا نہ دینا محال اور ناممکن ہے۔ تو ثواب اور عوض کا دینا واجب ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کو ثواب اور عوض کا دینا واجب ہے۔ اور ثواب اور عوض نہ دینا محال اور ناممکن ہے باوجود ثواب اور عوض کے دینے پر اللہ تعالیٰ کی مدح اور ثنا کی جاتی ہے۔ تو ہماری اس تقریر سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ نیکیوں کے نہ چھوڑ سکنے۔ اور نیکیوں کے چھوڑنے پر قادر نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ نیکیوں کے کرنے سے مدح اور ثنا نہ ہو۔ معتزلی یہ تقریر سنکر بند ہوگیا۔ اور اسے کچھ جواب نہ دے سکا (تیرھواں مسئلہ) وَنَحْنُ کا واؤ حال کے لیے ہے جس طرح تیرے اس قول میں ہے۔ اَتُحْسِنُ اِلٰی فُلَانٍ وَاَنَا اَحَقُّ مِنْهُ بِالْاِحْسَانِ (کیا فلاں شخص پر تو احسان کرتا ہے اور تیرے احسان کا میں زیادہ مستحق ہوں) اللہ تعالیٰ کو بُرائی سے دور کرنا یعنی یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ بُرائی سے بعید اور دور ہے۔ اسے تسبیح اور تقدیس کہتے ہیں تسبیح سَبَحَ فِی الْمَاءِ (یعنی وہ پانی میں دور چلا گیا) سے ماخوذ ہے۔ اور تقدیس قَدَّسَ فِی الْاَرْضِ (یعنی وہ زمین میں دور چلا گیا) سے جاننا چاہیے۔ کہ کسی چیز کو بُرائی سے بعید اور دور کرنا یعنی کسی چیز کی نسبت یہ کہنا۔ کہ وہ بُرائی سے بعید اور دور ہے۔ اور اسمیں بُرائی نہیں ہے۔ اسی کہنے کا نام تسبیح ہے۔ اور کسی چیز کو بھلائی سے بعید اور دور کرنا۔ یعنی کسی چیز کی نسبت یہ کہنا کہ وہ بھلائی سے بعید اور دور ہے اور اسمیں بھلائی نہیں ہے اسی کو لعن اور لعنت کہتے ہیں جب تجھے یہ معلوم ہو چکا۔ تو اب ہم تسبیح کی تفصیل اور تشریح بیان کرتے ہیں تسبیح یعنی بُرائی سے بعید اور دور کرنا اور یہ کہنا کہ اُس میں بُرائی نہیں ہے۔ اس میں تین چیزیں داخل ہیں۔ ذات کا بُرائی سے بعید اور دور کرنا یعنی ذات میں بُرائی نہیں ہے۔ اور صفات کا بُرائی سے بعید اور دور کرنا یعنی صفات میں بُرائی نہیں ہے۔ اور افعال کا بُرائی سے بعید اور دور کرنا یعنی افعال میں بُرائی نہیں ہے۔ ذات کے بُرائی سے بعید اور دور ہونے۔ اور ذات میں بُرائی کے نہ ہونے کے یہ معنی ہیں۔ کہ اُس میں امکان نہیں ہے۔ اور وہ ممکن نہیں ہے کیونکہ بُرائی عدم اور عدم کے ممکن ہونے ہی کو کہتے ہیں۔ تو ذات کے بُرائی سے دور ہونے کے یہی معنی ہیں کہ وہ عدم اور عدم کے ممکن ہونے سے دور ہے۔ یعنی اُس میں نہ عدم ہے نہ عدم کا امکان۔ یعنی وہ نہ معدوم ہے۔ اور نہ معدوم ہو سکتی ہے۔ اور اُس میں امکان کے نہ ہونے سے یہ لازم آتا ہے کہ اُس میں کثرت نہ ہو۔ کیونکہ کثرت کو امکان یعنی ممکن ہونا لازم ہے یعنی یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ کسی چیز میں کثرت ہو۔ اور وہ ممکن نہ ہو۔ اور لازم کے نہ ہونے سے ملزوم کا نہ ہونا لازم آتا ہے۔ تو ذات میں امکان کے نہ ہونے سے کثرت کا نہ ہونا لازم آیا یعنی جب ذات ممکن نہیں ہے۔ تو وہ کثیر بھی نہیں ہے۔ اور ذات میں کثرت کے نہ ہونے سے یہ لازم آتا ہے کہ نہ وہ جسم ہے۔ نہ عرض ہے۔ نہ اُسکی کوئی ضد ہے۔ نہ اُس کا کوئی شریک اور اُسمیں وحدت مطلقہ اور وجوب ذاتی ہے۔ کیونکہ جسم اور عرض اور ضد اور شریک کو کثرت لازم ہے اور وحدت مطلقہ کثرت کی

نہ ہونیسے یہ لازم آیا۔ کہ وہ نہ جسم ہے۔ نہ عرض۔ اور اُسکے لیے نہ ضد ہے نہ شریک۔ اور ایک مقابل کے نہ ہونے سے دوسرے مقابل کا ہونا لازم آتا ہے۔ تو ذات مین کثرت کے نہ ہونے سے وحدت کا ہونا لازم آیا اور وحدت مطلقہ اور وجوب ذاتی مین ملازمت ہی۔ یعنی وحدت مطلقہ کو وجوب ذاتی اور وجوب ذاتی کو وحدت مطلقہ لازم ہے۔ تو ذات مین وحدت مطلقہ کے ہونے سے وجوب ذاتی کا ہونا لازم آیا۔ حاصل یہ ہی کہ ذات مین برائی نہ ہونیکے یہ معنی ہین۔ کہ وہ ممکن نہین ہی۔ اور ممکن نہ ہونے سے یہ لازم آتا ہے۔ کہ وہ واجب بالذات ہی۔ اور صفات کے برائی سے بعید اور دور ہونے اور صفات مین برائی کے نہ ہونیکے یہ معنی ہین۔ کہ اُس مین جہل اور نادانی نہین ہی۔ اور اُسے کل اشیا کا علم ہی۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے اور اُس کی صفتون مین کسی طرح کا تبدل اور تغیر نہین ہے۔ اور افعال کے برائی سے دور ہونے کے یہ معنی ہین کہ اُس کے افعال اور کام منفعتون کے حاصل کرنے اور مضرتون کے دفع کرنے کیلیے نہین ہوتے اور وہ کسی کام کے کرنے سے کامل نہین ہوتا۔ اور نہ کسی کام کے نہ کرنے سے ناقص۔ وہ تمام موجودات اور معدومات سے مستغنی اور بے پرواہ ہی۔ تمام موجودات کو معدوم اور تمام معدومات کو موجود کر سکتا ہی۔ وعظ و نصیحت والون نے یہ کہا ہے۔ کہ قرآن مین تسبیح کا لفظ کبھی بُرائی سے دور ہونے کے معنی مین آتا ہی۔ اور کبھی تعجب کے معنی مین لیکن تسبیح کا لفظ برائی سے دور ہونے کے معنی مین کئی طریق سے آیا ہی۔ (۱) میرا کوئی نظیر و شریک نہین ہی۔ سُبْحٰنَهٗ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (اُس کا کوئی نظیر و شریک نہین ہے۔ وہ ایک اور غالب معبود ہے (۲) مین آسمانون اور زمین کا تدبیر کرنے والا ہون سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (آسمانون اور زمین کے پروردگار اور تدبیر کرنے والے کو مددگار کی حاجت نہین (۳) مین تمام جہانون کا تدبیر کرنے والا ہون سُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (اللہ جو تمام جہانون کا پروردگار اور تدبیر کرنے والا ہی ہر ایک برائی اور عیب سے پاک اور مقدس ہی۔ (۴) ظالمون نے جو کچھ مجھے کہا ہے۔ مین اُس سے پاک اور مقدس ہون سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ (تیرے عزت والے پروردگار کو ظالمون نے جو کچھ کہا ہے۔ وہ اُس سے پاک اور مقدس ہے (۵) مین ہر ایک چیز سے مستغنی اور بے پروا ہون سُبْحٰنَهٗ هُوَ الْغَنِيُّ (اُسے کسی چیز کی حاجت نہین ہے۔ وہی ہر ایک چیز سے مستغنی اور بے پروا ہے (۶) مین ہی ایسا غالب ہون۔ جو ہر ایک چیز پر غالب ہے۔ فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ (جس کے ہاتھ مین ہر ایک چیز کی بادشاہت ہی۔ وہ عاجز اور مغلوب ہونے سے پاک اور مقدس ہی۔ (۷) مین ہی ہر ایک چیز کو جانتا ہون سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ۔ عٰلِمِ الْغَيْبِ (غیب کے جاننے والے اللہ کو جو کچھ وہ کہتے ہین وہ اُس سے پاک اور مقدس ہے (۸) مین بی بی اور بچے سے پاک اور مقدس ہون (سُبْحٰنَهٗ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ (وہ بی بی اور بچے سے پاک ہے اُس کے بچہ کس طرح ہو سکتا ہے (۹) وہ میری صفت جو کچھ بیان کرتے ہین مین اُس سے پاک اور مقدس ہون۔ وہ مجھے جو کچھ کہتے ہین۔ مین اُس سے پاک اور مقدس ہون سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ۔ عَمَّا يَقُوْلُوْنَ۔ عَمَّا يَصِفُوْنَ۔ (وہ جسے میرا شریک کرتے ہین۔ مین اُس سے پاک اور مقدس اور برتر ہون۔ وہ مجھے جو کچھ کہتے ہین مین اُس سے پاک اور مقدس ہون۔ وہ میری جو صفت بیان کرتے ہین مین اُس سے پاک اور مقدس ہون) تسبیح کا لفظ تعجب کے معنی مین بھی کئی طریق سے آیا ہے (۱) وہ مین ہی ہون جس نے قوی اور زور آور چوپایون کو ضعیف اور کمزور بشر کا مطیع اور فرمانبردار کر دیا ہے۔ سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا (وہ ذات قابل تعجب ہے جس نے اس سواری کو ہمارا مطیع اور فرمانبردار کر دیا (۲) وہ مین ہی ہون جس نے سارا جہان پیدا کیا۔ اور اُسے سارے جہان کے پیدا کرنے سے کچھ مشقت نہ ہوئی۔ سُبْحٰنَهٗ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا (وہ تعب اور مشقت سے پاک اور مقدس ہی۔ وہ جسوقت جو امر چاہتا ہے اُسے یہ کہتا ہے۔ کہ ہو جا۔ وہ اُسی وقت ہو جاتا ہے۔ (۳) وہ مین ہی ہون جو سکھلانے والون کے سکھلانے کے بغیر جانتا ہے۔ وہ مین ہی ہون۔ جسے ہدایت کرنے والون کی ہدایت کے بغیر علم ہے سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا (تو تعلیم اور ہدایت اور سکھانے سے پاک اور مقدس ہے ہمین تو جو تو نے تعلیم کیا ہے۔ اور بتا دیا ہے۔ اُس کے سوا ہم اور کچھ نہین جانتے (۴) وہ مین ہی ہون۔ جو گھڑی بھر کی توبہ کر نیسے ستر برس کے گناہ دور کر دیتا ہے۔ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ (سورج کے نکلنے سے پہلے اپنے پروردگار کی تسبیح اور حمد و ثنا کر) پھر یہ ارشاد فرماتا ہے۔ اگر تو اسکی خوشنودی چاہتا ہے۔ تو تسبیح کر۔ وَسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا (صبح اور شام اُسکی تسبیح کرو) اگر تو مصیبت سے کشائش چاہتا ہے۔ تو تسبیح کر۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ (تیرے سوا اور کوئی حق معبود نہین ہے۔ تو مثل اور شریک سے پاک اور مقدس ہے۔ بیشک مین ظالمون مین سے ہون) اگر تو اللہ کی رضا چاہتا ہے۔ تو تسبیح کر۔ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَطْرَافَ

النهار لعلك ترضى (کچھ رات کو اور کسیقدر دن کو تسبیح کر شاید تو راضی ہوجائے) اگر تو آگ سے بچنا چاہتا ہے تو تسبیح کر۔ سبحانك فقنا عذاب النار (تو برائی اور عیب و نقصان سے پاک ہے ہمیں آگ کے عذاب سے بچا) ای بندی تو میری تسبیح ہمیشہ کر فسبحان الله (اللہ برائی اور عیب و نقصان سے پاک ہے) فسبحوہ (ای بندی تو اسکی تسبیح کر) وسبحوہ (ای بندو تم اسکی تسبیح کرو) اگر تو میری تسبیح نہ کریگا۔ تو تیرا ہی نقصان اور ضرر ہے۔ کیونکہ میری تسبیح کرنے والے بہت سے ہین عرش کے اٹھانے والے فرشتے بھی میری تسبیح کر رہے ہین فان استکبروا فالذين عند ربك يسبحون (اگر کافرون نے تکبر کیا تو جو فرشتے تیرے پروردگار کے پاس ہین۔ وہ اُس کی تسبیح کر رہے ہین) اس آیت مین فرشتون سے عرش کے اُٹھانے والے فرشتے مراد ہین مقرب فرشتے بھی میری تسبیح کر رہے ہین قالوا سبحانك انت ولينا (مقرب فرشتون نے کہا۔ تو برائی اور عیب و نقصان سے پاک ہے۔ تو ہمارا مددگار ہے) باقی اور سب فرشتے بھی میری تسبیح کر رہے ہین قالوا سبحانك ما كان ينبغي لنا (باقی سب فرشتون نے کہا۔ تو برائی اور عیب و نقصان سے پاک ہے ہمین یہ زیبا نہ تھا۔ کہ ہم تیرے سوا کسی اور کو دوست بنائین) نبیون نے بھی میری تسبیح کی ہے۔ ذوالنون نے کہا ہے لا اله الا انت سبحانك (تیرے سوا اور کوئی حق معبود نہین ہے۔ تو برائی اور عیب و نقصان سے پاک ہے) موسیٰ نے کہا ہے۔ سبحانك اني تبت اليك (تو برائی اور عیب و نقصان سے پاک ہے۔ بیشک مین تیری ہی طرف رجوع ہوا۔ اور صحابہ کی یہ تسبیح ہے۔ سبحانك فقنا عذاب النار (تو برائی اور عیب اور نقصان سے پاک ہے ہمین آگ کے عذاب سے بچا۔) اور تمام چیزین تسبیح کر رہی ہین۔ اُنہی مین سے حشرات الارض اور چوپائے اور ذرے ہین وان من شيء الا يسبح بحمده (ہر ایک چیز اللہ کی حمد و ثنا کے ساتھ تسبیح کر رہی ہے) اور اسی طرح پتھر اور ڈھیلے اور ریت اور پہاڑ اور رات اور دن اور اندھیرے اور روشنیان اور جنت اور دوزخ اور زمانہ اور مکان اور عناصر اور ارکان اور ارواح اور اجسام سب کے سب اللہ تعالیٰ کی تسبیح کر رہے ہین۔ جیسا خود ارشاد فرمایا ہے۔ سبح لله ما في السموات (آسمانون مین جو چیزین ہین اُن سب نے اسکی تسبیح کی) پھر اللہ تعالیٰ یہ ارشاد فرماتا ہے۔ ای بندی مجھے ان چیزون کی تسبیح کی کچھ پرواہ نہین ہے مین ان چیزون کی تسبیح سے مستغنی اور بے پرواہ ہون۔ اور یہ چیزین زندہ نہین ہین۔ لہذا ان چیزون کو بھی اس تسبیح کے ثواب کی کچھ حاجت اور ضرورت نہین ہے۔ لہذا ان تسبیحون کا ثواب لغو اور ضائع ہوا۔ اور یہ میری شان کے قابل اور لائق نہین ہے۔ میری شان اس سے بمراحل بعید ہے۔ وما خلقنا السماء والارض وما بينهما باطلا (ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو آسمان اور زمین کے درمیان ہے۔ اُسے لغو اور بیہودہ پیدا نہین کیا) تو ان چیزون کی تسبیح بھی لغو و بیہودہ نہین پیدا ہوئی ہے۔ اے بندے ان چیزون کی تسبیح کا ثواب مین تجھے دون گا۔ تاکہ ہر ایک شخص کو یہ بات معلوم ہوجائے۔ کہ جو شخص میری خدمت کرتا ہے مین سارے عالم کو اُس کا خادم بنا دیتا ہون (دوسرا نکتہ) ای بندی تو عبودیت کے ساتھ میرا ذکر کر۔ تاکہ اُس سے تجھے نفع ہو۔ نہ مجھے۔ سبحان ربك رب العزة (تیرا عزت والا پروردگار برائی اور عیب و نقصان سے پاک ہے) تیرا پروردگار اس بات سے پاک ہے۔ کہ اُسے کسی چیز سے فائدہ ہو ای بندی جب تو میری تسبیح کریگا۔ تو مین تجھے گناہون سے پاک کر دون گا۔ وسبحوه بكرة واصيلا (اسکی صبح اور شام تسبیح کرو) ای بندی مجھے قرض دے۔ اگرچہ مجھے تیرے قرض کی کچھ حاجت اور ضرورت نہین ہے۔ واقرضوا الله قرضا حسنا (اللہ کو اچھا قرض دو) تاکہ مین ایک کے بدلے تجھے دس دون۔ من ذا الذي يقرض الله قرضا حسنا فيضاعفه له (وہ کون شخص ہے۔ جو اللہ کو اچھا قرض دے۔ کہ اللہ اُس کے لیے اُسے بڑھا دے) ای بندی تو میری مدد اور اعانت کر۔ اگرچہ مجھے تیری مدد کی کچھ پرواہ نہین ہے۔ ولله جنود السموات والارض (آسمانون اور زمین کے لشکر سب اللہ ہی کی ملک ہین) مجھے لشکر کی بھی کچھ حاجت اور ضرورت نہین ہے۔ ولو يشاء الله لانتصر منهم (اگر اللہ چاہتا تو اُن سے بدلا اور انتقام لے لیتا) لیکن جب تو میری مدد کرے گا تو مین تیری مدد کرون گا۔ ان تنصروا الله ينصركم (اگر تم اسکی مدد کروگے۔ تو اللہ تمہاری مدد کریگا) اے بندی میرا ذکر ہمیشہ کر واذكروا الله في ايام معدودات (چند روز اللہ کا ذکر کرو) اگرچہ مجھے تیرے ذکر کی کچھ حاجت نہین ہے کیونکہ سب ہی میرا ذکر کرتے ہین ولئن سالتهم من خلق السموات والارض ليقولن الله (اگر تو اُن سے یہ دریافت کرے۔ کہ آسمان اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے۔ تو وہ بھی یہی کہین گے۔ کہ اللہ نے) لیکن ای بندی جب تو میرا ذکر کریگا۔ تو مین بھی تیرا ذکر کرون گا) اذكروني اذكركم (تم میرا ذکر کرو۔ تو مین تمہارا ذکر کرون گا) ای بندی تو میری خدمت اور عبادت کر۔ يا ايها الناس اعبدوا ربكم (ای بندو اپنے پروردگار کی عبادت کرو) اگرچہ مجھے تیری خدمت کی کچھ حاجت نہین ہے۔ کیونکہ بادشاہ مین ہی ہون ولله ملك السموات والارض (آسمانون اور زمین کی بادشاہت اللہ ہی کیلیے ہے) ولله يسجد من في السموات والارض (آسمانون اور زمین مین جو ہین وہ سب اللہ ہی کو سجدہ کر رہے ہین) لیکن ای بندی یہ تھوڑے دن تو میری خدمت مین صرف کر۔ تاکہ تجھے بہت سی حسنین ملین قل الله۔ ثم ذرهم (اللہ ہی اللہ کہ اور سب کو چھوڑ دے) دوسرا مسئلہ۔ تفسیر کشاف کے مصنف نے کہا ہے سبحان کے قائم مقام ہے۔ اور اسکی اصل یہ ہے۔ نسبحك تسبيحا ونحمدك (ہم تیری حمد

تسبیح استحقاق کے بغیر نہین ہے - بلکہ تو اپنی حمد اور اپنے جلال اور بزرگی کے سبب سے اس تسبیح کا مستحق ہی - (دوسرے معنی) یہ ہین - کہ ہم تیری حمد کے سبب سے تیری تسبیح کرتے ہین - اگر تو ہمین توفیق نہ دیتا تو ہم تیری تسبیح نہ کرسکتے - جیسا داود علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے - ای پروردگار مین تیرا شکر کس طرح ادا کرسکتا ہون - او مین تیری نعمت کا شکر تیری نعمت کے بغیر ہرگز ادا نہین کرسکتا - اللہ تعالی نے داود علیہ السلام کے پاس یہ وحی بھیجی - ای داود تو نے اب سوقت ہمارا شکر ادا کیا - کیونکہ تجھے یہ بات معلوم ہوگئی - کہ یہ سب چیزین ہماری ہی جانب سے ہین - علما کا اس امر مین اختلاف ہی - کہ اس تسبیح سے کیا مراد ہی - صحیح مسلم مین یہ روایت ہی - کہ صبح کیوقت ابوذرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے یا - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوذرؓ کے پاس تشریف لائے - ابوذرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہا - اللہ تعالی کو کونسا کلام سب سے زیادہ پسند ہی - آپ نے ارشاد فرمایا جو کلام اللہ تعالی نے اپنے فرشتون کے لیے پسند کیا ہے یعنی سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ اور سعید بن جُبَیر نے یہ روایت بیان کی ہی - کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے - اور ایک مسلمان ایک منافق کے پاس سے گزرا - اور اُس نے اُس منافق سے یہ کہا - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو نماز پڑھ رہے ہین - اور تو بیٹھا ہوا ہی - نماز نہین پڑھتا - اُس منافق نے اُس سے یہ کہا - اگر تجھے کچھ کام ہی - تو جا تو اپنا کام کر - اُس مسلمان نے یہ کہا - میرا یہی گمان ہی - کہ عنقریب تیرے پاس سے کوئی ایسا شخص گذریگا - جو تیری اس بات کو بُرا جانے گا - اور عمر بن خطابؓ اُس کے پاس سے گذرے - اور اُس سے یہ کہا - ای شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو نماز پڑھ رہے ہین - اور تو بیٹھا ہوا ہی - اُس نے عمر بن خطابؓ کو بھی وہی جواب دیا - جو پہلے شخص کو دیا تھا - عمر بن خطاب اُس کو اوپر کو لپکے اور اُسے مارا - اور یہ کہا میرا یہ کام ہی - پھر مسجد مین آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوگئے - تو عمر بن خطابؓ آپ کے پاس جاکر کھڑے ہوئے - اور یہ کہا - ای رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین ابھی فلان شخص کے پاس سے گزرا - اور آپ نماز پڑھ رہے تھے اور وہ بیٹھا ہوا تھا مین نے اُس سے یہ کہا - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو نماز پڑھ رہے ہین - اور تو بیٹھا ہوا ہی اُس نے کہا جا تو اپنا کام کر - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا - تو نے اُسے کیون نہین قتل کر دیا - عمر اُسی وقت دوڑے تاکہ اُسے جا پکڑین اور قتل کردین - نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرؓ سے کہا - ای عمر واپس آ - تیرا غضب عزت ہی - اور تیری رضا او خوشنودی حکمت - آسمانون مین اللہ کے بہت سے فرشتے ہین جن کی صلوۃ کے سبب سے اُسے اس کی نماز کی کچھ پروا نہین ہی - عمرؓ نے کہا - ای رسول اللہ فرشتون کی صلوۃ کیا ہی - آپ نے کچھ جواب نہین دیا - اُسی وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جبریل آئے اور اُنھون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہا - ای نبی اللہ عمر نے تجھ سے فرشتون کی صلوۃ دریافت کی ہی - آپ نے فرمایا - ہان جبریل نے کہا عمر کو میرا اسلام کہیے - اور اُسے یہ خبر دیجیے - کہ پہلے آسمان کے فرشتے قیامت تک سجدے مین پڑے ہوے سُبْحَانَ ذِی الْمُلْکِ وَالْمَلَکُوْتِ کہتے رہین گے - اور دوسرے آسمان کے فرشتے قیامت تک کھڑے ہوے یہ کہتے رہین گے سُبْحَانَ ذِی الْعِزَّۃِ وَالْجَبَرُوْتِ اور تیسرے آسمان کے فرشتے قیامت تک رکوع مین یہ کہتے رہین گے - سُبْحَانَ الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ فرشتون کی تسبیح یہی ہی (دوسرا قول) یہ ہی - کہ نُسَبِّحُ لَکَ سے نُصَلِّی لَکَ مراد ہی - اور تسبیح سے نماز مراد ہے - اور یہ ابن عباس اور ابن مسعود کا قول ہی (پانچوان مسئلہ) تقدیس پاک کرنے کو کہتے ہین - اور اَلْاَرْضُ الْمُقَدَّسَۃُ بھی اسی سے ماخوذ ہی - یعنی پاک کی ہوئی زمین) اس آیت مین تقدیس کے کیا معنے ہین - اسمین علما کا اختلاف ہی - انھون نے کئی معنی بیان کیے ہین (پہلے معنے) نُقَدِّسُ لَکَ سے مراد نُطَھِّرُکَ ہے یعنی ہم یہ کہتے ہین - کہ تو پستی اور ذلت سے پاک ہی - اور جو بلندی اور عزت تیرے لائق ہی - تو اُس کے ساتھ موصوف ہے (دوسرے معنے) مجاہد نے کہا ہی - نُقَدِّسُ لَکَ کے یہ معنی ہین نُطَھِّرُ اَنْفُسَنَا مِنْ ذُنُوْبِنَا وَخَطَایَانَا ابْتِغَاءً لِمَرْضَاتِکَ (یعنی ہم تیری رضا جوئی کے لیے گناہون اور خطاؤن سے اپنے نفسون کو پاک کرتے ہین - (تیسرے معنے) ابومسلم نے کہا ہے نُقَدِّسُ لَکَ کے یہ معنی ہین نُطَھِّرُ اَفْعَالَنَا مِنْ ذُنُوْبِنَا حَتّٰی تَکُوْنَ خَالِصَۃً لَکَ (ہم گناہون سے اپنے فعلون کو یہان تک پاک کرتے ہین کہ وہ خاص تیرے ہی لیے ہوجاتے ہین - (چوتھے معنے) نُقَدِّسُ لَکَ سے یہ مراد ہے - نُطَھِّرُ قُلُوْبَنَا عَنِ الْاِلْتِفَاتِ اِلٰی غَیْرِکَ حَتّٰی تَصِیْرَ مُسْتَغْرِقَۃً فِیْ اَنْوَارِ مَعْرِفَتِکَ (تیرے غیر کی طرف التفات کرنے سے ہم اپنے دلون کو یہان تک پاک کرتے ہین - کہ وہ تیری معرفت کے انوار مین ڈوبے رہتے ہین) معتزلہ نے یہ کہا ہی - کہ کئی طریق سے یہ آیت عدل پر دلالت کرتی ہی یعنی کئی طریق سے اس آیت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے - کہ بندون کے فعل کا خالق اللہ تعالی نہین ہی - بلکہ وہ خود ہی اپنے فعل کے خالق ہین (پہلا طریق) فرشتون کا یہ قول ہی - وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِکَ وَنُقَدِّسُ لَکَ (ہم تیری حمد و ثنا او تسبیح اور پاکی بیان کرتے ہین) فرشتون نے اِن فعلون کی نسبت اپنی طرف کی - اگر ان

فعلون کے ساتھ اپنی مدح اور ستایش کرنی زیبا نہ ہوتی۔ اگر ان فعلون کا خالق اللہ تعالیٰ ہوتا۔ فرشتے نہ ہوتے۔ تو ان فعلون کو خونریزی اور فساد پر کچھ فضیلت ہوتی کیونکہ اس تقدیر پر یہ فعل اور خونریزی اور فساد یہ سب کے سب اللہ تعالیٰ کے فعل ہین۔ اور جب یہ سب کے سب اللہ تعالیٰ کے فعل ہین۔ تو ان مین سے ایک کو دوسرے پر فضیلت نہین ہی سب کے سب یکسان ہین (دوسرا طریق) اگر فساد اور قتل کا خالق اللہ تعالیٰ ہوتا۔ تو اللہ تعالیٰ کو فرشتون کے سوال کا یہ جواب دینا چاہیے تھا۔ اِنِّي مَالِكٌ اَفْعَلُ مَا اَشَآءُ (مین مالک ہون جو چاہتا ہون کرتا ہون) (تیسرا طریق) یہ ہی کہ اللہ تعالیٰ کا قول اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (یعنی جو تم نہین جانتے ہو مین اُسے جانتا ہون) اس بات کو چاہتا ہی۔ کہ اللہ تعالیٰ فساد اور قتل سے بیزار ہے۔ اور اس تقدیر پر فساد اور قتل اللہ تعالیٰ کا فعل ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا اپنے فعل سے بیزار ہونا محال اور ناممکن ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے اس قول سے یہ معلوم ہوا۔ کہ فساد اور قتل اللہ تعالیٰ کا فعل نہین ہے۔ بلکہ آدم علیہ السلام کی اولاد کا فعل ہے (چوتھا طریق) جب ہر ایک بُرائی اور ہر ایک جور اور ہر ایک ظلم اور ہر ایک فساد کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی کی مشیت سے ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی تنزیہ اور تقدیس کس طرح ہو سکتی ہی۔ اور یہ کیونکر کہہ سکتے ہین۔ کہ اللہ تعالیٰ بُرائی سے پاک اور دور ہے (پانچوان طریق) یہ ہی۔ کہ اللہ تعالیٰ کا قول اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (یعنی جو تم نہین جانتے ہو مین اُسے جانتا ہون) عدل کے مذہب (یعنی بندون کے فعلون کا خالق اللہ تعالیٰ نہین ہی۔ بلکہ وہ خود ہی اپنے فعلون کے خالق ہین) پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ کفر کا خالق اور پیدا کنندہ اگر اللہ تعالیٰ ہو۔ تو اللہ تعالیٰ نے جو اُنہین پیدا کیا ہے۔ تو کفر ہی کے لیئے پیدا کیا ہی۔ اور اس صورت مین اللہ تعالیٰ کو فرشتون کے سوال کا یہ جواب دینا چاہیے تھا۔ ہان ہم نے آدم کی اولاد کو اسی لیے پیدا کیا ہے۔ کہ وہ فساد اور قتل کرے جب اللہ تعالیٰ نے اس جواب کو پسند نہ کیا۔ اور فرشتون کو یہ جواب نہ دیا۔ تو یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ بندون کے فعل کا خالق نہین ہے۔ اور اہل سنت کا یہ مذہب کہ اللہ تعالیٰ بندون کے فعل کا خالق ہے۔ باطل ہے (چھٹا طریق) اگر فساد اور قتل اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا۔ تو فساد اور قتل۔ لوگون کے رنگون اور جسمون کی مانند ہوتے۔ اور جس طرح لوگون کے رنگون اور جسمون سے تعجب نہین ہو سکتا ہے۔ اسی طرح فساد اور قتل سے بھی تعجب ہو سکتا۔ لیکن فساد اور قتل سے تعجب ہو سکتا ہی۔ تو معلوم ہوا۔ کہ فساد اور قتل اللہ تعالیٰ کا فعل نہین ہے بلکہ بندہ ہی کا فعل ہی۔ معتزلہ کے ان سب طریقون کا جواب داعی اور علم کا مسئلہ ہی جس کا بیان کئی دفعہ ہو چکا ہے۔ واللہ اعلم (چھٹا مسئلہ) اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ کا قول اِنِّي اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (جو تم نہین جانتے ہو۔ مین اُسے جانتا ہون) فرشتون کے سوال کا جواب کس طرح ہو سکتا ہی تو ہم اس کا یہ جواب دین گے۔ کہ ہم یہ بیان کر چکے ہین کہ فرشتون کے اس سوال مین کئی احتمال ہین (پہلا احتمال) یہ ہے۔ کہ فرشتون نے یہ سوال تعجب کے سبب سے کیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اُن کے اس سوال کا یہ جواب دیا۔ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (یعنی تم اس بات سے تعجب مت کرو کہ آدم کی اولاد فساد اور قتل کرے گی۔ کیونکہ مین یہ جانتا ہون کہ آدم کی اولاد مین سے ایک گروہ نیک اور پرہیزگار بھی ہی۔ اور تمہین یہ بات معلوم نہین ہی۔ (دوسرا احتمال) یہ ہی۔ کہ فرشتون نے یہ سوال غم کے سبب سے کیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اُنہین یہ جواب دیا۔ کہ تم اس سبب سے غمگین نہ ہو۔ کہ آدم کی اولاد فساد اور قتل کرے گی۔ کیونکہ مین یہ بھی جانتا ہون۔ کہ آدم کی اولاد مین سی ایک گروہ متقی اور پرہیزگار ہے۔ اور آدم کی اولاد مین سی ایسے لوگ بھی ہین۔ اگر وہ اللہ کسی بات کی قسم کھالین۔ تو اللہ اُن کی قسم کو پورا کردی یعنی اگر وہ یہ قسم کھالین۔ کہ اللہ تعالیٰ یون کریگا۔ تو اللہ تعالیٰ اُسی طرح کریگا۔ اور اُن کی قسم کو پورا کر دیگا۔ (تیسرا احتمال) یہ ہی۔ کہ فرشتون نے یہ سوال اس سبب سے کیا تھا۔ کہ اُنہین اس کی حکمت معلوم ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اُنہین یہ جواب دیا۔ کہ تمہارے حق مین بہتر یہی ہے۔ کہ تمہین اس کی حکمت اجمالاً معلوم ہو۔ تفصیلاً معلوم نہ ہو۔ اس کی حکمت کا تفصیلاً معلوم ہونا تمہارے حق مین برا ہے (چوتھا احتمال) یہ ہی کہ فرشتون کی اس سوال سے یہ غرض تھی۔ کہ اللہ تعالیٰ اُنہین زمین مین رکھی۔ اللہ تعالیٰ نے اُنہین یہ جواب دیا۔ مجھے یہ معلوم ہے۔ کہ تمہارے حق مین بہتر یہی ہے۔ کہ تم آسمان مین رہو۔ نہ زمین مین۔ اور فرشتون کے اس سوال مین (پانچوان احتمال) یہ ہی۔ کہ جب فرشتون نے یہ کہا۔ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ (ہم تیری حمد و ثنا اور تسبیح اور پاکی بیان کرتے ہین) تو اللہ تعالیٰ نے اُنھین یہ جواب دیا اِنِّي اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (جو تم نہین جانتے ہو مین اُسے جانتا ہون) اور وہ یہ ہے۔ کہ تمہارے ساتھ ابلیس ہے۔ اور اُس کے دل مین حسد اور تکبر اور نفاق ہے۔ اور (چھٹا احتمال) یہ ہی جب تم نے اپنی یہ مدح اور ثنا کی تو تم نے اپنے تئین بڑا جانا۔ اور اس کلام کے ساتھ تم اپنی تسبیح کر رہے ہو۔ میری تسبیح نہین کرتے۔ تم ذرا صبر کرو۔ کہ بشر کا ظہور ہو جائے۔ اور وہ اپنے

جس سے مجھے امید اور طمع ہے - کہ وہ میری خطا بخشدیگا) وَاَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِكَ فِیْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِیْنَ (مجھے اپنی رحمت سے اپنے نیک بندون مین داخل کر) (وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰۤؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ (اور اللہ تعالیٰ نے سب چیزون کے نام آدم کو سکھلا دیے پھر اُن سب چیزون کو فرشتون کے سامنے پیش کیا - اور یہ کہا - اگر تم سچے ہو - تو ان چیزون کے نام بتاؤ) جاننا چاہیے کہ جب فرشتون نے اللہ سے یہ پوچھا - کہ آدم اور آدم کی اولاد کے پیدا کرنے مین کیا حکمت ہے - اور اُن کے رہنے کے لیے زمین کے مقرر کرنے مین کیا مصلحت ہے - اور اللہ تعالیٰ نے اپنے قول اِنِّیْۤ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ مین (یعنی جو تم نہین جانتے ہو مین اُسے جانتا ہون) اُنہین اِس کی حکمت اجمالاً بتا دی - تو اب اللہ تعالیٰ نے اس اجمالی حکمت کا شرح اور مفصل بیان کرنا چاہا - اور آدم علیہ السلام کی جو فضیلت فرشتون کو معلوم نہ تھی وہ اُن پر اس طرح ظاہر کی - کہ آدم کو سب چیزون کے نام سکھلا دیے پھر وہ سب چیزین فرشتون کے سامنے پیش کین تاکہ فرشتون کو آدم کا فضل و کمال ظاہر ہو جاے - اور اُنہین یہ امر منکشف ہو جاے - کہ ہم علم مین آدم سے کم ہین - اور یہ تفصیلی جواب اُس اجمالی جواب کی تاکید اور تایید ہو جائے - اس آیت مین کئی مسئلے ہین (پہلا مسئلہ) اشعری اور جبائی اور کعبی نے یہ کہا ہے - کہ تمام زبانین توقیفی ہین یعنی اللہ تعالیٰ نے تمام زبانون کے الفاظ اور تمام معانی اور اس امر کا بدیہی اور ضروری علم آدم علیہ السلام کے دل مین پیدا کر دیا تھا کہ یہ الفاظ اِن معانی کے لیے موضوع اور مقرر ہین - توقیف کے معنی واقف کرنے کے ہین - اور تمام زبانون کے توقیفی ہونے کے یہ معنی ہین - کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو تمام زبانون سے اس طرح واقف کر دیا - کہ تمام زبانون کا بدیہی اور ضروری علم اُن کے دل مین پیدا کر دیا - اور وہ اپنے اس قول پر اللہ تعالیٰ کے قول وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا (یعنی اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام زبانین سکھلا دین - یعنی اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے دل مین تمام زبانون کا بدیہی اور ضروری علم پیدا کر دیا) سے دلیل لائے ہین اور اس آیت سے اس قول پر استدلال کرنے مین جو بحث ہے - وہ ہم نے اصول فقہ مین بیان کی ہے - اور ابو ہاشم نے یہ کہا ہے - کہ زبانون کے وضع کرنے اور مقرر کرنے سے پہلے کسی نہ کسی زبان اور اصطلاح کا ہونا ضروری ہے - اور وہ اس امر کے ثبوت پر کئی دلیلین لایا ہے - (پہلی دلیل) اگر اس امر کا علم ضروری اور بدیہی ہو - کہ اللہ تعالیٰ نے اِن الفاظ کو ان معانی کے لیے وضع کیا ہے - تو یہ بدیہی اور ضروری علم یا عاقل کو حاصل ہوگا - یا غیر عاقل کو - یہ بدیہی اور ضروری علم عاقل کو (یعنی جو مجہول چیزون کو دلائل سے حاصل کر سکتا ہے) حاصل نہین ہو سکتا - کیونکہ اگر عاقل کو اس امر کا بدیہی اور ضروری علم حاصل ہو - کہ اللہ تعالیٰ نے اِن الفاظ کو اِن معانی کے لیے وضع کیا ہے - اور اللہ تعالیٰ کا اِن الفاظ کو وضع کرنا اللہ تعالیٰ کی صفت ہے - تو اُس عاقل کو اللہ تعالیٰ کی صفت کا علم بدیہی اور ضروری ہو جائیگا - حالانکہ اُسے اللہ تعالیٰ کی ذات کا علم بدیہی اور ضروری نہین ہے - بلکہ دلیل سے حاصل ہوا ہے - اور یہ نہین ہو سکتا - کہ ذات کا علم تو بدیہی اور ضروری نہ ہو - بلکہ دلیل سے حاصل ہوا ہو - اور صفت کا علم بدیہی اور ضروری ہو - تو یہ بات ثابت ہو گئی - کہ عاقل کو اس امر کا بدیہی اور ضروری علم حاصل نہین ہو سکتا - اور یہ بدیہی اور ضروری علم غیر عاقل کو بھی حاصل نہین ہو سکتا - کیونکہ یہ بات عقل کے نزدیک نہایت ہی بعید ہے - کہ غیر عاقل کو اِن زبانون کا علم بدیہۃً حاصل ہو - باوجودیکہ ان زبانون مین عجیب عجیب حکمتین ہین - تو یہ بات ثابت ہو گئی - کہ جو لوگ توقیف کے قائل ہین - اور یہ کہتے ہین - کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو تمام زبانون سے واقف کر دیا - اور اُن کے دل مین تمام زبانون کا بدیہی اور ضروری علم پیدا کر دیا - اُن کا یہ مذہب اور قول باطل ہے - (دوسری دلیل) یہ ہے - کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتون سے خطاب کیا - اور اس سے یہ لازم آتا ہے - کہ اس خطاب سے پہلے کوئی نہ کوئی زبان تھی جس مین اللہ تعالیٰ نے فرشتون سے خطاب کیا (تیسری دلیل) یہ ہے - کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے قول وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا مین تعلیم کو اسمار کی طرف مضاف اور منسوب کیا - اور یہ ارشاد فرمایا - کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو چیزون کے اسمار تعلیم کر دیے - اور اس سے یہ لازم آتا ہے - کہ اس تعلیم سے پہلے بھی یہ اسمار اسمار تھے - اور جب یہ اسمار تعلیم سے پہلے بھی اسمار تھے - اور چیزون کے لیے موضوع اور مقرر - تو اس تعلیم سے پہلے زبانین تھین (چوتھی دلیل) یہ ہے کہ جب آدم علیہ السلام نے فرشتون کو یہ بتایا - کہ یہ اسمار اور الفاظ اِن معانی کیلیے موضوع اور مقرر ہین - تو فرشتون کو اس بات کا جاننا ضرور ہے - کہ آدم علیہ السلام جو یہ بتاتا ہے - کہ یہ اسمار اور الفاظ اِن معانی کیلیے موضوع اور مقرر ہین - اُن کا یہ بیان سچا - اور صحیح اور درست ہے - اگر فرشتون کو اس بات کا علم نہ ہو - تو اُنہین یہ معلوم نہین

فرشتے اس بات کو اسی وقت جان سکتے ہین۔ جسوقت کہ اس تعلیم سے پہلے یہ اسمار اور الفاظ ان معانی کے لیے موضوع اور مقرر ہون (پہلی دلیل کا جواب) یہ کیون نہین کہ سکتے سکہ اللہ تعالیٰ نے اس امر کا بدیہی اور ضروری علم آدم علیہ السلام کے دل مین پیدا کر دیا۔ کہ کسی وضع کرنے والے نے ان الفاظ کو ان معانی کے لیے وضع کیا ہی اور یہ بات نہین تہلی۔ کہ ان الفاظ کا وضع کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ یا آدمی۔ اور اس صورت مین نہ وضع اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ اور نہ یہ لازم آتا ہے۔ کہ ذات کا علم تو بدیہی اور ضروری نہو۔ بلکہ دلیل سے حاصل ہوا ہو۔ او صفت کا علم بدیہی اور ضروری ہو۔ ہم نے یہ بات بھی تسلیم کر لی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے عاقل مین الفاظ کی وضع کا بدیہی اور ضروری علم پیدا نہین کیا ہے۔ لیکن یہ کیون نہین کہ سکتے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے یہ بدیہی او ضروری علم غیر عاقل مین پیدا کیا ہو۔ اور استدلال کے مقام مین اس امر پر اعتماد کرنا۔ کہ یہ بات عقل کے نزدیک نہایت ہی بعید ہے۔ بعید از عقل ہی (دوسری دلیل کا جواب) یہ کیون نہین کہ سکتے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتون سے کسی اور طریق (یعنی کتابت وغیرہ) سے خطاب کیا اور کسی زبان مین خطاب نہین کیا۔ تا کہ اس خطاب سے پہلے کسی زبان کا ہونا لازم آئے۔ (تیسری دلیل کا جواب) اس مین کسی طرح کا شک نہین ہی۔ کہ اللہ تعالیٰ کا ان الفاظ کے وضع کرنے کا ارادہ اس تعلیم سے پہلے ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس ارادے کے اعتبار سے یہ الفاظ اشیار کے اسمار ہین لہذا تعلیم کو اسمار کی طرف اس اعتبار سے مضاف اور منسوب کیا۔ اور چوتھی دلیل کا جواب انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب آتا ہی۔ واللہ تعالیٰ اعلم (دوسرا مسئلہ) بعضے آدمیون نے یہ کہا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے قول وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا کے یہ معنی ہین۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو تمام چیزون کی صفتین اور خاصیتین سکہا دین اور بتا دین۔ اور اس قول کی یہ دلیل ہی۔ کہ اسم کا لفظ یا سِمَةٌ سے مشتق ہے۔ یا سُمُوٌّ سے۔ اگر سِمَةٌ سے مشتق ہے۔ تو اسم کے معنے علامت کے ہین۔ اور چیزون کی صفتین اور خاصیتین اُن کی ماہیتون کی علامتین اور دلیلین ہین۔ تو اسمار کے لفظ سے چیزون کی صفتین اور خاصیتین مراد ہو سکتی ہین۔ کیونکہ اَسْمَاءَ کے معنے علامتون کے ہین۔ اور چیزون کی صفتین اور خاصیتین اُن کی علامتین ہین۔ اگر اسم کا لفظ سُمُوٌّ سے مشتق ہے۔ تو بھی اسمار سے چیزون کی صفتین اور خاصیتین مراد ہو سکتی ہین۔ کیونکہ سُمُوٌّ کے لفظ کے معنے عُلُوّ اور بلندی کے ہین۔ اور چیزون کی صفتین اور خاصیتین چیزون کی دلیلین ہین۔ اور ہر ایک چیز کی دلیل اُس چیز سے بلند ہے۔ کیونکہ ہر ایک چیز کی دلیل کا علم اُس چیز کے علم سے پہلے حاصل ہوتا ہے جس کی وہ دلیل ہی۔ اور دلیل کے علم کا حاصل ہونا اُس چیز کے علم کے حاصل ہونے کا سبب ہے جسکی وہ دلیل ہی۔ تو ہر ایک چیز کی دلیل فی الحقیقت اُس چیز سے اعلےٰ اور بلند ہے۔ حاصل یہ ہی کہ صفت اور خاصیت شئ کی دلیل ہی۔ اور ہر ایک چیز کی دلیل اُس سے بلند ہی۔ تو ہر ایک چیز کی صفت اور خاصیت اُس چیز سے بلند ہی۔ اور اسم کے لفظ کے معنی بھی اعلیٰ اور بلند ہی کے ہین۔ تو ہر ایک چیز کی صفت اور خاصیت کو اسم کہہ سکتے ہین۔ تو یہ بات ثابت ہو گئی کہ لغت کے اعتبار سے اس آیت مین اسم کے لفظ سے صفت مراد ہو سکتی ہی۔ رہی یہ بات کہ نحویون نے اسم کے لفظ کو خاص لفظون کے ساتھ خاص کر لیا ہی۔ اور وہ اُنھی خاص لفظون کو اسم کہتے ہین۔ اور صفتون اور خاصیتون کو اسم نہین کہتے۔ تو نحویون کی یہ اصطلاح قرآن کے نازل ہونے کے پیچھے ہے۔ اُن کی اس اصطلاح کا کچھہ اعتبار نہین۔ اس آیت مین اسم کے وہی لغوی معنی مراد ہین۔ جب یہ امر ثابت ہو گیا۔ کہ لغت کے اعتبار سے اسم کے لفظ سے صفت اور خاصیت مراد ہو سکتی ہے۔ تو اس امر کی کئی دلیلین ہین۔ کہ اس آیت مین اسم کے لفظ سے صفت اور خاصیت ہی کا مراد ہونا واجب اور ضروری ہے (پہلی دلیل) یہ ہی۔ کہ چیزون کی حقیقتون کے جاننے کی فضیلت چیزون کے اسمار اور زبانون کے جاننے کی فضیلت سی بہت زیادہ ہی۔ اور جو کلام فضیلت کے ظاہر کرنے کے لیے ذکر کیا جائے۔ اُس سے وہی معنے مراد لینے بہتر ہین جس مین فضیلت زیادہ ہو (دوسری دلیل) یہ ہے۔ کہ تحدّی اُسی چیز کے ساتھ ہو سکتی ہے کہ جس کی مثل پر سامع کو فی الجملہ قدرت ہو جو شخص زبان اور فصاحت جانتا ہے اُس سے یہ کہنا زیبا ہی۔ کہ آپ میری کلام کی مثل فصیح کلام بنائیے۔ اور عربی کا زنگی سے یہ کہنا زیبا نہین ہی کہ آپ میری زبان مین کلام کیجیے۔ کیونکہ عقل کسی طریق سے زبانون کو نہین جان سکتی زبانون کا جاننا صرف تعلیم پر موقوف ہی۔ اگر تعلیم ہوئی۔ تو زبان حاصل ہو گئی۔ اگر تعلیم نہ ہوئی تو زبان حاصل نہ ہوئی اور اشیار کی حقائق کے علم کے حاصل کرنے کی عقل کو قدرت ہی۔ تو اشیاء کی حقائق کے ساتھ تحدّی ہو سکتی ہی۔ اس دلیل کا حاصل یہ ہی۔ کہ تحدّی اُسی چیز کے ساتھ ہو سکتی ہی۔ جس پر سامع کو فی الجملہ قدرت ہو۔ اور تعلیم کے بغیر زبانون کے حاصل کرنے کی قدرت نہین ہی۔ اور اشیار کی حقائق کے علم کے حاصل کرنے کی قدرت ہی۔ تو زبانون کے علم کے ساتھ تحدّی نہین ہو سکتی۔ اور اشیار کی حقائق کے علم کے ساتھ ہو سکتی ہی۔ لہذا اس آیت کی یہی معنی ہین کہ

زبانین۔ عربی۔ فارسی۔ رومی۔ وغیرہ بولتی ہے۔ اُن سب زبانون مین مخلوقات کے اُن تمام اجناس اور اقسام کے نام مراد ہین۔ جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیے ہین یعنی تمام زبانون مین تمام چیزون کے نام مراد ہین۔ آدم علیہ السلام کی اولاد یہ سب زبانین بولتی تھی۔ جب آدم علیہ السلام فوت ہوگئے۔ اور اُن کی اولاد عالم کے اطراف و جوانب مین متفرق ہوگئی تو اُن مین سے ہر ایک اِن زبانون مین سے ایک ایک زبان بولنے لگا۔ اور اُس پر وہی زبان غالب ہوگئی جب ایک مدت مدید گزر گئی اور آدمؑ کی اولاد مین سے قرن کے قرن فوت ہوگئے تو اُن مین سے ہر ایک کو صرف ایک ایک زبان یاد رہ گئی اور باقی سب زبانین بھول گئے۔ آدم علیہ السلام کی اولاد کی زبان کے اختلاف اور تغیر کا یہی سبب ہے۔ علمائے معانی نے یہ کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قول وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَاۗءَ مین حذف اور اضمار ضرور ہے یہ بھی احتمال ہے۔ کہ مضاف الیہ محذوف ہو۔ اور اس قول کی یہ اصل ہو۔ وَعَلَّمَ اٰدَمَ اَسْمَاۗءَ الْمُسَمَّیَاتِ (یعنی نام والی چیزون کے نام اللہ تعالیٰ نے آدم کو سکھلا دیے) اور یہ بھی احتمال ہے کہ مضاف محذوف ہو۔ اور اس قول کی یہ اصل ہو۔ وَعَلَّمَ اٰدَمَ مُسَمَّیَاتِ الْاَسْمَاۗءِ (اور نام جن چیزون کے نام تھے۔ وہ چیزین اللہ تعالیٰ نے آدم کو سکھلا دین) اُنھون نے یہ کہا ہے۔ کہ ان دونون احتمالون مین سے پہلا احتمال بہتر ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اَنْۢبِـُٔوْنِيْ بِاَسْمَاۗءِ هٰٓؤُلَاۗءِ (تم مجھے ان چیزون کے نام بتاؤ) اور فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَاۗىِٕهِمْ (جب فرشتون کو آدمؑ نے اُن چیزون کے نام بتا دیے) ارشاد فرمایا اور اَنْۢبِـُٔوْنِيْ بِهٰٓؤُلَاۗءِ (یعنی تم مجھے یہ چیزین بتاؤ) اور اَنْۢبَاَهُمْ بِهِمْ (یعنی جب فرشتون کو آدمؑ نے وہ چیزین بتا دین) ارشاد نہ فرمایا۔ اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو سب چیزون کے نام سکھلائے تھے۔ اور اُن مین غیر ذوی العقول چیزین بھی تھین۔ تو اللہ تعالیٰ نے عَرَضَهُمْ کیون ارشاد فرمایا۔ اور عَرَضَهَا۔ کیون نہین ارشاد فرمایا یعنی هُمْ جو ذوی العقول کیلئے ہے کیون ارشاد فرمایا۔ اور هَا جو غیر ذوی العقول کیلیئے ہے۔ کیون نہین ارشاد فرمایا۔ تو ہم اس اعتراض کا یہ جواب دین گے۔ کہ اُن چیزون مین فرشتے اور انسان اور جن بھی تھے۔ اور یہ ذوی العقول ہین تھے تو اللہ تعالیٰ نے ذوی العقول کو غیر ذوی العقول پر غلبہ دیا۔ اور جو لفظ ذوی العقول کے لئے تھا۔ وہ ارشاد فرمایا۔ کیونکہ عرب کی عادت یہی ہے۔ کہ وہ تغلیب کے وقت کامل کو ناقص پر غلبہ دیا کرتے ہین (تیسرا مسئلہ) بعضے لوگون نے اللہ تعالیٰ کے قول اَنْۢبِـُٔوْنِيْ بِاَسْمَاۗءِ هٰٓؤُلَاۗءِ (مجھے تم ان چیزون کے نام بتاؤ) سے تکلیف مالا یطاق کے جائز ہونے پر استدلال کیا ہے۔ اور اُن کا یہ استدلال اس سبب سے ضعیف ہے کہ یہ امر تکلیف کیلیئے نہین ہے۔ بلکہ صرف سرزنش اور توبیخ کیلیئے ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو یہ معلوم تھا۔ کہ فرشتے اِن چیزون کے نامون کے بتانے سے عاجز ہین۔ اور اللہ تعالیٰ نے باوجود اس علم کے سرزنش اور توبیخ کے طریق سے اُن سے اُن چیزون کے نام پوچھے۔ اور اللہ تعالیٰ کا قول اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (یعنی اگر تم سچے ہو) اس امر کی دلیل ہے (چوتھا مسئلہ) معتزلہ نے یہ کہا ہے۔ کہ اشیاء کے اسماء کا علم آدم علیہ السلام کا معجزہ ہے۔ جو اس امر پر دلالت کرتا ہے۔ کہ آدم علیہ السلام اُسوقت نبی تھے۔ اور زیادہ قریب اور ظاہر یہی ہے۔ کہ آدم علیہ السلام حوّا کی طرف بھیجے گئے تھے۔ اور یہ بھی کچھ بعید نہین ہے کہ جن فرشتون کو آدم علیہ السلام نے چیزون کے نام بتائے تھے۔ آدم علیہ السلام اُن کی طرف بھیجے گئے ہون۔ کیونکہ وہ سب فرشتے اگرچہ رسول تھے لیکن رسول کی طرف رسول کا بھیجنا جائز ہے جیسے ابراہیم علیہ السلام کو لوط علیہ السلام کی طرف رسول کرکے بھیجا۔ باوجودیکہ لوط علیہ السلام خود بھی رسول تھے۔ اور معتزلہ اپنے اس قول پر یہ دلیل لائے ہین۔ کہ آدم علیہ السلام کو اس علم کا حاصل ہونا عادت کے خلاف ہے۔ تو اس علم کا معجزہ ہونا واجب اور ضروری ہوا۔ اور جب اس علم کا معجزہ ہونا ثابت ہوگیا۔ تو یہ بات ثابت ہوگئی۔ کہ آدم علیہ السلام اُسوقت رسول تھے۔ معتزلہ کی اس دلیل پر یہ اعتراض ہوسکتا ہے۔ کہ ہم یہ تسلیم نہین کرتے کہ یہ علم عادت کے خلاف ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جس شخص کو زبان سکھلائی اُسے زبان کا حاصل ہوجانا۔ اور جسے نہین سکھلائی۔ اُسے زبان کا حاصل نہ ہونا عادت کے خلاف نہین ہے۔ اور نیز فرشتون کو یہ بات یا معلوم تھی۔ کہ یہ اسم اِن چیزون کے لیے موضوع اور مقرر ہین۔ یا معلوم نہ تھی۔ اگر معلوم تھی۔ تو فرشتے اُن چیزون کے نام بتا سکتے تھے۔ اور آدم علیہ السلام کا مقابلہ کرسکتے تھے۔ اور آدم علیہ السلام کو فرشتون پر کچھ فضیلت اور مزیت نہ تھی۔ اگر معلوم نہ تھی۔ تو فرشتون کو یہ کیونکر معلوم ہوا کہ آدم علیہ السلام نے جو یہ بیان کیا ہے۔ کہ ان چیزون مین سے ہر ایک چیز کا یہ نام ہے۔ آدم علیہ السلام کا یہ بیان صحیح اور درست ہے۔ جاننا چاہیے کہ اس اعتراض کے دو جواب ہوسکتے ہین (پہلا جواب) فرشتون کی قسمون مین سے ہر ایک قسم اِن زبانون مین سے صرف ایک ایک زبان جانتی تھی۔ اور باقی اور سب زبانون سے جاہل اور ناواقف تھی۔ فرشتون کی تمام قسمین حاضر ہوئین۔ اور آدم علیہ السلام نے اُن سب کے سامنے تمام چیزون کے نام تمام زبانون مین بتائے فرشتون کی تمام قسمون کو اپنی اپنی زبان کی نسبت یہ معلوم ہوا کہ آدم علیہ السلام نے ہماری زبان مین ان سب چیزون کے نام ٹھیک ٹھیک بتائے۔ لیکن تمام فرشتے تمام زبانون کے جاننے سے عاجز ہوئے اور آدم علیہ السلام کا تمام زبانون کا جاننا معجزہ ہوا (دوسرا جواب) یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آدم علیہ السلام کے بیان کے سننے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے فرشتون کو ایسی چیز تعلیم کردی ہو۔ کہ جس کے ساتھ اُنھون نے آدم علیہ السلام کے بیان کے صحیح اور درست اور سچے ہونے پر استدلال کیا۔ اور جس وقت آدم علیہ السلام نے چیزون کے نام بتائے اُسی وقت اُنھین آدم علیہ السلام کے بیان کا صحیح ہونا

یہ دونون ہمارے نزدیک (یعنی اہل سنت کے نزدیک) جائز ہین۔ اور اسوقت اس مسئلے کی بحث ان دونون کی بحث کی فرع ہوجائیگی۔ اور جن لوگون کو اس بات کا یقین ہے۔ کہ آدم علیہ السلام اسوقت (یعنی چیزونکے نام بتانے کے وقت) نبی نہ تھے۔ اُنھون نے اپنے اس دعوے کو کئی دلیلون سے ثابت کیا ہے۔ (پہلی دلیل) یہ ہے۔ کہ اگر آدم علیہ السلام اُسوقت (یعنی چیزونکے نام بتانیکے وقت) نبی ہون۔ تو آدم علیہ السلام سے نبوت کے بعد معصیت ہوگی۔ اور نبی سے نبوت کے بعد معصیت نہین ہوسکتی۔ تو آدم علیہ السلام کا اُسوقت نبی نہ ہونا واجب اور ضروری ہوا۔ لیکن اس امر کا ثبوت کہ اگر آدم علیہ السلام اُسوقت نبی ہون۔ تو اُن سے نبوت کے بعد معصیت ہوگی۔ یہ ہے۔ کہ آدم علیہ السلام سے جو لغزش ہوئی ہے۔ وہ بالاتفاق اس واقعے کے بعد ہوئی ہے۔ اور وہ لغزش کبیرہ گناہون مین سے ہے۔ اس کا بیان انشاء اللہ تعالیٰ آگے آتا ہے۔ اور کبیرہ گناہ تحقیر اور لعنت کے مستحق ہونے کا موجب ہے۔ اور نبی تحقیر اور لعنت کے مستحق نہین ہوسکتے۔ تو لامحالہ یہی کہنا واجب اور ضروری ہوا کہ یہ واقعہ نبوت سے پہلے ہوا تھا۔ (دوسری دلیل) اگر آدم علیہ السلام اُسوقت رسول ہون۔ تو وہ کسی کی طرف بھیجے گئے تھے۔ یا نہین۔ اگر کسی کی طرف بھیجے گئے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اُنھین یا فرشتون کی طرف بھیجا تھا۔ یا آدمیون کی طرف یا جنون کی طرف۔ آدم علیہ السلام کا فرشتون کی طرف بھیجنا اس سبب سے باطل اور ناممکن ہے کہ فرشتے معتزلہ کے نزدیک آدمیون سے افضل ہین۔ اور ادنیٰ کا اشرف اور اعلیٰ کی طرف رسول کرکے بھیجنا جائز نہین ہے۔ کیونکہ رسول متبوع ہے۔ اور امت تابع اور اشرف اور اعلیٰ کو ادنیٰ کے تابع کردینا اصل کے خلاف ہے۔ اور ایک بات یہ بھی ہے۔ کہ ہر ایک شخص اپنی جنس کا قول زیادہ تسلیم اور قبول کرتا ہے۔ اور اسی سبب سے اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔ وَلَوْ جَعَلْنَاهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنَاهُ رَجُلًا (اگر ہم آدمیون کی طرف فرشتے کو رسول کرکے بھیجتے۔ تو ہم اُس فرشتے کو بھی آدمی ہی بنادیتے۔) اور آدم علیہ السلام کا آدمیون کی طرف بھیجنا بھی جائز نہین ہے۔ کیونکہ وہان حوا کے سوا اور کوئی آدمی نہ تھا۔ اور حوا کو تکلیف اور نہی آدم کے واسطے کے بغیر معلوم ہوئی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔ وَلَا تَقْرَبَا هَٰذِهِ الشَّجَرَةَ (ای آدم اور حوا تم دونون اس درخت کے قریب بھی نہ جاؤ) اللہ تعالیٰ نے حوا کو یہ نہی بالمشافہ کی۔ اور آدم کو اپنے اور حوا کے درمیان واسطہ نہین کیا۔ تو معلوم ہوا کہ آدم علیہ السلام حوا کی طرف بھی نہین بھیجے گئے تھے) اور آدم علیہ السلام کا جنون کی طرف بھیجنا بھی جائز نہین ہے۔ کیونکہ اُسوقت آسمان مین کوئی جن نہین تھا۔ اور یہ بھی جائز نہین ہے کہ آدم علیہ السلام اُسوقت کسی کی طرف نہ بھیجے گئے ہون۔ کیونکہ آدم علیہ السلام کے رسول کرنے سے مقصود یہی ہے۔ کہ وہ کسی کی طرف بھیجے جائین۔ اور جس جگہ کوئی شخص ایسا نہین ہے جس کی طرف وہ بھیجے جائین۔ تو آدم علیہ السلام کے رسول کرنے سے کچھ فائدہ نہین ہے۔ اور یہ دلیل بہت قوی نہین ہے (تیسری دلیل) اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔ ثُمَّ اجْتَبَاهُ رَبُّهُ (پھر آدم کے پروردگار نے اُسے برگزیدہ کرلیا) یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو لغزش کے بعد برگزیدہ کیا۔ تو یہ کہنا ضروری ہوا۔ کہ آدم علیہ السلام لغزش سے پہلے برگزیدہ نہ تھے۔ اور جب لغزش سے پہلے برگزیدہ نہ تھے۔ تو اُس وقت رسول بھی نہ تھے۔ کیونکہ رسالت اور اجتبا یعنی برگزیدگی مین باہم تلازم ہے۔ یعنی ان مین سے ہر ایک دوسرے کو لازم ہے۔ ایک دوسرے سے جدا نہین ہوسکتا یعنی یہ نہین ہوسکتا۔ کہ کوئی شخص رسول ہو۔ اور مجتبیٰ اور برگزیدہ نہو۔ اور یہ بھی نہین ہوسکتا کہ کوئی شخص مجتبیٰ اور برگزیدہ ہو۔ اور رسول نہو۔ کیونکہ بزرگیون کے تمام اقسام کے ساتھ خاص کردینے ہی کا نام اجتبا اور برگزیدگی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے جس شخص کو رسول کیا۔ تو ضرور بالضرور اُسے بزرگیون کے تمام اقسام کے ساتھ خاص کیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ (اللہ جس جگہ رسالت اور پیامبری کرتا ہے۔ اُس جگہ کو خوب جانتا ہے یعنی اللہ جسے رسول اور پیامبر کرتا ہے۔ اُسے خوب جانتا ہے (پانچوان مسئلہ) اللہ تعالیٰ کے قول إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ (یعنی اگر تم سچے ہو) کے علماء نے کئی معنی بیان کیے ہین (پہلے معنے) یہ ہین۔ اگر تم یہ بات جانتے ہو۔ کہ تم نے جو آدم کی اولاد کے فساد اور خونریزی کرنیکی خبر دی ہے تم اس خبر دینے مین سچے ہو۔ تو تم مجھے ان چیزون کے نام بتاؤ۔ (دوسرے معنی) یہ ہین۔ تم مجھے خبر دو اور حق اور سچ کے سوا اور کچھ نہ کہو۔ اللہ تعالیٰ کی اس قول سے یہ غرض ہے۔ کہ فرشتون کے اُس قصور اور عاجز ہونے کی تاکید کرے جس سے اُنھین آگاہ کرچکا ہے۔ کیونکہ جب یہ امر فرشتون کے ذہن نشین ہوجائیگا۔ کہ اگر ہم خبر دینگے۔ تو ہماری خبر سچی نہ ہوگی۔ اور ہمین کسی طرح سے سچی خبر معلوم نہین ہوسکتی۔ تو اُنھین یہ بات معلوم ہوجائیگی۔ کہ ہم سچی خبر نہین دیسکتے۔ اور ہمین سچی خبر کا دینا دشوار اور ناممکن ہے (تیسرے معنے) اگر تم اپنے اس قول مین سچے ہو۔ کہ مخلوق جس چیز کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریگی ہم بھی اُس چیز کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرسکتے ہین۔ یہ ابن عباس اور ابن مسعود کا قول ہے۔ (چوتھے معنے) اگر تم اپنے اس قول مین سچے ہو۔ کہ اللہ تعالیٰ جسے پیدا کریگا۔ ہم علم مین اُس سے زیادہ ہی ہونگے۔ تو تم مجھے ان چیزونکے نام بتاؤ (چھٹا مسئلہ) یہ آیت علم کی فضیلت کی دلیل ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی

علم کی فضیلت کا بیان

ظاہر کرنا۔ علم کے ساتھ ظاہر نہ کرنا۔ جاننا چاہیے۔ کہ علم کی فضیلت قرآن مجید و حدیث شریف اور عقلی دلائل سے ثابت ہے۔ قرآن مجید سے علم کی فضیلت کے ثبوت کی کئی دلیلیں ہیں۔
(پہلی دلیل) یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے علم کا نام حکمت رکھا ہے۔ اور حکمت کی بہت عظمت بیان کی ہے۔ یہ علم کے عظیم الشان ہونے کی دلیل ہے۔ اس امر کے ثبوت کی دلیل کہ اللہ تعالیٰ نے علم کا نام حکمت رکھا ہے مقاتل کا یہ قول ہے۔ کہ قرآن شریف میں حکمت کے لفظ کے چار معنی ہیں (پہلے معنی) قرآن کی نصیحتوں کے ہیں سورہ بقر میں ارشاد فرمایا ہے۔ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ (جو قرآن اور جو قرآن کی نصیحتیں اسنے تم پر نازل کی ہیں) اس آیت میں حکمت کے لفظ سے قرآن کی نصیحتیں مراد ہیں۔ سورہ نساء میں ارشاد فرمایا ہے۔ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (قرآن اور قرآن کی نصیحتیں اسنے تیری اوپر نازل کین) اس آیت میں بھی حکمت کے لفظ سے قرآن کی نصیحتیں مراد ہیں۔ اور ایسا ہی آل عمران میں حکمت کے لفظ سے قرآن کی نصیحتیں مراد ہیں (دوسری معنے) فہم اور علم کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔ وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا (اور ہم نے یحییٰ کو لڑکپن میں فہم اور علم دیا) اس آیت میں حکم کے معنی فہم اور علم کے ہیں۔ سورہ لقمان میں ارشاد فرمایا ہے۔ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ (بیشک ہم نے لقمان کو فہم اور علم دیا) سورہ انعام میں ارشاد فرمایا ہے اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ (یہ وہ لوگ ہیں جنکو ہم نے کتاب اور فہم اور علم دیا) اس آیت میں حکم کے معنے فہم اور علم کے ہیں (تیسرے معنے) نبوت کے ہیں سورہ نساء میں ارشاد فرمایا ہے۔ فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (بیشک ہم نے ابراہیم کی اولاد کو کتاب اور نبوت دی) سورہ ص میں ارشاد فرمایا ہے وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ (اور ہم نے اسکو نبوت دی) سورہ بقرہ میں ارشاد فرمایا ہے۔ وَاٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ (اللہ نے داؤد کو بادشاہت اور نبوت دی) ان تینوں آیتوں میں حکمت کے لفظ سے نبوت مراد ہے (چوتھے معنے) قرآن کے ہیں سورہ نحل میں ارشاد فرمایا ہے۔ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ (اپنے پروردگار کی راہ کی طرف قرآن کے ساتھ بلا) سورہ بقرہ میں ارشاد فرمایا ہے۔ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا (جسے قرآن دیا گیا اُسے بہت سی بھلائیاں دی گئیں) ان دونوں آیتوں میں حکمت کے لفظ سے قرآن مراد ہے۔ اگر تحقیق کی نگاہ سے دیکھا جائے۔ تو ان سب معنوں کا مآل اور مرجع علم ہی کی طرف ہے۔ پھر اس امر میں غور اور فکر کرنا چاہیے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو صرف تھوڑا سا علم دیا۔ ارشاد فرمایا ہے۔ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا (تمہیں علم میں سے صرف تھوڑا سا دیا گیا ہے) اور اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا کو قلیل ارشاد فرمایا قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ (اے محمد تو لوگوں سے یہ کہدے۔ کہ دنیا کے فائدے کم ہیں) تو دنیا جس کو اللہ تعالیٰ نے قلیل ارشاد فرمایا ہے جب ہم اُسی کی مقدار اور کمیت دریافت نہیں کر سکتے۔ تو ہم علم کی مقدار جسے اللہ تعالیٰ نے کثیر ارشاد فرمایا ہے۔ کس طرح دریافت کر سکتے ہیں۔ اور دنیا کی کمی اور قلت اور علم کی بہتات اور کثرت کی عقلی دلیل یہ ہے۔ کہ دنیا کی مقدار اور عدد اور مدت سب متناہی ہیں۔ اور علم کی نہ مقدار کی انتہا ہے۔ نہ عدد کی۔ نہ مدت کی۔ نہ اُن سعادتوں کی جو اُس سے حاصل ہوتی ہیں۔ یہ دلیل تجھے علم کی فضیلت سے آگاہ کرتی ہے۔
(دوسری دلیل) یہ آیت ہے۔ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ (اے محمد تو یہ کہدے۔ کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے دونوں برابر ہیں) اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے کہ سات چیزوں میں فرق ہے خبیث۔ اور طیب میں ارشاد فرمایا ہے قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ (اے محمد تو یہ کہدے کہ حلال اور حرام دونوں برابر نہیں ہیں) اور اندھے اور آنکھوں والے میں ارشاد فرمایا ہے قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ (اے محمد تو یہ کہدے۔ کیا اندھا اور آنکھوں والا دونوں برابر ہیں) اور نور اور ظلمت میں ارشاد فرمایا ہے۔ اَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ (کیا اندھیرا اور روشنی دونوں برابر ہیں) اور جنت اور دوزخ میں اور سایے اور دھوپ میں اور تجھے اور تامل کریگا۔ تو تجھے یہ معلوم ہو جائیگا کہ یہ سب فرق عالم و جاہل کے فرق سے ماخوذ ہیں (تیسری دلیل) یہ آیت ہے۔ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ (اسکی اطاعت کرو۔ اور رسول اور اپنے علما کی اطاعت کرو) اور زیادہ صحیح یہی قول ہے کہ اولی الامر سے علما مراد ہیں۔ کیونکہ بادشاہوں کو علما کی اطاعت کرنی واجب ہے۔ اور علما کو بادشاہوں کی اطاعت کرنی واجب نہیں ہے۔ علم کے مرتبے کی طرف غور اور تامل کی نگاہ سے دیکھنا چاہیے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں دو جگہ علما کو دوسرے درجے میں رکھا ارشاد فرمایا۔ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ (اللہ اور فرشتوں اور علما نے یہ گواہی دی۔ کہ اسکے سوا اور کوئی حق معبود نہیں ہے) اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرشتوں کو پہلے درجے میں رکھا۔ اور علما کو دوسرے درجے میں۔ اور ارشاد فرمایا۔ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ (اسکی اطاعت کرو۔ اور رسول اور اپنے علما کی اطاعت کرو) اس آیت میں رسول کو پہلے درجے میں رکھا۔ اور علما کو دوسرے درجے میں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے علما کا درجہ اور بڑھایا۔ اور دو آیتوں میں انھیں پہلے درجے میں کر دیا۔ ارشاد فرمایا۔ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ۘ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ (اللہ کے سوا متشابہ کے اور کوئی معنے نہیں جانتا۔ اور علما یہ کہتے ہیں۔ کہ متشابہ پر ہمارا ایمان ہے) اور ارشاد فرمایا۔ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ (اے محمد تو یہ کہدے۔ کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ اور اُن لوگوں کی گواہی کافی ہے جنہیں کتاب کا علم ہے) ان دونوں آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے

اولی الامر سے علما مراد ہیں

اُن کو درجے بلند کرتا ہی) جاننا چاہیے - کہ اللہ تعالی نے چار قسم کی لوگون کیے لئے درجون کا ذکر کیا ہی یعنی یہ ارشاد فرمایا ہے - کہ اُن کے لیے درجے ہین (پہلی قسم) وہ مومن ہین - جو جنگ بدر مین شریک
ہوئے تھے - اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ (مومن وہی لوگ ہین جن کے سامنے جب اللہ کا ذکر کیا جائے - تو اُن کے دل ڈر جائین) تا قول عز وجل لَهُمْ دَرَجٰتٌ
عِنْدَ رَبِّهِمْ (اُنہی کیلیے اُن کے پروردگار کی پاس درجے ہین) اس آیت مین اَلْمُؤْمِنُوْنَ سے وہ مومن مراد ہین جو جنگ بدر مین شریک ہوئے تھے (دوسری قسم) مجاہدین یعنی جہاد کرنے والے ہین
ارشاد فرمایا ہے - وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِیْنَ عَلَی الْقٰعِدِیْنَ (جہاد نہ کرنے والون سے جہاد کرنے والون کا درجہ اللہ نے بڑا کیا ہے (تیسری قسم) صالحین یعنی نیک لوگ ہین - اللہ تعالی
نے ارشاد فرمایا ہے - وَمَنْ یَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِکَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰی (جو نیکیان کرنیوالے مومن اللہ کے پاس آئنگے - اُنہی کیلیے بڑے بڑے درجے ہین -
(چوتھی قسم) علما ہین - ارشاد فرمایا ہے - وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ (جن لوگون کو علم دیا گیا ہی - اللہ نے اُن کے درجے بلند کیے ہین) اللہ تعالی نے اور سب مومنون کے
درجے اور جہاد نہ کرنے والون سے جہاد کرنے والون کے درجے اور ان سب سے صالحین اور نیکون کے درجے - اور ان تمام قسمون سے علما کے درجے زیادہ کیے - تو علما سب آدمیون سے افضل ہوے
(پانچوین دلیل) یہ آیت ہی - اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا (اللہ کے بندون مین سے اللہ سے علما ہی ڈرتے ہین) اللہ تعالی نے قرآن مجید مین علما کی پانچ صفتین بیان کی ہین
(پہلی صفت) ایمان ہی - ارشاد فرمایا ہے - وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ (اور علما یہ کہتے ہین - کہ ہمارا متشابہ پر ایمان ہی - (دوسری صفت) توحید اور شہادت ہی ارشاد
فرمایا ہے - شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِکَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ (اللہ اور فرشتون اور علما نے یہ گواہی دی - کہ اللہ کے سوا اور کوئی حق معبود نہین ہی - (تیسری صفت) رونا ہے
وَیَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ یَبْکُوْنَ (اور روتے ہوئے ٹھوڑیون کے بل گر پڑتے ہین (چوتھی صفت) خشوع ہی - ارشاد فرمایا ہی - اِنَّ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖ (قرآن سے پہلے جن لوگون کو علم دیا گیا ہے
(پانچوین صفت) خشیہ اور ڈر ہی - اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا (اللہ کے بندون مین سے اللہ سے علما ہی ڈرتے ہین) اور علم کی فضیلت بہت سی حدیثون سے ثابت ہی (پہلی حدیث)
ثابت نے یہ روایت بیان کی ہی - کہ انس رضی اللہ عنہ نے یہ بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا - جو شخص ایسے لوگون کو دیکھنا چاہتا ہے جنہین اللہ نے دوزخ سے آزاد
کر دیا ہی - تو وہ طالب العلمون کو دیکھے - جس کے اختیار مین میری جان ہی مین اُسی کی قسم کھاتا ہون - کہ جو طالب علم کسی عالم کے دروازے پر آتا جاتا ہی تو اللہ تعالی اُس کیلیے اُسکے ہر قدم کے بدلے ایک سال کی عبادت کا ثواب
لکھ دیتا ہی - اور اُسکے لیے اُس کے ہر قدم کے بدلے جنت مین ایک شہر بنا دیتا ہے - اور طالب علم زمین پر چلتا ہے - اور زمین اُس کیلیے استغفار کرتی ہی - اور اُسکے گناہون کی بخشش چاہتی ہی - اور صبح اور شام
اُسکے گناہ بخشے جاتے ہین - اور فرشتے طالب علمون کیلیے یہ گواہی دیتے ہین - کہ اللہ تعالی نے اُنہین دوزخ سے آزاد کر دیا ہی (دوسری حدیث) انس رض سے روایت ہی - کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے یہ ارشاد فرمایا - جس شخص نے اللہ کے سوا کسی اور چیز کیلیے علم طلب کیا - تو وہ شخص دنیا سے نہین نکلا یہانتک کہ علم اُس کے پاس آیا - اور وہ - اللہ ہی کیلیے ہو گیا - اور جس شخص نے اللہ کیلیے
علم طلب کیا - وہ اُس شخص کی مانند ہی جو دن کو روزہ رکھتا ہے - اور اُس شخص کی مثل ہی - جو رات بھر کھڑا ہو کر اللہ کی عبادت کرتا ہی - اگر کوئی شخص علم کا ایک باب سیکھ لے - تو اُسکے
حق مین علم کے ایک باب کا سیکھنا اس سے بہتر ہی - کہ ابو قبیس پہاڑ اُسکے لیے سونا بن جائے - اور وہ اُس تمام سونے کو اللہ کی راہ مین خرچ کر ڈالے - (تیسری حدیث) حسن رض سے مرفوعًا روایت ہے
جو شخص اسلام کو زندہ کرنیکے لیے علم طلب کر رہا تھا - اور وہ اسی حالت مین مر گیا - تو اُسکے اور نبیون کے درمیان جنت مین صرف ایک درجے کا فرق ہوگا (چوتھی حدیث) ابو موسی اشعری رض سے مرفوعًا روایت ہے
اللہ تعالی قیامت کے دن بندون کو زندہ کریگا - پھر علما کو جہلا سے الگ کر کے یہ کہیگا - اے علما کے گروہ مین تمہین جانتا تھا - بن جانے مین نے اپنا نور تم مین نہین رکھا - مین نے تمہین علم اس لیے نہین
دیا ہی - کہ مین تمہین عذاب کرون - جاؤ مین نے تمہارے تمام گناہ بخشدیے (پانچوین حدیث) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہی جسوقت نیکی کا سکھلانیوالا مر جاتا ہی - تو آسمان کے
تمام پرندے - اور زمین کے کل چوپائے - اور کل دریاؤن کی سب مچھلیان اُسکے لیے روتی ہین (چھٹی حدیث) ابو ہریرہ رض سے مرفوعًا روایت ہی جس شخص نے کسی عالم کے پیچھے نماز پڑھی - تو گویا اُس نے
نبیون مین سے کسی نبی کے پیچھے نماز پڑھی (ساتوین حدیث) ابن عمر رض سے مرفوعًا روایت ہی - عالم کو عابد پر ستر درجون کے ساتھ فضیلت ہی - جن مین سے ہر ایک درجے کے درمیان ستر برس تک گھوڑ دوڑ دوڑ
سکتا ہی - اس فضیلت کا سبب یہ ہی - کہ شیطان لوگون کیلیے بدعت نکالتا ہی - شیطان کے نکالتے ہی عالم اُسے دیکھ لیتا ہی - اور دیکھتے ہی اُسے مٹا دیتا ہی - اور عابد اپنی عبادت ہی مین مشغول
رہتا ہی - نہ اُسے پہچانتا ہی - اور نہ اُسکے دور کرنیکی طرف توجہ کرتا ہی - (آٹھوین حدیث) حسن سے مرفوعًا روایت ہی - کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا - میرے خلفا پر اللہ کی رحمت ہے -

صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہی۔ جو شخص علم کی ایک باب کو حاصل کرنے کیلیے نکلا۔ اور اُسکی غرض یہ ہی۔ کہ وہ اُسکے سبب سے جاہل کو حق سی یا گمراہی کو ہدایت سی بدلدی۔ تو اُس کا یہ عمل چالیس برس کی عبادت کی مثل ہی (دسوین حدیث) جسوقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ کو یمن کی طرف بھیجا۔ تو آپ نی علیؓ سے یہ ارشاد فرمایا۔ اگر اللہ تیری سبب سے ایک شخص کو ہدایت کر دی۔ تو یہ تیری حق مین تمام دنیا سی بہتر ہی (گیارھوین حدیث) ابن مسعودؓ سی مرفوعًا یہ روایت ہی جس شخص نی علم اس لیی حاصل کیا کہ وہ اُسی لوجہ اللہ لوگون سے بیان کری۔ تو اللہ ستر نبیون کی ثواب کی برابر اُسی ثواب دیگا (بارھوین حدیث) عامر جہنی سی مرفوعًا روایت ہی۔ کہ قیامت کے دن طالب العلم کی سیاہی اور شہید کا خون لایا جائیگا۔ اور ان مین سی ایک کو دوسرے سے کچھ فضیلت اور زیادتی نہ ہوگی۔ اور ایک روایت مین یہ ہی۔ کہ علما کی سیاہی غالب ہوگی۔ (تیرھوین حدیث) صحیح مسلم مین ابو واقد لیثی سی روایت ہی۔ کہ جسوقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت سے آدمیون کے ساتھ بیٹھے ہوی تھی تین آدمی آئی۔ اُنمین سی ایک نے مجلس مین جگہ دیکھی اور وہان بیٹھ گیا۔ اور دوسرا سب آدمیون کے پیچھے بیٹھ گیا۔ اور تیسرا واپس چلا گیا۔ رسول اللہ صلعم جو کچھ ارشاد فرما رہی تھی جب اُس سی فارغ ہوی۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا مین تمہین ان تینون آدمیون کا حال بتاتا ہون تم ہوشیار ہو کر سنو۔ پہلا آدمی اللہ کے پاس آیا اللہ نے اُسے جگہ دی دوسرے نی اللہ سے شرم اور حیا کی اللہ نے بھی اُس سے شرم اور حیا کی تیسرے نے اللہ سی اعراض کیا۔ اور منہ پھیرا۔ اللہ نے بھی اُس سی اعراض کیا۔ اور منہ پھیرا۔ علم کی فضیلت کے بیان مین صحابہ اور تابعین کے بہت سے اقوال ہین (ا) عالم شاگرد پر ماں باپ سے زیادہ مہربان ہی۔ کیونکہ ماں باپ دنیا کی آگ اور دنیا کی آفتون سی حفاظت کرتے ہین۔ اور علما آخرت کی آگ اور آخرت کی مصیبتون سے (ب) کسی نی ابن مسعودؓ سے کہا۔ آپ کو یہ علم کس چیز کے سبب سے ملا۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ زیادہ پوچھنے والی زبان اور زیادہ سمجھنے والے دل کی سبب سے (ج) بعضے علما نی یہ کہا ہی۔ کہ علم کی ہر ایک بات نادانون کی طرح پوچھ۔ اور دانشمندون کی طرح اُسکی حفاظت کر (د) مصعب ابن زبیرؓ نے اپنے بیٹے سی کہا۔ بیٹا علم سیکھ۔ اگر تیری پاس مال ہی۔ تو علم تیری واسطے جمال ہی۔ اگر تیری پاس مال نہین ہی۔ تو علم ہی تیرے لیے مال ہی۔ (ہ) علی ابن ابی طالبؓ نے ارشاد فرمایا ہے۔ جس طرح جاہل کی کلام مین کوئی بھلائی نہین ہی۔ اسی طرح عالم کی خاموشی مین کوئی بھلائی نہین ہی (و) بعضے محققون نی یہ کہا ہی۔ کہ عالم کی تین قسمین ہین (پہلی قسم) وہ عالم ہی۔ جو عالم باللہ ہی۔ اور عالم بامر اللہ نہین یعنی جسے اللہ کا علم ہی اور اُسکے احکام کا علم نہین ہی (دوسری قسم) وہ عالم ہی جو عالم بامر اللہ ہی۔ اور عالم باللہ نہین ہی یعنی جسی اللہ کے احکام کا علم ہی۔ اور اللہ کا علم نہین ہی۔ (تیسری قسم) وہ عالم ہی۔ جو عالم باللہ بھی ہے اور عالم بامر اللہ بھی ہی یعنی جسے اللہ کا بھی علم ہی۔ اور اللہ کے احکام کا بھی علم ہی۔ پہلی قسم (یعنی جسے اللہ کا علم ہی۔ اور اللہ کے احکام کا علم نہین ہی) کے عالم کے دل پر معرفت الٰہی غالب ہی۔ اور وہ اللہ کے جلال اور کبریائی کے نور کے مشاہدہ مین غرق ہی۔ اور اُسے ضروری احکام کے سوا اور احکام کے سیکھنے کی فرصت اور فراغت نہین ہی۔ دوسری قسم (یعنی جسے اللہ کے احکام کا علم ہی۔ اور اللہ کا علم نہین ہی۔) کا عالم حلال اور حرام پہچانتا ہے۔ اور احکام کی حقیقتون کو خوب جانتا ہی۔ لیکن اُسے اللہ کے جلال کے اسرار کی کچھ خبر نہین ہی۔ تیسری قسم (یعنی جسے اللہ کا بھی علم ہی۔ اور اُسکے احکام کا بھی علم ہی) کا عالم اُس حد پر پہنچا ہوا ہی جو عالم معقولات اور عالم محسوسات کی درمیان مشترک ہی۔ وہ کبھی اللہ کے ساتھ ہوتا ہی اور اُسکی محبت مین غرق ہوتا ہی۔ اور کبھی خلق کے ساتھ ہوتا ہی۔ اور اُس پر شفقت اور رحمت کرتا ہی جب اپنی پروردگار کے پاس سی خلق کی پاس واپس آتا ہی۔ تو اُن کے ساتھ ایسا ہوجاتا ہی گویا اُنہین مین سی ایک شخص ہی گویا وہ خدا کو نہین پہچانتا۔ اور جب اپنی پروردگار کے ساتھ خلوت گزین اور اُسکے ذکر اور اُسکی خدمت مین مشغول ہوتا ہی۔ تو ایسا ہوجاتا ہی۔ گویا خلق کو بالکل نہین پہچانتا۔ یہ رسولون اور صدیقون کا طریق ہی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سی بھی یہی مراد ہی۔ سَائِلِ الْعُلَمَاءَ وَخَالِطِ الْحُكَمَاءَ وَجَالِسِ الْكُبَرَاءَ (یعنی علما سی مسئلہ پوچھ۔ اور حکما کے ساتھ اختلاط رکھ۔ اور کبرا کے پاس بیٹھ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول مین علما سی وہ علما مراد ہین جنہین اللہ کے احکام کا علم ہی۔ اور اللہ کا علم نہین ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی یہ ارشاد فرمایا۔ کہ اُن سی حاجت کے وقت مسئلہ دریافت کرے۔ اور حکما سی وہ علما مراد ہین جنہین اللہ کا علم ہی۔ اور اللہ کے احکام کا علم نہین ہی۔ اُن کی نسبت یہ ارشاد فرمایا کہ اُن کے ساتھ اختلاط رکھے۔ اور کبرا سی وہ علما مراد ہین جنہین اللہ کا بھی علم ہی۔ اور اُسکے احکام کا بھی علم ہی۔ اُنکی نسبت یہ ارشاد فرمایا کہ اُن کی پاس بیٹھنا چاہیی کیونکہ اُن کے پاس بیٹھنے مین دنیا اور دین کے فائدے ہین۔ اور شقیق بلخی نی یہ کہا ہی۔ کہ عالم کی ان تینون قسمون مین سی ہر ایک قسم کیلیے تین تین علامتین ہین۔ عالم بامر اللہ (یعنی جسی اللہ کے احکام کا علم ہی۔ اور اللہ کا علم نہین ہی) کی یہ تین علامتین ہین۔ کہ اللہ کا ذکر زبان سے کری اور دل سے نہ کری۔ اور خلق سی ڈری۔ اور پروردگار سی نہ ڈری۔ اور لوگون سے بظاہر شرم اور حیا کری۔ اور اللہ سے شرم اور حیا نہ کری۔ اور عالم باللہ (یعنی جسے اللہ کا علم ہی۔ اور اُسکے احکام کا علم نہین ہی) کی یہ تین علامتین ہین۔ کہ اللہ کا ذکر دل سی کری۔ اور زبان سے نہ کری۔ اور اُسی ریا کا خوف ہو اور معصیت اور گناہ کا خوف نہ ہو۔ اور دل مین جو خطرے آتی ہین اُسی اُن خطرون سے حیا ہو۔ اور ظاہر کی حیا نہ ہو۔ اور عالم باللہ و بامر اللہ (یعنی جسی اللہ کا بھی علم ہی۔ اور اُسکے احکام کا بھی علم ہی) کی چھ علامتین ہین تین علامتین تو وہی ہین۔ جو عالم باللہ کی ہین اور تین علامتین

علم کی فضیلت کے بیان مین

عالمون کی تین قسمین

حاجت نہین ہی- اسکے بعد پھر شقیق بلخی نے یہ کہا- کہ عالم باللہ و بامر اللہ کی مثال سورج کی سی ہی- نہ وہ زیادہ ہوتا ہے- نہ کم- اور عالم باللہ کی مثال چاند کی سی ہے- کبھی پورا ہوجاتا ہی کبھی کم- اور عالم بامر اللہ کی مثال چراغ کی سی ہی- اپنے تئین جلاتا ہی- اور دوسرے کے لیے روشنی کرتا ہی- (ز) فتح موصلی نے کہا ہی- جب بیمار کو نہ کھانا ملے- نہ پانی- نہ دوا- تو کیا وہ نہین مرجاتا- اسی طرح- جب دل مین نہ علم ہو- نہ فکر- نہ حکمت- تو وہ مرجاتا ہے- (ح) شقیق بلخی نے کہا ہی- جو لوگ میری مجلس سی اُٹھکر جاتے ہین- اُن کی تین قسمین ہین- بعضے خالص کافر ہین- بعضے خالص منافق بعضے خالص مومن- اس کی دلیل یہ ہی- کہ مین قرآن کی تفسیر بیان کرتا ہون- اور جو کچھ کہتا ہون- وہ- یا اللہ کا قول ہی- یا اللہ کے رسول کا- لہذا جو شخص میری تصدیق نہین کرتا ہے- وہ خالص کافر ہے- اور جس شخص کا دل میری تصدیق کرنے سے تنگ ہوتا ہی- وہ خالص منافق ہے- اور جو شخص اپنے کیے پر نادم ہوا- اور اُس نے پھر گناہ نہ کرنے کا عزم کیا- تو وہ خالص مومن ہی- اور شقیق بلخی نے یہہ بھی کہا ہی- اللہ تعالے کو تین بندون سے بغض ہی- اور تین ہنسیون سے- صبح کی نماز کی بعد- اور عشا کی نماز سی پہلے سونا- اور نماز مین سونا- اور ذکر کی مجلس کیوقت سونا- جنازی کی پیچھے ہنسنا- اور گورستان مین ہنسنا- اور ذکر کی مجلس مین ہنسنا- (طٰ) بعضے علما نے یہ کہا ہی- کہ اللہ تعالیٰ کے قول فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا (یعنے اُس نالے پر وہ جھاگ آگیا- جو پانی پر آجاتا ہی) مین سیل سی علم مراد ہی- اور اللہ تعالیٰ نے پانچ صفتون کے سبب سے علم کو پانی کی ساتھ تشبیہ دی (پہلی صفت) جس طرح مینہ آسمان سے آتا ہی- اسی طرح علم بھی آسمان ہی سے آتا ہی (دوسری صفت جس طرح زمین کی اصلاح اور درستی مینہ سی ہوتی ہی- اسی طرح خلق کی اصلاح اور درستی علم سی ہوتی ہی (تیسری صفت) جس طرح کھیتی اور روئید گی مینہ کے بغیر نہین نکلتی- اسیطرح اعمال اور طاعات علم کے بغیر نہین نکلتے (چوتھی صفت) جس طرح مینہ گرج اور بجلی کی فرع اور شاخ ہی- اسیطرح علم وعد اور وعید کی فرع اور شاخ ہی (پانچوین صفت) جس طرح مینہ سی نفع بھی ہوتا ہے اور ضرر بھی- اسی طرح علم سی نفع بھی ہوتا ہی اور ضرر بھی- جس نے علم پر عمل کیا اُسے علم سے نفع ہوا- اور جس نے عمل نہین کیا اُسے ضرر (ی) بہت سی اللہ کی یاد دلانیوالے اللہ کو بھولے ہوی ہین- بہت سی خدا سے ڈرانیوالے خدا سی نڈر ہین- بہت سی اللہ کیطرف قریب کرنیوالے اللہ سے بعید ہین- بہت سے اللہ کی طرف بلانے والے اللہ سی بھاگتے ہین بہت سی اللہ کی کتاب کی تلاوت کرنے والے اللہ کی آیتون سی منسلخ ہین (یا) دنیا ایک باغ ہے- کہ پانچ چیزون یعنی علما کے علم اور امیرون کے عدل اور عابدون کی عبادت اور سوداگرون کی امانت اور حرفے والون کی نصیحت اور خلوص سی آراستہ کیا گیا تھا- شیطان پانچ جھنڈے لایا- اور اُس نے وہ پانچون جھنڈے ان پانچون چیزون کے مقابل مین گاڑدیے حسد کا جھنڈا علم کی مقابل مین- ظلم کا جھنڈا عدل کی مقابل مین- ریا کا جھنڈا عبادت کے مقابل مین خیانت کا جھنڈا امانت کے مقابل مین- کھوٹ کا جھنڈا نصیحت اور خلوص کے مقابل مین (یب) حسن بصری کو اور تابعیون سی پانچ صفتون کے سبب سے فضیلت ہی (پہلی فضیلت) آپ نے کسی شخص کو کسی چیز کے کرنے کا حکم نہین کیا- جب تک کہ پہلے خود اُس پر عمل نہین کرلیا- (دوسری صفت) کسی شخص کو کسی چیز کے کرنے سے منع نہین کیا- جب تک کہ پہلے خود اُس سی باز نہین آئے- (تیسری صفت) اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو علم اور مال دیا تھا- اُس مین سے جس نے جسقدر طلب کیا- آپ نے اُسکے دینے مین کبھی بخل نہین کیا- (چوتھی صفت) علم کے سبب سے تمام لوگون سے مستغنی تھے (پانچوین صفت) ظاہر اور باطن یکسان تھا- (یج) اگر تجھے یہ دریافت کرنا ہو- کہ تیرا علم تجھے نفع دیگا یا نہین- تو- تو اپنے نفس مین پانچ خصلتین ڈھونڈھ- مشقت کی کمی کے لیے فقر کی محبت- ثواب حاصل کرنیکے لیے طاعت کی محبت فراغت حاصل کرنیکے لیے زہد (یعنی دنیا سی بیزاری اور بے رغبتی) کی محبت- دل کی درستی کے لیے حکمت کی محبت پروردگار کی مناجات کے لیے خلوت کی محبت اگر تجھہ مین یہ پانچون خصلتین ہین تو تیرے علم سے تجھے نفع ہوگا- اگر نہین ہین- تو نہین ہوگا- (ید) پانچ چیزین پانچ چیزون مین ہین (پہلی) عزت تواضع مین ہے- مال اور کینے مین نہین ہے- (دوسری) غنی قناعت مین ہی- نہ کثرت مین (تیسری) امن جنت مین ہے- نہ دُنیا مین (چوتھی) راحت قلت اور کمی مین ہے- نہ کثرت اور بہتات مین (پانچوین) علم کا نفع عمل مین ہے- نہ علم کے بار بار بیان کرنےمین (یہ) ابن مبارک نے ارشاد فرمایا ہی- اس امت کی بربادی خاص ہی لوگون کے سبب سے ہوئی ہی- اور وہ پانچ گروہ ہین- علما اور غازی اور زاہد اور سوداگر اور حاکم- علما نبیون کے وارث ہین- زاہد زمین والون کے ستون- غازی زمین مین اللہ کے لشکر- سوداگر زمین مین اللہ کے امین- اور حاکم نگہبان جب عالم ہی کے نزدیک دین کی کچھ قدر نہ ہو- اور مال کی قدر ہو- تو جاہل کس کی پیروی کری- جب زاہد ہی دنیا کی طرف راغب ہو- تو توبہ کرنے والا کس کی پیروی کری- جب غازی طامع اور ریاکار ہو- تو وہ دشمن پر کس طرح فتحیاب ہوسکتا ہی- جب سوداگر ہی خیانت کری- تو امانت کس طرح حاصل ہوسکتی ہی- جب نگہبان ہی بھیڑیا ہو- تو نگہبانی کیونکر ہوسکتی ہی- (یو)

کم ہوتا ہے۔ (تیسری وجہ) مال نگہبان کا محتاج ہے۔ اور علم خود علم والیکا نگہبان ہے۔ (چوتھی وجہ) جب آدمی مرجاتا ہے۔ تو اُس کا مال رہجاتا ہے۔ اور اُس کا علم اُسکے ساتھ قبر میں جاتا ہے۔
(پانچوین وجہ) مال مومن اور کافر دونون کو حاصل ہوتا ہے۔ اور علم صرف مومن ہی کو حاصل ہوتا ہے۔ کافر کو حاصل نہین ہوتا (چھٹی وجہ) تمام آدمی دین مین علم والے کے محتاج ہین۔ اور مال
والے کے محتاج نہین ہین (ساتوین وجہ) علم سے آدمی کو پل صراط پر گذرنیکی قوت ہوتی ہے۔ اور مال پل صراط پر گذرنے سے روکتا ہے۔ (یز) فقیہ ابواللیث نے ارشاد فرمایا ہے جو شخص عالم
کے پاس بیٹھے۔ اور اُس کے علم مین سے کچھ یاد نہ کرسکے تب بھی اسکے لیے سات فضیلتین ہین (پہلی فضیلت) علم کے سیکھنے والون کی فضیلت اُسے ملی (دوسری فضیلت) وہ جب تک
عالم کے پاس بیٹھا رہیگا۔ گناہون سے محفوظ رہیگا (تیسری فضیلت) وہ علم کے حاصل کرنے کے لیے جسوقت اپنے گھر سے نکلا اسکی رحمت اُسپر نازل ہوئی (چوتھی فضیلت) وہ جب علم کی مجلس
مین بیٹھا۔ تو جس وقت علم کی مجلس والون پر رحمت نازل ہوئی۔ اُس رحمت مین سے اُسے بھی حصہ ملا (پانچوین فضیلت) وہ جبتک علم کی باتین سنتا رہیگا۔ اُسوقت تک اُسکی عبادت لکھی جائیگی۔
(چھٹی فضیلت) جب اُس نے علم کی کوئی بات سنی۔ اور وہ اُسکی سمجھ مین نہ آئی۔ تو وہ علم سے محروم رہنے کے سبب سے دل تنگ اور غمگین ہوگا۔ اور یہ غم اللہ تعالی کی بارگاہ مین اُس کا وسیلہ
ہوجائیگا۔ کیونکہ اللہ تعالی نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔ اَنَا عِندَ المُنکَسِرَۃِ قُلُوبُھُم لِاَجلِی (مین اُن لوگون کے پاس ہون جو میرے سبب سے شکستہ دل ہین) (ساتوین فضیلت) جب وہ یہ
دیکھیگا۔ کہ اہل اسلام عالم کی عزت کرتے ہین۔ اور فاسقون اور بدکارون کو ذلیل جانتے ہین۔ تو اُس کا دل فسق اور بدکاری سے پھر جائیگا۔ اور اُسکی طبیعت علم کی طرف مائل ہوجائیگی اور
اسی سبب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نیکون کے پاس بیٹھنے کا حکم کیا ہے (یح) علما مین سے بعضے عالم علم مین بخل کرتے ہین۔ اور یہ نہین چاہتے۔ کہ کسی اور کے پاس علم ہو۔ ایسے عالم دوزخ
کے پہلے طبقے مین جائینگے۔ اور بعضے اپنے علم مین بادشاہ کی مثل ہوتے ہین۔ اگر اُنکی کوئی حق بات رد کی جائے۔ تو وہ غضبناک ہوتے ہین۔ ایسے عالم دوزخ کے دوسرے طبقے مین جائین گے۔ اور بعضے
اپنے علم کی عجیب و غریب باتین تونگرون ہی کو سکھلاتے ہین۔ اور فقیرون کو علم کے قابل نہین جانتے ایسے عالم دوزخ کے تیسرے طبقے مین جائینگے۔ اور بعضے خود پسند ہین۔ اگر نصیحت کرتے ہین۔ تو سختی
اور سرزنش کرتے ہین۔ اگر کوئی اُنھین نصیحت کرتا ہے۔ تو اُسکی نصیحت کو نہین مانتے۔ ایسے عالم دوزخ کے چوتھے طبقے مین جائینگے۔ اور بعضون نے فتوی دنیا اختیار کیا ہے۔ اور غلط فتوی دیتے ہین ایسے
عالم دوزخ کے پانچوین طبقے مین جائین گے۔ بعضے اہل باطل کی باتین سیکھتے ہین۔ اور اُنھین دین مین ملا دیتے ہین۔ ایسے عالم جہنم کے چھٹے طبقے مین جائینگے۔ بعضے لوگون کیلئے علم حاصل کرتے ہین۔ ایسے
عالم دوزخ کے ساتوین طبقے مین جائینگے (یط) فقیہ ابواللیث نے ارشاد فرمایا ہے۔ جو شخص آٹھ قسم کے آدمیون کے پاس بیٹھیگا۔ اللہ اُس مین آٹھ چیزین زیادہ کردیگا۔ جو شخص تونگرون کے پاس بیٹھیگا
اللہ اُسمین دنیا کی محبت اور رغبت زیادہ کردیگا۔ جو شخص فقیرون کے پاس بیٹھیگا۔ اللہ اُسے شاکر اور قسمت پر راضی کردیگا۔ جو شخص بادشاہ کے پاس بیٹھیگا۔ اللہ اُسکی سخت دلی اور تکبر زیادہ کردیگا۔ جو شخص عورتون
کے پاس بیٹھیگا۔ اللہ اُسکی نادانی اور شہوت زیادہ کردیگا۔ جو شخص لڑکون کے پاس بیٹھیگا۔ اللہ اُس کا لہو و لعب اور مزاح اور خوش طبعی زیادہ کردیگا۔ جو شخص فاسقون اور بدکارون کے پاس بیٹھے گا۔ اللہ اُسمین
گناہون کی جرأت اور توبہ کرنے مین تاخیر کرنا زیادہ کردیگا۔ جو شخص نیکون کے پاس بیٹھیگا۔ اللہ اُس مین طاعتون کی رغبت زیادہ کردیگا۔ جو شخص عالمون کے پاس بیٹھیگا۔ اللہ اُس کا علم اور پرہیزگاری زیادہ کردیگا۔
(ک) اللہ نے سات شخصون کو سات چیزین سکھلائین (ا) آدم علیہ السلام کو چیزون کے نام سکھلائے۔ وَعَلَّمَ آدَمَ الاَسمَاءَ کُلَّھَا (یعنی کل چیزون کے نام آدم کو سکھلائے۔ (ب) خضر علیہ السلام
کو علم فراست سکھلایا۔ وَعَلَّمنَاہُ مِن لَّدُنَّا عِلمًا (ہم نے خضر کو اپنے پاس سے علم سکھلایا) اس آیت مین علم سے فراست مراد ہے۔ (ج) یوسف علیہ السلام کو تعبیر کا علم سکھلایا۔ رَبِّ قَد آتَیتَنِی مِنَ المُلکِ
وَعَلَّمتَنِی مِن تَاوِیلِ الاَحَادِیثِ (اے پروردگار تونے مجھے بادشاہت دی۔ اور تونے تعبیر کا علم مجھے سکھلایا) (د) داؤد علیہ السلام کو زرہ بنانی سکھلائی وَعَلَّمنَاہُ صَنعَۃَ لَبُوسٍ لَّکُم۔۔
(ہم نے داؤد کو زرہ بنانی سکھلائی (ہ) سلیمان علیہ السلام کو جانورون کی بولیان سکھلائین۔ یَا اَیُّھَا النَّاسُ عُلِّمنَا مَنطِقَ الطَّیرِ (اے لوگو ہمین جانورون کی بولیان سکھلائی گئی ہین (و) عیسی
علیہ السلام کو توراۃ اور انجیل کا علم سکھلایا۔ وَیُعَلِّمُہُ الکِتَابَ وَالحِکمَۃَ وَالتَّورَاۃَ وَالاِنجِیلَ (اور اللہ عیسی کو کتاب اور حکمت اور توراۃ اور انجیل سکھلادیگا۔ (ز) اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کو شرع اور توحید سکھلائی۔ وَعَلَّمَکَ مَا لَم تَکُن تَعلَمُ (اے محمد جو تو نہین جانتا تھا اللہ نے تجھے وہ سکھلا دیا) وَیُعَلِّمُھُمُ الکِتَابَ وَالحِکمَۃَ (اور وہ اُن کو کتاب اور حکمت سکھلاتا ہے) اَلرَّحمٰنُ عَلَّمَ
القُرآنَ (رحمن نے محمد کو قرآن سکھلایا) آدم علیہ السلام کا علم ہی فرشتونکے سجدہ اور تحیہ کرنیکا سبب ہوا خضر علیہ السلام کا علم ہی موسی اور یوشع علیہما السلام جیسے شاگردون کے ملنے کا سبب ہوا۔ یوسف علیہ السلام
کا علم ہی اہل اور بادشاہت کے ملنے کا سبب ہوا۔ داؤد علیہ السلام کا علم ہی ریاست اور درجے کے ملنے کا سبب ہوا۔ سلیمان علیہ السلام کا علم ہی بلقیس کے ملنے کا۔ اور غلبہ کے حاصل ہونے کا سبب ہوا۔ عیسی علیہ السلام کا

تحیہ اور سلام ہوا تو جس نے خالق کی ذات اور صفات کو جانا اُسے فرشتوں کی جانب سے تحیہ اور سلام کیونکر نہ ہوگا۔ بلکہ اُسے پروردگار کی جانب سے تحیہ اور سلام ہوگا سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ (مہربان پروردگار
کی جانب سے قولی سلام ہے) خضر علیہ السلام کو فراست کے علم کے سبب سے موسیٰ علیہ السلام کی صحبت ملی۔ ای امت حبیب تمہیں حقیقت کے جاننے کے سبب سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کس طرح نہیں ملیگی فَاُولٰٓئِكَ مَعَ
الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ (وہ اُن نبیوں کے ساتھ میں۔ جن پر اللہ نے انعام کیا ہے) یوسف علیہ السلام کو خواب کی تعبیر اور تاویل کے علم کے سبب سے دُنیا کی قیدخانے سے نجات ہوئی۔ تو جو شخص اللہ کی کتاب کی
تاویل کا عالم ہے اُسے شبہوں کے قیدخانے سے کس طرح نجات نہوگی وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (اللہ جسے چاہتا ہے سیدھی راہ بتا دیتا ہے) اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام پر جو احسان کیا۔
یوسف علیہ السلام نے اُس احسان کا ذکر کیا۔ اور یہ ارشاد فرمایا وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ (ای پروردگار تو نے مجھے خوابوں کی تعبیر سکھلائی۔) ای عالم اللہ تعالیٰ نے جو تجھ پر احسان کیا ہے۔ کہ قرآن شریف کی تفسیر تجھے
سکھلائی ہے۔ تو اس احسان کا کیوں نہیں ذکر کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے جو نعمت تجھ کو دی ہے اُس سے بڑی کونسی نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے اپنے کلام کا مفسر اپنا ہمنام اپنے نبی کا وارث اپنی خلق کا سیدھی راہ کی طرف بلانیوالا
اپنے بندوں کا وعظ اور نصیحت کرنیوالا اپنے شہروں کے باشندوں کا چراغ جنت اور ثواب کی طرف خلق کا کھینچنے والا۔ دوزخ اور عذاب سے خلق کا چھڑانے والا بنایا۔ جیسا اِس حدیث میں آیا ہے اَلْعُلَمَاءُ سَادَةٌ
وَالْفُقَهَاءُ قَادَةٌ وَمُجَالَسَتُهُمْ زِيَادَةٌ (علماء سردار ہیں۔ اور فقہاء کھینچنے والے ہیں۔ اور اُنکے پاس بیٹھنا درجوں کی افزائش اور عزت ہے۔ (کا) جب تک مومن میں چھ خصلتیں نہوں وہ علم کی طلب کی
طرف راغب نہیں ہو سکتا (پہلی خصلت) یہ ہے۔ کہ وہ اس امر کو جانتا ہو کہ اللہ نے مجھے فرائض کے ادا کرنیکا حکم کیا ہے۔ اور میں علم کے بغیر فرائض ادا نہیں کر سکتا (دوسری خصلت) یہ ہے کہ وہ اس امر کو جانتا ہو۔
کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے گناہوں سے منع کیا ہے۔ اور میں علم کے بغیر گناہوں سے نہیں بچ سکتا (تیسری خصلت) یہ ہے۔ کہ وہ اس امر کو جانتا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کا شکر مجھ پر واجب کیا ہے۔ اور میں علم کے بغیر اللہ کی نعمتوں کا
شکر نہیں کر سکتا (چوتھی خصلت) یہ ہے۔ کہ وہ اس امر کو جانتا ہو۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ حکم کیا ہے۔ کہ میں تمام خلق کے درمیان انصاف کروں۔ اور میں علم کے بغیر تمام خلق کے درمیان انصاف نہیں کر سکتا (پانچویں خصلت)
یہ ہے کہ وہ اس امر کو جانتا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ حکم کیا ہے کہ میں اللہ کی بھیجی ہوئی مصیبت پر صبر کروں اور میں علم کے بغیر اللہ کی بھیجی ہوئی مصیبت پر صبر نہیں کر سکتا (چھٹی خصلت) یہ ہے کہ وہ اس امر کو جانتا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے
مجھے شیطان کے ساتھ دشمنی کرنیکا حکم کیا ہے۔ اور میں علم کے بغیر شیطان کے ساتھ دشمنی نہیں کر سکتا (کب) جنت کی راہ عالم اور زاہد اور عابد اور مجاہد ان چاروں کے اختیار میں ہے اگر زاہد اپنے دعوی میں سچا ہے تو اللہ اُسے امن دیگا
عابد اگر اپنے دعوی میں سچا ہو تو اللہ اُسے خوف اور ڈر عنایت کریگا۔ مجاہد اگر اپنے دعوی میں سچا ہے۔ تو اللہ اُسکی ثنا اور ستایش لوگوں کی زبان پر جاری کر دیگا۔ عالم اگر اپنے دعوی میں سچا ہے۔ تو اللہ اُسے حکمت مرحمت فرمائیگا
(کج) چار چیزوں سے چار چیزیں طلب کر۔ جگہ سے سلامت۔ اور رفیق سے کرامت۔ اور مال سے فراغت۔ اور علم سے منفعت۔ جس جگہ تجھے سلامتی نہو۔ اُس جگہ سے قیدخانہ بہتر ہے۔ اگر تیرا رفیق تیری بزرگی نہ کرے۔ تو
اُس سے کتا بہتر ہے۔ اگر تجھے مال کے سبب سے فراغت حاصل نہو۔ تو اُس مال سے مٹی کا ڈھیلا بہتر ہے۔ اگر تجھے علم سے منفعت حاصل نہو۔ تو اُس علم سے مرنا بہتر ہے۔ (کد) چار چیزوں کے بغیر چار چیزیں پوری نہیں ہوتیں۔ تقوی کے
بغیر دین۔ فعل کے بغیر قول۔ تواضع کے بغیر مروت۔ عمل کے بغیر علم۔ تقوی کے بغیر دین خطرناک ہے فعل کے بغیر قول باطل کی مانند ہے۔ تواضع کے بغیر مروت اُس درخت کی مانند ہے جسمیں پھل نہیں ہے۔ عمل کے بغیر علم
اُس ابر کی مانند ہے جسمیں مینہ نہیں ہے۔ (کہ) علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے جابر بن عبداللہ انصاری سے کہا۔ دنیا چار شخصوں کے سبب سے قائم ہے۔ اُس عالم کے سبب سے۔ جو اپنے علم پر عمل کرتا ہے۔ اُس جاہل کے سبب سے
جو علم کے سیکھنے سے انکار نہیں کرتا۔ اُس تونگر کے سبب سے جو مال کے دینے میں بخل نہیں کرتا۔ اُس فقیر کے سبب سے جو دنیا کے بدلے آخرت نہیں بیچتا جب عالم اپنے علم پر عمل نہیں کریگا۔ تو جاہل علم کے سیکھنے سے انکار کریگا۔ جب تونگر بخل کریگا
تو فقیر دنیا کے بدلے آخرت بیچیگا۔ اُن کیلئے ستر بار افسوس اور خرابی ہے۔ (کو) خلیل نے کہا ہے۔ آدمی کی چار قسمیں ہیں۔ پہلی قسم کا وہ آدمی ہے۔ جو جانتا ہے۔ اور وہ یہ بھی جانتا ہے۔ کہ میں جانتا ہوں۔ ایسا آدمی عالم
ہے۔ اُسکی پیروی کرنی چاہئیے۔ دوسری قسم کا وہ آدمی ہے۔ جو جانتا ہے اور وہ یہ نہیں جانتا کہ میں جانتا ہوں۔ ایسا آدمی غافل اور سویا ہوا ہے اُسے بیدار کرنا چاہئیے۔ تیسری قسم کا وہ آدمی ہے۔ جو نہیں جانتا
اور وہ یہ جانتا ہے۔ کہ میں نہیں جانتا ہوں۔ ایسا آدمی ہدایت کا طالب ہے اُسے ہدایت کرنی چاہیے (چوتھی قسم کا وہ آدمی ہے جو نہیں جانتا۔ اور وہ یہ بھی نہیں جانتا ہے کہ میں نہیں جانتا ہوں۔ ایسا آدمی شیطان ہے
اُس سے بچنا چاہیے۔ (کز) شریف اگرچہ امیر بھی ہو اُسے چار چیزوں سے انکار کرنا نہیں چاہئیے۔ اپنی مجلس سے باپ کی تعظیم کیلئے کھڑے ہونیسے۔ مہمان کی خدمت کرنے سے۔ اُس عالم کی خدمت کرنے سے
جس سے کچھ سیکھا ہے۔ جو چیز نہیں جانتا ہے۔ اُسے اُس شخص سے پوچھ لینے سے جو اُس سے علم میں زیادہ ہے۔ (کح) جب علماء حلال مال کے جمع کرنے میں مشغول ہونگے۔ تو عوام الناس مشکوک اور مشتبہ چیزیں کھانے لگیں گے
جب علماء مشکوک اور مشتبہ چیزیں کھانے لگیں گے۔ تو جاہل۔ حرام چیزیں کھانے لگیں گے۔ جب علماء حرام چیزیں کھانے لگیں گے۔ تو جاہل کافر ہو جائینگے۔ یعنی اگر وہ حرام چیزوں کے کھانے کو حلال جانیں۔ علم کی
فضیلت کی عقلی بہت سی دلیلیں ہیں۔ اُن میں سے (ایک) یہ ہے۔ چیزوں کی چار قسمیں ہیں۔ پہلی قسم کی وہ چیزیں ہیں جنہیں عقل پسند کرتی ہے۔ اور شہوت پسند نہیں کرتی۔ اور دوسری قسم کی وہ

[illegible]

قسم کی چیزین (یعنی جنہین عقل پسند کرتی ہے۔ اور شہوت پسند نہین کرتی) بیماریان اور دنیا کی سختیان ہین۔ اور دوسری قسم کی چیزین (یعنی جنہین شہوت پسند کرتی ہے۔ اور عقل پسند نہین کرتی) تمام گناہ ہین۔ تیسری قسم کی چیز (یعنی جسے عقل بھی پسند کرتی ہے۔ اور شہوت بھی) علم ہے۔ چوتھی قسم کی چیز (یعنی جسے نہ عقل پسند کرتی ہے۔ نہ شہوت) جہل اور نادانی ہے۔ لہذا علم بمنزلے جنت کے ہے۔ اور جہل بمنزلہ دوزخ جس طرح دوزخ کو نہ عقل پسند کرتی ہے نہ شہوت۔ اسیطرح جہل کو بھی نہ عقل پسند کرتی ہے۔ نہ شہوت۔ اور جس طرح جنت کو عقل اور شہوت دونون پسند کرتی ہین۔ اسیطرح علم کو بھی وہ دونون پسند کرتی ہین جس شخص نے جہل کو پسند کیا۔ اُس نے دوزخ کو پسند کیا۔ جو شخص علم مین مشغول ہوا۔ وہ جنت مین داخل ہوا۔ لہذا جس شخص نے دنیا مین علم کو پسند کیا۔ اُس سے آخرت مین یہ کہا جائیگا کہ تو جنت مین رہنے کا خوگر ہوگیا ہے۔ لہذا تو جنت مین جا۔ اور جسنے دنیا مین جہل پر کفایت کرلی ہے اُس سے آخرت مین یہ کہا جائیگا۔ کہ دوزخ مین رہنے کی تیری عادت ہوگئی ہے۔ لہذا تو دوزخ مین جا۔ اور علم کے جنت ہونے اور جہل کے دوزخ ہونیکی یہ دلیل ہے کہ محبوب کا ملنا ہی پوری لذت ہے۔ اور محبوب کی دوری اور جدائی پورا الم او تکلیف۔ اور زخم صرف اس سبب سے تکلیف دیتا ہے۔ کہ وہ بدن کے اجزا مین سے ایک جز کو اُس جز سے دور کرتا ہے۔ جو اُس جز کا محبوب ہے۔ اور محبوب جز اجتماع ہے۔ جب زخم نے اس اجتماع کو دور کیا تو اُس جز کے محبوب کو دور کیا۔ لہذا اُس کے سبب سے تکلیف ہوئی۔ اور آگ کے ساتھ جلانے مین صرف اسی سبب سے زخم کی تکلیف سے زیادہ شدید تکلیف ہے۔ کہ زخم صرف ایک معین جز کو دوسرے معین جز سے جدا کردیتا ہے اور آگ تمام اجزا مین گھس جاتی ہے۔ اور اُن مین سے ہرایک کو دوسرے سے الگ کردیتی ہے۔ چونکہ جلانے مین۔ تفریقات اور جدائیان زیادہ شدید ہین۔ اسی سبب سے اُس مین بہت سخت تکلیف ہے۔ محبوب کا ادراک ہی لذت ہے۔ کہانے کی لذت اُنہین مزون کا ادراک ہے جو بدن کے موافق ہین اسیطرح دیکہنے کی لذت صرف اسی سبب سے حاصل ہوتی ہے۔ کہ دیکہنے کی قوت اُن چیزون کے ادراک کی مشتاق ہے جو دکھائی دیتی ہین۔ لہذا دیکہنے کی قوت کیلئے اُن چیزون کا ادراک لذت ہے۔ اس بیان سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ محبوب کا علم اور ادراک لذت ہے۔ اور مکروہ کا علم اور ادراک الم اور تکلیف۔ جب تجہے یہ معلوم ہوچکا۔ تو اب ہم یہ بیان کرتے ہین کہ ادراک اور علم جسقدر زیادہ شدید ہوگا۔ اور مدرک اور عالم جسقدر زیادہ شریف اور کامل۔ اور مدرک اور معلوم جسقدر زیادہ مقدس اور باقی۔ اُسیقدر لذت زیادہ شریف اور کامل ہوگی۔ اور اسمین شک نہین ہے کہ عالم اور مدرک روح ہے۔ اور وہ بدن سے اشرف ہے۔ اور اسمین بھی شک نہین ہے کہ عقلی ادراک۔ ادراک کی اور سب قسمون سے اشرف ہے۔ اسکا بیان اللہ تعالیٰ کے قول اَللّٰہُ نُورُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ کی تفسیر مین آئیگا۔ اور معلوم کے اشرف ہونے مین بھی کسی طرح کا شک نہین ہے۔ کیونکہ معلوم تمام عالمون کا پروردگار اللہ اور اُسکی تمام مخلوقات (یعنی فرشتے اور آسمان اور عناصر اور جمادات اور نباتات اور حیوانات اور اُس کے تمام احکام اور اُسکے تمام اوامر اور نواہی) ہے۔ اور ان معلومات سے کونسا معلوم اشرف ہے۔ تو یہ بات ثابت ہوگئی۔ کہ علم کے کمال اور لذت سے زیادہ کوئی کمال اور لذت نہین ہے۔ اور جہل کی بدبختی اور نقصان سے زیادہ کوئی بدبختی اور نقصان نہین ہے۔ ہمارے اس قول کی ایک دلیل یہ بھی ہے۔ کہ جب ہم مین سے کسی سے کوئی علمی مسئلہ دریافت کیا جائے۔ اگر اُسے وہ مسئلہ معلوم ہو اور وہ اُس کا جواب باصواب دیسکتا ہو۔ تو اُسے اس سے بہت خوشی اور سرور حاصل ہوگا۔ اگر اُسے وہ مسئلہ معلوم نہو۔ تو وہ شرم وحیا کے سبب سے سر جھکا لیگا۔ اور یہ اس امر کی دلیل ہے۔ کہ علم کی لذت تمام لذتون سے اور جہل کی بدبختی تمام بدبختیون سے زیادہ ہے۔ جاننا چاہیے کہ اور بہت سی آیتین علم کی فضیلت پر دلالت کرتی ہین۔ ہم اُن کا بیان کرنا پہلے بھول گئے تھے۔ لہذا اب اُنہین بیان کرتے ہین (پہلی دلیل) یہ ہے۔ کہ سب سے پہلے یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۞ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۞ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۞ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۞ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ۞ (اپنے پروردگار کا نام لیکر پڑہ جس نے ہرایک چیز پیدا کی۔ جس نے انسان کو خون بستہ سے پیدا کیا۔ اور تیرا پروردگار ایسا بڑا کریم ہے۔ کہ اُس نے قلم کے وسیلے سے علم سکھلایا۔ اور انسان جو نہین جانتا تھا اُسے وہ سکھلا دیا) بعضے علما نے کہا ہے۔ کہ آیتون مین تناسب کا لحاظ ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قول خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ط (انسان کو خون بستہ سے پیدا کیا) اور اللہ تعالیٰ کے قول اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ (پڑہ اور تیرا پروردگار ایسا بڑا کریم ہے۔ جس نے قلم کے وسیلے سے علم سکھلایا) مین کیا مناسبت ہے۔ بعضے علما نے اس کا یہ جواب دیا ہے۔ کہ ان دونون آیتون مین یہ مناسبت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلی آیت مین انسان کا ابتدائی حال بیان کیا۔ اور وہ انسان کا خون بستہ ہونا ہے۔ اور وہ سب چیزون سے ادنی ہے۔ اور دوسری آیت مین انسان کا آخری حال بیان کیا۔ اور وہ انسان کا عالم ہونا ہے۔ اور وہ سب چیزون سے اشرف اور اعلیٰ ہے گویا اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا۔ ابتدا مین تیری یہ حالت تھی جو سب سے ادنی اور خسیس ہے۔ پھر آخر مین تیری یہ حالت ہوگئی۔ جو سب سے اشرف اور اعلیٰ ہے۔ اور ان دونون آیتون مین یہ مناسبت اُسی وقت ہوسکتی ہے کہ علم سب چیزون سے اشرف اور اعلیٰ ہو۔ کیونکہ اگر کوئی چیز علم سے اشرف اور اعلیٰ ہوتی۔ تو اس مقام مین اُسی چیز کا ذکر اولیٰ اور مناسب ہوتا۔ (دوسری دلیل) یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ

اصول فقہ کا یہ قاعدہ اس امر پر دلالت کرتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ پر جو اکرمیت یعنی بڑے کریم ہونے کا حکم کیا گیا ہے۔ اس حکم کی علت علم کا سکھانا اور عطا کرنا ہے۔ اگر علم سب چیزوں سے اشرف اور اعلیٰ نہ ہوتا تو علم کا سکھانا اور عطا کرنا۔ اکرمیت یعنی بڑے کریم ہونیکی علت نہوتا۔ (تیسری دلیل) یہ آیت ہے۔ اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَآءُ (اللہ کے بندوں میں سے اللہ سے صرف علمار ہی ڈرتے ہیں) یہ آیت علم کی فضیلت پر تین طریق سے دلالت کرتی ہے (پہلا طریق) یہ ہے۔ کہ یہ آیت اس امر پر دلالت کرتی ہے۔ کہ علمار اہل جنت میں سے ہیں۔ اسکی دلیل یہ ہے۔ کہ علمار ڈرنیوالوں میں سے ہیں۔ اور جو ڈرنے والوں میں سے ہے۔ وہ اہل جنت میں سے ہے۔ اس سے یہ بات ثابت ہوئی اور یہ نتیجہ نکلا۔ کہ علمار اہل جنت میں سے ہیں۔ علماء ڈرنے والوں میں سے ہیں۔ اس کے ثبوت کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے۔ اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَآءُ (اللہ کے بندوں میں سے اللہ سے صرف علمار ہی ڈرتے ہیں۔ اور ڈرنے والے اہل جنت میں سے ہیں۔ اس کے ثبوت کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے۔ جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ (اُن کے پروردگار کے پاس اُنکی جزار ہمیشہ رہنے کی جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں) تا قول عز وجل ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهٗ (یہ ان لوگوں کیلئے ہے۔ جو اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں) اور یہ آیت بھی اس کے ثبوت کی دلیل ہے۔ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ۚ (جو اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا۔ اُسکے لیے دو جنتیں ہیں) اور یہ حدیث قدسی بھی اس کے ثبوت کی دلیل ہے۔ وَعِزَّتِیْ وَجَلَالِیْ لَا اَجْمَعُ عَلٰی عَبْدِیْ خَوْفَیْنِ وَلَا اَجْمَعُ لَهٗ اَمْنَیْنِ فَاِذَا اَمِنَنِیْ فِی الدُّنْیَا اَخَفْتُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَاِذَا خَافَنِیْ فِی الدُّنْیَا اٰمَنْتُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ (میں اپنی عزت اور بزرگی کی قسم کھاتا ہوں۔ کہ میں اپنے بندے پر نہ دو خوف جمع کروں گا۔ اور نہ دو امن۔ اگر دنیا میں میرا بندہ مجھسے نڈر رہا۔ تو میں اُسے قیامت کے دن ڈراؤں گا۔ اگر دنیا میں مجھسے ڈرتا رہا۔ تو میں اُسے قیامت کے دن امن دوں گا) جاننا چاہیے۔ کہ اس دلیل کے دونوں مقدمے عقلی دلیل سے بھی ثابت ہو سکتے ہیں۔ اس مقدمے کے ثبوت کی عقلی دلیل کہ جو شخص اللہ کو جانتا ہے۔ وہ اُس سے ضرور بالضرور ڈرتا ہے۔ یہ ہے۔ کہ جو شخص جس چیز کو نہیں جانتا۔ وہ اُس سے نہیں ڈر سکتا۔ اور کسی چیز کی صرف ذات کے جاننے سے بھی اُس چیز کا خوف اور ڈر نہیں ہو سکتا۔ بلکہ خوف اور ڈر کے لئے ذات کی جاننے کے ساتھ تین صفتوں کا جاننا بھی ضروری ہے۔ ان تین صفتوں میں سے ایک صفت قدرت ہے۔ یعنی جو شخص جسے قادر نہیں جانتا۔ وہ اُس سے نہیں ڈرتا۔ بادشاہ یہ جانتا ہے۔ کہ میری رعیت کو میرے بُرے اور ناشایستہ فعلوں کی خبر ہے۔ لیکن وہ رعیت سے اس سبب سے نہیں ڈرتا کہ وہ یہ جانتا ہے۔ کہ رعیت مجھے منع نہیں کر سکتی۔ رعیت کو منع کرنیکی قدرت نہیں ہے۔ دوسری صفت علم ہے۔ یعنی جو شخص جسے عالم نہیں جانتا وہ اُس سے نہیں ڈرتا۔ یعنی جو شخص جسے یہ نہیں جانتا۔ کہ وہ میرے حال کو جانتا ہے۔ وہ اُس سے نہیں ڈرتا۔ جو چور بادشاہ کا مال چُراتا ہے۔ وہ یہ تو جانتا ہے کہ بادشاہ چوری سے منع کر سکتا ہے۔ بادشاہ کو چوری سے منع کرنیکی قدرت ہے۔ لیکن وہ یہ بھی جانتا ہے۔ کہ بادشاہ کو میری چوری کرنے کی خبر نہیں ہے۔ اس سبب سے وہ بادشاہ سے نہیں ڈرتا تیسری صفت حکمت ہے۔ یعنی جو شخص جسے حکیم نہیں جانتا۔ وہ اُس سے نہیں ڈرتا۔ جو مسخرہ بادشاہ کے پاس تمسخر کرتا ہے۔ وہ یہ بھی جانتا ہے۔ کہ بادشاہ تمسخر کرنے سے منع کر سکتا ہے۔ بادشاہ کو منع کرنیکی قدرت ہے۔ اور یہ بھی جانتا ہے۔ کہ بادشاہ کو میرے بری اور ناشایستہ فعلوں کی خبر ہے۔ لیکن وہ یہ بھی جانتا ہے۔ کہ بادشاہ بری اور ناشائستہ باتوں کے کرنے سے خوش ہوتا ہے۔ اس سبب سے وہ بادشاہ سے نہیں ڈرتا۔ اگر وہ یہ بھی جانتا ہو کہ بادشاہ کو میری بُری اور ناشایستہ فعلوں کی خبر ہے۔ اور یہ بھی جانتا ہو کہ بادشاہ مجھے بُری اور ناشائستہ فعلوں سے منع کر سکتا ہے۔ اور یہ بھی جانتا ہو کہ بادشاہ حکیم ہے۔ بُرے اور ناشایستہ فعلوں سے خوش نہیں ہوتا۔ تو ان تینوں علموں کے سبب سے اُس کے دل میں بادشاہ کا خوف اور ڈر ہوگا۔ اس بیان سے یہ بات ثابت ہوگئی۔ کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے اُسیوقت ڈرتا ہے۔ کہ وہ یہ جانتا ہو کہ اللہ تعالیٰ سب چیزوں کو جانتا ہے۔ سب چیزوں پر قادر ہے۔ کسی بری اور ناشائستہ بات سے خوش نہیں ہوتا۔ لہذا یہ امر ثابت ہوگیا کہ خوف اور ڈر علم باللہ کو لازم ہے۔ یعنی جو شخص اللہ کو جانتا ہے وہ ضرور بالضرور اللہ سے ڈرتا ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ اللہ سے نہ ڈرے۔ اور اس مقدمے کے ثبوت کی عقلی دلیل۔ کہ ڈرنے والا اہل جنت میں سے ہے۔ یہ ہے کہ جسوقت بندے کو دُنیوی لذت ظاہر اور آشکارا ہوئی۔ اور وہ لذت اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف ہے۔ اور اُس کے کرنے میں نفع بھی ہے۔ اور ضرر بھی تو عقل یہی حکم کرتی ہے۔ کہ جس جانب کو رجحان اور غلبہ ہے اسی جانب کو ترجیح دینی چاہیے۔ جب بندے نے ایمان کے نور سے یہ جان لیا کہ دُنیوی لذت آخرت کے عذاب کے مقابلے میں نہایت حقیر اور بے حقیقت ہے۔ تو اس کا یہ علم اور یہ ایمان اُس دنیوی لذت سے نفرت کرنے کا سبب ہوا۔ اور اسی کا نام خشیت اور ڈر ہے۔ اور جب بندے نے اُن چیزوں کو چھوڑ دیا جنکے کرنے سے منع کیا ہے۔ اور اُن چیزوں کو کیا۔ جن کے کرنے کا حکم کیا ہے۔ تو وہ اہل ثواب اور اہل جنت میں سے ہوا۔ لہذا نقلی و عقلی دلائل سے یہ امر ثابت ہوگیا۔ کہ عالم باللہ یعنی جو اللہ کو جانتا ہے

ہی ڈرتے ہیں۔ علماء کے سوا اور کوئی نہیں ڈرتا۔ اور دوسری آیت (یعنی ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهٗ۔ یعنی جنت اُن لوگوں کے لیے ہے۔ جو اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں) اِس بات پر
دلالت کرتی ہے۔ کہ جنت اللہ سے ڈرنے والوں کے لئے ہے۔ اور جنت کا اوروں کے لیے ہونا ڈرنے والوں کے لئے ہونیکے خلاف ہے۔ یعنی جب جنت ڈرنے والوں کے لیے ہوئی۔ تو ڈرنے والوں کے
سوا اوروں کے لیے نہیں ہوسکتی۔ لہٰذا ان دونوں آیتوں کا مجموعہ اس امر کی دلیل ہے۔ کہ جنت صرف علماء ہی کے لیے ہے۔ اور دوں کے لیے نہیں ہے۔ جاننا چاہیے کہ اس آیت میں بڑی
سخت تہدید اور تخویف ہے کیونکہ اس آیت سے یہ بات ثابت ہوئی۔ کہ اللہ تعالیٰ کا خوف اور ڈر علم باللہ کو لازم ہے یعنی یہ نہیں ہوسکتا۔ کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کو جانتا ہو۔ اور اُسے اللہ تعالیٰ
کا خوف اور ڈر نہ ہو۔ اور لازم کے نہونے سے ملزوم کا نہ ہونا لازم آتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے خوف اور ڈر کے نہونے سے اللہ تعالیٰ کا نہ جاننا لازم آتا ہے۔ اور یہہ دقیقہ اور نکتہ
تجھے اس بات سے آگاہ کرتا ہے۔ کہ جس علم سے اللہ تعالیٰ کا خوف اور ڈر پیدا ہوتا ہے۔ وہی علم اللہ تعالیٰ کے قرب اور نزدیکی کا سبب ہے۔ اور مجادلے کے جمیع اقسام اگرچہ دقیق اور
غامض ہیں۔ جب اُن سے اللہ تعالیٰ کا خوف اور ڈر پیدا نہیں ہوتا۔ تو وہ اُس علم میں سے ہیں۔ جو قبیح اور مذموم ہے۔ (تیسیر الطریق) اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهُ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا اللہ کے رفع
(پیش) اور علماء کے نصب (زبر) کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے۔ اور اس قرأت کے یہ معنی ہیں۔ کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی سے ڈر سکتا۔ اور اللہ تعالیٰ کا ڈرنا ممکن ہوتا۔ تو اللہ تعالیٰ علماء
ہی سے ڈرتا۔ کیونکہ علماء ہی جائز اور ناجائز میں امتیاز کرسکتے ہیں۔ جاہل کو جائز اور ناجائز میں کچھ امتیاز نہیں ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کو جاہل کی کچھ پروا اور جاہل کی طرف کچھ التفات نہیں ہے
اس قرأت سے علماء کی نہایت تعظیم اور بہت بڑا درجہ سمجھا جاتا ہے (چوتھی دلیل) یہ آیت ہے۔ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا (اے محمد تو یہ کہہ اے پروردگار میرا علم اور زیادہ کر دے) یہ آیت اس امر کی بہت
بڑی دلیل ہے۔ کہ علم سب چیزوں سے زیادہ نفیس اور علم کا مرتبہ سب چیزوں سے زیادہ بلند اور اللہ تعالیٰ کو علم کی سب چیزوں سے زیادہ محبت ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سے یہ خاص علم ہی کی نسبت ارشاد فرمایا۔ کہ ہم سے یہ کہو۔ اے پروردگار میرا علم اور زیادہ کر دے۔ علم کے سوا اور کسی چیز کی نسبت یہ ارشاد نہیں فرمایا۔ قتادہ نے کہا ہے اگر
حاصل شدہ علم پر کوئی شخص اکتفا کرسکتا۔ تو موسیٰ علیہ السلام بھی اکتفا کرتے۔ اور یہ ارشاد نہ فرماتے هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓی اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا (کیا میں آپکے ساتھ اس شرط پر
چلوں کہ جو کچھ آپ کو علم دیا گیا ہے۔ اُس میں سے آپ کچھ مجھے بھی سکھائیں) (پانچویں دلیل) سلیمان علیہ السلام کے پاس دُنیا کا ملک جسقدر تھا مشہور اور معروف ہے۔ آپ نے یہ دعا مانگی تھی
رَبِّ هَبْ لِیْ مُلْكًا لَّا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْ (اے پروردگار مجھے اس قدر ملک دے۔ کہ میرے بعد پھر کسی کو اُس قدر نہ ملے) پھر بھی سلیمان علیہ السلام نے دُنیا کے ملک پر فخر نہیں
کیا علم ہی پر فخر کیا۔ اور یہ ارشاد فرمایا۔ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّیْرِ وَاُوْتِیْنَا مِنْ كُلِّ شَیْءٍ (اے لوگو ہمیں پرندوں کی بولی سکھلائی گئی۔ اور ہمیں ہر ایک چیز دی گئی
سلیمان علیہ السلام نے پرندوں کی بولی جاننے پر فخر کیا۔ جب سلیمان علیہ السلام کو اس علم پر فخر کرنا زیبا اور شایان ہوا۔ تو مومن کو رب العالمین کی معرفت پر فخر کرنا بدرجۂ اولیٰ زیبا
اور شایان ہے۔ اور نیز پرندوں کی بولی جاننے کے بیان کو مقدم کیا۔ اور ہر ایک چیز کے دیے جانے کے بیان کو مؤخر۔ اور نیز جب اللہ تعالیٰ نے اُن کے کمال کا ذکر کیا۔ تو پہلے علم کا بیان کیا
اور یہ ارشاد فرمایا۔ وَدَاوٗدَ وَسُلَیْمٰنَ اِذْ یَحْكُمٰنِ فِی الْحَرْثِ (اور داؤد اور سلیمان کا اُسوقت کا ذکر کر جسوقت وہ دونوں کھیتی کے جھگڑے کا فیصلہ کرنے لگے) تا قول عزوجل
وَكُلًّا اٰتَیْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا (ہم نے دونوں میں سے ہر ایک کو حکمت اور دانش دی) پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اُن کا وہ حال بیان کیا۔ جو دنیا سے تعلق رکھتا ہے۔ اور یہ علم کے
اشرف ہونیکی دلیل ہے (چھٹی دلیل) بعضے علماء نے کہا ہے۔ ہُدہُد باوجودیکہ نہایت ہی ضعیف ہے۔ اور باوجودیکہ وہ معرض عتاب میں تھا۔ پھر بھی اُس نے سلیمانؑ سے یہ کہا اَحَطْتُّ بِمَا
لَمْ تُحِطْ بِهٖ (میں اُس چیز کی خبر لے آیا جسکی خبر تجھے نہ تھی) اگر علم تمام چیزوں سے افضل نہوتا۔ تو ہُدہُد کو سلیمان علیہ السلام کی مجلس میں ایسے کلام کرنے کا ہرگز حوصلہ نہوتا۔ اور اسی سبب سے جب کوئی ادنیٰ اور
ذلیل آدمی علم پڑھ لیتا ہے۔ تو اسکے قول پر بادشاہ بھی عمل کرتے ہیں اور یہ صرف علم ہی کی برکت ہے (ساتویں دلیل) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ گھڑی بھر فکر کرنا ساٹھ برس کی
عبادت سے بہتر ہے۔ اور فکر کے افضل ہونیکی دو وجہیں ہیں۔ (پہلی وجہ) یہ ہے۔ کہ فکر تجھے اللہ کی طرف پہنچاتا ہے۔ اور عبادت اللہ کے ثواب کیطرف۔ اور جو چیز تجھے اللہ تعالیٰ کی طرف پہنچائے۔ وہ اُس چیز سے
بہتر ہے۔ جو کسی اور چیز کیطرف پہنچائے (دوسری وجہ) یہ ہے۔ کہ فکر دل کا کام ہے۔ اور طاعت اور اعضاء کا۔ اور دل اور اعضاء سے اشرف ہے۔ تو دل کا کام بھی اور اعضاء کے کام سے اشرف ہے۔ اور یہ آیت بھی
اسی وجہ کی تائید کرتی ہے۔ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ (میری ذکر کے لئے نماز پڑھ) اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ ارشاد فرمایا کہ نماز دل کے ذکر کا وسیلہ ہے۔ اور یہ بات ظاہر ہے۔ کہ مقصود

علم کی فضیلت کی حدیثیں

عَلَیْکَ عَظِیْمًا (جو تو نہین جانتا تھا۔ اللہ نے تجھے سکھلا دیا۔ اور تیری اوپر اسکی بڑی مہربانی ہی) اس آیت مین اللہ تعالیٰ نے علم کو عظیم (یعنی بڑا) ارشاد فرمایا۔ اور اللہ تعالیٰ نے حکمت کو
خیر کثیر (یعنی بڑی بھلائی) کہا ہی۔ اور حکمت سے علم ہی مراد ہی۔ اور یہ بھی ارشاد فرمایا ہے۔ اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ (رحمٰن نے قرآن سکھلا دیا) اللہ تعالیٰ نے اس آیت مین اس نعمت یعنی
تعلیم قرآن کے بیان کو اور سب نعمتون کے بیان سے مقدم کیا۔ اور یہ اس امر کی دلیل ہی۔ کہ یہ نعمت یعنی تعلیم قرآن اور سب نعمتون سے افضل ہی (نوین دلیل) یہ ہی۔ کہ اللہ تعالیٰ کی باقی اور تمام
کتابین علم کی فضیلت کی شاہد ہین۔ اللہ تعالیٰ نے تورات مین موسیٰ علیہ السلام سی یہ ارشاد فرمایا۔ ای موسیٰ حکمت کی تعظیم کر اور حکمت کو بڑا جان۔ مین جس بندی کو بخشنا چاہتا ہون اُسی کے
دل مین حکمت ڈالتا ہون۔ ای موسیٰ تو حکمت کو سیکھ پھر اُسپر عمل کر۔ پھر اُسے خرچ کر یعنی اورون کو سکھا۔ تاکہ اس سبب سے دُنیا اور آخرت مین میری کرامت تجھے ملے۔ اور اللہ تعالیٰ نے زبور مین یہ
ارشاد فرمایا ہی۔ ای داؤد بنی اسرائیل کے احبار اور رھبان سے یہ کہدی۔ تم متقیون سی بات چیت کیا کرو۔ اگر تمہین کوئی متقی نہ ملے۔ تو تم علما سی بات چیت کیا کرو۔ اگر تمہین کوئی عالم بھی نہ ملے۔ تو تم عقلا سے
بات چیت کیا کرو۔ تقویٰ اور علم اور عقل یہ تین مرتبے ہین۔ مین اپنی خلق مین سی جسی ہلاک کرنا چاہتا ہون اُسی ان تینون مرتبون مین سی کوئی مرتبہ نہین دیتا۔ اور مین یہ کہتا ہون۔ کہ اللہ تعالیٰ نے
نے تقویٰ کو علم سی صرف اس سبب سے مقدم کیا کہ تقویٰ علم کے بغیر نہین پایا جاتا۔ جیسا ہم بیان کر چکے ہین۔ کہ خوف اور ڈر علم کے بغیر نہین پایا جاتا۔ علم کے ساتھ ہی پایا جاتا ہے۔ اور علم تقویٰ کے بغیر پایا جاتا ہے
یعنی یہ نہین ہو سکتا۔ کہ کوئی شخص متقی ہو اور عالم نہو۔ اور یہ ہو سکتا ہی کہ عالم ہو اور متقی نہو۔ اور جس شخص مین تقویٰ اور علم دونون ہین۔ وہ اُس شخص سی افضل اور بہتر ہی جسمین صرف علم ہے۔ تقویٰ نہین ہے۔ اور علم کو بھی
عاقل سی اسی نکتے کے سبب سے مقدم کیا ہی۔ کیونکہ یہ نہین ہو سکتا کہ کوئی شخص عالم ہو۔ اور عاقل نہو۔ اور یہ ہو سکتا ہے۔ کہ عاقل ہو۔ اور عالم نہو۔ عقل بمنزلے تخم کے ہی۔ اور علم بمنزلے درخت کے
اور تقویٰ بمنزلے پھل کے۔ اللہ تعالیٰ نے انجیل کی سترھوین سورت مین یہ ارشاد فرمایا ہی۔ اُس شخص پر افسوس ہی۔ کہ جس نے یہ سن لیا۔ کہ فلان جگہ علم ہی۔ اور پھر اُس نے علم طلب نہین کیا۔ وہ
بھی جاہلون کے ساتھ جہنم مین ڈالا جائیگا۔ علم طلب کرو۔ علم سیکھو۔ اگر علم تمہین نیکبخت نہین کریگا۔ تو بدبخت بھی نہین کرے گا۔ اگر علم تمہین بلند اور ذی عزت نہین کریگا۔ تو پست اور ذلیل
بھی نہین کریگا۔ اگر علم تمہین تونگر اور غنی نہین کریگا۔ تو تمہین محتاج اور فقیر بھی نہین کریگا۔ اگر علم تمہین نفع نہین دیگا۔ تو تمہین ضرر بھی نہین دیگا تمہین یہ کہنا نہین چاہیے۔ کہ ہم اس بات سے
ڈرتے ہین۔ کہ ہم علم پڑھین۔ اور اُسپر عمل نکرین۔ بلکہ تمہین یہ کہنا چاہئے۔ کہ ہمین یہ اُمید ہی۔ کہ ہم علم حاصل کرین۔ اور اُسپر عمل کرین۔ اور علم۔ علم والے کا شفیع ہی یعنی علم۔ علم والے کی
شفاعت اور سفارش کریگا۔ اور علم والے کا اللہ تعالیٰ پر یہ حق ہی۔ کہ اللہ تعالیٰ اُسے رُسوا نہ کری۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن یہ ارشاد فرمائیگا۔ ای علما کے گروہ تمہین اپنی پروردگار
کے ساتھ کیا گمان تھا۔ وہ یہ کہین گے کہ ہمین یہ گمان تھا۔ کہ ہمارا پروردگار ہم پر رحم کریگا۔ اور ہمین بخشدیگا۔ اللہ تعالیٰ یہ سنتے ہی یہ ارشاد فرمائیگا۔ مین نے تمپر رحم کیا۔ اور مین نے
تمہین بخشدیا۔ مین نے تمہین حکمت اس سبب سے نہین دی تھی۔ کہ مین نے تمہاری ساتھ بُرائی کرنیکا ارادہ کیا تھا۔ بلکہ اس سبب سے دی تھی۔ کہ مین نے تمہاری ساتھ بھلائی کرنیکا ارادہ کیا تھا۔ تم
میری رحمت سی میری نیک بندون کیساتھ جنت مین چلے جاؤ۔ مقاتل بن سلیمان نے یہ کہا ہی۔ کہ مین نے انجیل مین یہ دیکھا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ بن مریم علیہما السلام سی یہ ارشاد فرمایا
ای عیسیٰ علما کی تعظیم کر۔ اور اُن کی فضیلت پہچان۔ مین نے علما کو نبیون اور رسولون کے سوا اور تمام خلق پر ایسی فضیلت دی ہی جیسی فضیلت سورج کو چاند اور تارون پر ہی۔ اور آخرت کو
دنیا پر۔ اور مجھے ہر چیز پر۔

## علم کی فضیلت کی حدیثین

(ا) عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا۔ کہ قیامت کے دن اللہ
تعالیٰ علماء سے یہ کہیگا۔ کہ مین نے تمہین علم اس ارادی سی نہین دیا تھا کہ مین تمہین عذاب مین مبتلا کرون۔ تم جنت مین چلے جاؤ خواہ تمہارا عمل کچھ ہی کیون نہ ہو۔ (ب) ابوہریرہ اور ابن
عباس نے فرمایا ہی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات سی پہلے ایک خطبہ نہایت ہی بلیغ ارشاد فرمایا۔ اور وہ خطبہ اُن خطبون مین سی جو مدینے مین ارشاد فرمائے ہین آخری خطبہ تھا آپ نے
ارشاد فرمایا جس نے علم سیکھا۔ اور علم مین تواضع اور فروتنی اختیار کی۔ اور جو ثواب اللہ کے پاس ہی۔ اُسکے حاصل کرنے کے ارادی سی۔ اللہ کے بندون کو علم سکھلایا۔ جنت مین اُس سی زیادہ
کسی کو ثواب اور مرتبہ نہین ملیگا۔ اور جنت مین جو مرتبہ اور نفیس و بلند درجہ ہی۔ اُس مین اُس کا حصہ سب سے زیادہ ہوگا۔ (ج) ابن عمرؓ سے روایت ہی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد
فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا۔ تو سونے کے منبر گرداگرد رکھے جائینگے۔ اور اُنپر موتی اور یاقوت اور زمرد کے جڑے ہوی چاندی کے قبے ہونگے۔ اور اُن کی مسندین سندس اور استبرق
کی ہونگی۔ پھر رحمٰن کا پکارنے والا پکاریگا۔ کہ جنہون نے محمد کی امت کے لوگون کے پاس لوجہ اللہ علم پہنچایا ہی۔ وہ لوگ کہا ہین۔ وہ جنت مین جانے تک ان منبرون پر بیٹھین۔ انھین کسی قسم کا خوف

راضی ہو جاتے ہین۔ اللہ بھی اُن سے تھوڑے سے عمل پر راضی ہو جائیگا۔ اور وہ لا الٰہ الا اللہ ہی کے کہنے سے جنت مین داخل ہو جائین گے (ش) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ علم کی طلب مین جسکے دونون پاؤن گرد آلود ہو۔ اللہ نے اُس کا جسم دوزخ کی آگ پر حرام کر دیا۔ اور اُسکے دونون فرشتون نے اُسکے گناہون کی بخشش چاہی۔ اگر وہ علم کی طلب ہی مین مر گیا تو شہید مرا۔ اور اُسکی قبر جنت کے باغون مین سے ایک باغ ہے۔ اور اُسکی نگاہ جہانتک پہنچ سکتی ہے۔ وہان تک اُسکی قبر وسیع اور فراخ کر دیجائیگی۔ اور وہ اپنے ہمسایونکی اپنی داہنی جانب کی چالیس قبرین اور بائین جانب کی چالیس قبرین اور پیچھے کی چالیس قبرین اور آگے کی چالیس قبرین روشن کر دیگا۔ عالم کی نیند عبادت ہے۔ اور مذاکرہ تسبیح اور سانس صدقہ۔ اور عالم کی دونون آنکھون سے جو قطرہ ٹپکیگا وہ دوزخ کی آگ کے ایک دریا کو بجھا دیگا۔ جسنے عالم کی اہانت اور حقارت کی اُسنے علم کی اہانت اور حقارت کی۔ اور جسنے علم کی اہانت اور حقارت کی۔ اُسنے نبی کی اہانت اور حقارت کی۔ اور جسنے نبی کی اہانت اور حقارت کی اُسنے جبریل کی اہانت اور حقارت کی۔ اور جسنے جبریل کی اہانت اور حقارت کی اُسنے اللہ کی اہانت اور حقارت کی۔ اور جس نے اللہ کی اہانت اور حقارت کی۔ اللہ قیامت کے دن اُسکی اہانت اور حقارت کریگا (ق) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو سب سے زیادہ جواد اور سخی ہے۔ مین تمہین بتاؤن۔ لوگون نے کہا ہان یا رسول اللہ۔ آپ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ جواد اور سخی ہے۔ اور آدم کی اولاد مین سب سے زیادہ جواد اور سخی مین ہون۔ اور میرے بعد سب سے زیادہ جواد اور سخی وہ عالم ہے۔ جو عالم مین اپنا علم پھیلاتا ہے۔ وہ اکیلا قیامت کے دن ایک اُمت کی برابر ہوگا۔ اور وہ شخص بھی سب سے زیادہ جواد اور سخی ہے جس نے اللہ کی راہ مین یہانتک جہاد کیا۔ کہ مقتول ہو گیا (ر) صحیح مسلم مین ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص دنیا کی مصیبتون مین سے کوئی مصیبت دور کریگا۔ اللہ اُس سے آخرت کی مصیبتون مین سے کوئی مصیبت دور کریگا۔ جو شخص کسی تنگدست پر نرمی اور آسانی کریگا۔ اللہ اُس پر دنیا اور آخرت مین نرمی اور آسانی کریگا۔ جب تک بندہ اپنے بھائی مسلمان کی مدد کرتا ہے۔ اُسوقت تک اللہ اُس بندے کی مدد کرتا ہے۔ جو شخص علم کی طلب کے لیے کوئی راہ قطع کریگا۔ اللہ اُسکے لیے جنت کی راہ سہل اور آسان کر دیگا۔ جو لوگ اللہ کی مسجدون مین سے کسی مسجد مین جمع ہو کر قرآن کی تلاوت کرتے ہین۔ اُن پر اطمینان نازل ہوتا ہے۔ اور اُنہین رحمت ڈھانک لیتی ہے۔ اور فرشتے اُنکے گرد اگرد ہو جاتے ہین۔ اور اللہ اُنکا ذکر اُن سے کرتا ہے جو اُسکے پاس ہین (خ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ قیامت دن تین گروہون کی شفاعت قبول کیجائیگی۔ سب سے پہلے انبیا کی۔ پھر علما کی۔ پھر شہدا کی۔ اس حدیث کے راوی (یعنی روایت کرنے والے) یہ کہا ہے کہ علما کا مرتبہ انبیا کے سوا اور سب سے بڑا ہے۔ یعنی انبیا کے بعد علما کا مرتبہ ہے۔ اور علما کے بعد شہدا کا۔ اور شہدا کے بعد اور سب لوگون کا۔ (ط) معاذ بن جبل سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ تم علم سیکھو۔ علم کا سیکھنا اللہ کا خوف اور ڈر ہے۔ اور علم کی طلب عبادت۔ اور علم کا ذکر اور کار تسبیح۔ اور علم کی بحث جہاد۔ اور علم کا سکھلانا صدقہ۔ اور جنہین علم کی اہلیت اور قابلیت ہے۔ انہین علم کا دینا قرب الٰہی۔ کیونکہ علم ہی حرام اور حلال بتاتا ہے۔ علم ہی جنت کی راہون کا مینار ہے۔ علم ہی وحشت کے وقت کا انیس و ہمدم ہے۔ علم ہی وحدت اور تنہائی کے وقت کا رفیق اور ہمنفس ہے۔ علم ہی خلوت کے وقت کا ہمنشین اور بات چیت کرنے والا ہے۔ علم ہی خوشی اور غم کے وقت کا رہنما ہے۔ علم ہی عدوکشی کا ہتیار ہے۔ علم ہی اختلاف کے وقت دین ہے۔ علم ہی کے سبب سے اللہ تعالیٰ بہت سی قومون کا مرتبہ بلند کرتا ہے اور نیکی کا رہنما بناتا ہے۔ اُن سے ہدایت اور رہنمائی ہوتی ہے۔ اور اُنہین امامت اور پیشوائی عطا فرماتا ہے۔ سب لوگ اُنہین کے قدم بقدم چلتے ہین۔ اُنہین کے افعال کی پیروی کرتے ہین اُنہی کی راے کو تسلیم اور قبول کرتے ہین۔ فرشتے اُنکی مجلس مین بڑی رغبت اور آرزو سے آتے ہین۔ اور اپنے بازوؤن کے ساتھ اُنہین چھوتے ہین۔ اور نمازون مین اُنکے گناہون کی بخشش چاہتے ہین۔ اور ہر خشک و تر یہانتک کہ دریا کی مچھلیان اور دریا کے جانور اور جنگل کے درندے اور جنگل کے چوپائے۔ اور آسمان اور آسمان کے تارے سب اُنکے گناہون کی بخشش کے طالب ہوتے ہین۔ کیونکہ علم ہی دلون کی زندگی ہے۔ علم ہی آنکھون کا نور ہے۔ علم ہی بدنون کی قوت ہے۔ علم ہی بندے کو بزرگون اور بادشاہون کی مجلسون تک پہنچاتا ہے۔ علم ہی سے دنیا اور آخرت مین بڑے بڑے درجے حاصل ہوتے ہین۔ اور علم مین غور اور فکر کرنا روزہ رکھنے کی برابر ہے۔ اور علم کا پڑھنا نماز پڑھنے کی برابر۔ علم ہی سے اللہ کی طاعت اور عبادت کی جاتی ہے۔ علم ہی سے اللہ کی بزرگی اور توحید ثابت کی جاتی ہے۔ علم ہی سے صلہ رحمی ہوتی ہے۔ علم ہی سے حرام حلال پہچانا جاتا ہے۔ (ی) ابو ہریرہ رضی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ انسان کے مرتے ہی انسان کا عمل ختم ہو جاتا ہے۔ مگر جو شخص ایسا صدقہ چھوڑ جائے۔ جو ہمیشہ جاری رہے یا ایسا علم چھوڑ جائے۔ جس سے لوگون کو نفع ہو۔ یا نیک اولاد چھوڑ جائے۔ جو اُسکے لیے دعاے خیر کرتی رہے اُس کا عمل ختم نہین ہوتا۔ جاری رہتا ہے۔ (یا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تمہین اپنی حاجت روائی کے لیے کسی سے کہنا ہو۔ تو آدمیون سے کہو۔ لوگون نے کہا۔ اے رسول اللہ آدمی کون لوگ ہین۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ اہل قرآن۔ لوگون نے کہا۔ اہل قرآن کے بعد پھر آدمی

وہ لوگ مراد ہیں جنہیں قرآن کے معانی محفوظ ہیں (یب) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے جس نے نیکی کرنے کا حکم کیا۔ اور بدی کرنے سے منع کیا۔ وہ زمین میں اللہ اور اللہ کی کتاب اور اللہ کے
رسول کا خلیفہ ہے۔ اور دنیا بندوں کے لیے سم قاتل ہے۔ دنیا میں تم اسقدر لو۔ جسقدر دواؤں میں زہر ڈالتے ہیں۔ تاکہ تمہیں نجات اور رستگاری ہو۔ اس حدیث کے راوی نے یہ کہا ہے۔ اس حدیث میں
علما بھی داخل ہیں۔ کیونکہ وہ یہی کہتے رہتے ہیں۔ یہ حرام ہے اس سے بچو۔ یہ حلال ہے۔ اسے کرو (یج) عالم ایک ایسا نبی ہے جسپر وحی نازل نہیں ہوئی ہے۔ (ید) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد
فرمایا ہے۔ تجھے عالم۔ یا طالب علم۔ یا علم کا سننے والا۔ یا علم سے محبت رکھنے والا۔ بننا چاہیے۔ تو پانچویں قسم کا آدمی نہ بن ورنہ تو ہلاک ہو جائیگا۔ اس حدیث کے راوی نے یہ کہا ہے۔ کہ اس حدیث اور
اس دوسری حدیث (یعنی اَلنَّاسُ رَجُلَانِ عَالِمٌ وَّمُتَعَلِّمٌ وَسَائِرُ النَّاسِ هَمَجٌ لَّاخَیْرَ فِیْهِمْ۔ یعنی آدمی صرف دو ہی ہیں عالم اور متعلم۔ اور باقی تمام آدمی چھوٹی مکھیاں ہیں جو بکریوں
اور گدھوں کے منہ پر بیٹھتی ہیں۔ اُن میں کوئی خوبی اور کوئی بھلائی نہیں ہے) میں تطبیق یوں ہے۔ کہ علم کا سننے والا اور علم سے محبت رکھنے والا بھی بمنزلہ متعلم کے ہے۔ کسی اعرابی نے اپنے لڑکے سے کیا اچھا
کہا ہے کہ تُو سَمِّعًا حَافِظًا اَوْ مُتَعَلِّمًا اَوْ کَاْبَا حَامِدًا وَّاِیَّاکَ وَاَنْ تَکُوْنَ اِنْسَانًا نَّاقِصًا (تو اچک لیجانیوالا درندہ۔ یا چھپنے والا بھیڑیا۔ یا بہرہ دینے والا کتا بن جانا۔ مگر ناقص
انسان نہ بننا (یہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ جس شخص کے ہاتھ پر سہارا دیکر کوئی عالم چلا۔ تو اللہ نے ہر قدم کے بدلے ایک غلام آزاد کرنیکا ثواب اسکے لیے لکھدیا۔ جس شخص نے کسی عالم کے
سر کو بوسہ دیا۔ تو اللہ نے ہر بال کے بدلے اس کے لیے ایک نیکی لکھدی (یو) ابو ہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو ذی عزت ذلیل ہو گیا۔ اور جو تونگر فقیر ہو گیا۔ اور جس عالم کو
جاہلوں نے کھلونا بنالیا۔ اسپر ساتوں آسمان اور جو ساتوں آسمانوں میں ہیں۔ اور جو ساتوں آسمانوں پر ہیں۔ اور ساتوں زمینیں۔ اور جو ساتوں زمینوں میں ہیں۔ اور جو ساتوں زمینوں پر ہیں۔
وہ سب روتے ہیں (یز) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ قرآن کے عالم۔ اہل جنت کے نقیب ہیں۔ اور شہدا اہل جنت کو جنت کیطرف کھینچنے والے۔ اور انبیا اہل جنت کے سردار۔
(یح) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ عالم جنت کی کنجیاں اور نبیوں کے خلفا ہیں۔ اس حدیث کے راوی نے یہ کہا ہے۔ کہ خود انسان جنت کی کنجی نہیں ہو سکتا۔ اس حدیث کے
معنی یہی ہیں۔ کہ علماء کے پاس وہ علم ہے جو جنت کی کنجی ہے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے۔ کہ جو شخص خواب میں جنت کی کنجیاں اپنے ہاتھ میں دیکھے اُسے اللہ تعالیٰ علم دین عطا فرمائیگا (یط)
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ غافلوں اور واصلوں اور غیر واصلوں اپنی تمام مخلوق پر ہر ایک دن رات میں ہزار رحمتیں کرتا ہے۔ اُن میں سے نو سو ننانوے رحمتیں عالموں اور
طالب علموں اور مسلمانوں کیلئے ہیں۔ اور ایک رحمت باقی اور سب آدمیوں کیلئے (ک) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا۔ کہ میں نے جبریل سے یہ کہا۔ اے جبریل میری امت کے لیئے
کونسا عمل افضل ہے۔ جبریل نے کہا علم۔ میں نے کہا۔ علم کے بعد پھر کونسا عمل افضل ہے۔ جبریل نے کہا۔ عالم کی طرف دیکھنا۔ میں نے کہا۔ عالم کی طرف دیکھنے کے بعد پھر کونسا عمل افضل ہے۔ جبریلؑ نے کہا عالم کی
زیارت۔ اس کے بعد پھر جبریلؑ نے یہ کہا جس شخص نے صرف اللہ ہی کے لئے علم حاصل کیا۔ اور علم کے حاصل کرنے سے اُسکی صرف یہی غرض تھی۔ کہ وہ اپنی اور مسلمانوں کی صلاح کرے۔ اور علم کے حاصل کرنے سے اُسکی
یہ غرض نہ تھی۔ کہ وہ علم کے وسیلے سے دنیا حاصل کرے۔ تو اُسکے لیئے جنت کا میں کفیل ہوں (کا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ دس آدمیوں کی دعا قبول ہوتی ہے۔ عالم۔ اور متعلم۔
اور نیک سیرت۔ اور بیمار۔ اور یتیم۔ اور غازی۔ اور حاجی۔ اور مسلمانوں کے خیر خواہ۔ اور اُس شخص کی جو اپنے ماں باپ کی اطاعت کرتا ہے۔ اور اُس عورت کی جو اپنے شوہر کی اطاعت کرتی ہے۔
(کب) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا۔ علم کیا چیز ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ عمل کا رہنما۔ پھر کسی نے پوچھا عقل کیا چیز ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا نیکی اور بھلائی کی طرف کھینچنے والی پھر کسی نے
پوچھا خواہش اور آرزو کیا چیز ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ گناہوں کی سواری۔ پھر کسی نے پوچھا مال کیا چیز ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا تکبر کرنے والوں کی چادر۔ پھر کسی نے پوچھا دنیا کیا چیز ہے۔ آپ نے
ارشاد فرمایا۔ آخرت کا بازار (کج) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی شخص سے بات چیت کر رہے تھے۔ کہ اللہ نے آپکے پاس یہ وحی بھیجی۔ کہ جس شخص سے تم بات چیت کر رہے ہو۔ اس شخص کی عمر میں صرف ایک ساعت
باقی ہے۔ اور یہ عصر کا وقت تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے یہ خبر دی۔ وہ اس خبر کے سنتے ہی بہت گھبرایا۔ اور اُس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہا۔ اے رسول اللہ مجھے اسوقت کوئی
ایسا عمل بتلایئے۔ جو میرے بہت مناسب اور موافق ہو۔ آپنے ارشاد فرمایا۔ تو علم کے سیکھنے میں مشغول ہو جا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے سنتے ہی۔ علم کے سیکھنے میں مشغول ہو گیا۔ اور اُسکی روح
مغرب سے پہلے قبض کیگئی۔ اس حدیث کا راوی یہ کہتا ہے۔ اگر علم سے کوئی چیز افضل ہوتی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُسوقت اُسے اُس چیز کا حکم کرتے (کد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد
فرمایا ہے۔ عالموں کے سوا اور سب آدمی مردے ہیں۔ اور یہ حدیث مشہور ہے (کہ) انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ سات چیزیں بندے کے مرنے کے بعد بھی

ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم کو اور سب شغلوں سے اس سبب سے پہلے بیان کیا۔ کہ تعلیم ایک روحانی چیز ہے۔ اور روحانی چیز کو جسمانی چیزوں سے زیادہ بقا ہے۔ (کو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ علما کی صحبت اسی وقت اختیار کرنی چاہیے۔ کہ وہ تم سے پانچ چیزیں چھڑوا کر تمہیں پانچ چیزوں کی طرف بلائیں۔ شک چھڑوا کر یقین کی طرف۔ اور تکبر چھڑوا کر تواضع کی طرف۔ اور دشمنی چھڑوا کر خیر خواہی کی طرف۔ اور ریا چھڑوا کر اخلاص کی طرف۔ اور دنیا کی رغبت چھڑوا کر زہد یعنی دنیا سے بیزاری اور بے رغبتی کی طرف (کز) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو یہ وصیت کی۔ کہ اے علیؓ تو توحید کی حفاظت اور نگہبانی کر۔ کہ توحید میرا راس المال ہے۔ اور عمل کرنے کو تو اپنے اوپر لازم کر لے۔ کہ عمل کرنے کو اپنے اوپر لازم کر لینا۔ میرا حرفہ اور پیشہ ہے۔ اور نماز پڑھ کہ وہ میری آنکھ کی ٹھنڈک ہے۔ اور پروردگار کا ذکر کر کہ وہ میرے دل کی بصیرت ہے۔ اور علم پر عمل کر۔ کہ علم پر عمل کرنا میری میراث ہے۔ (کح) ابو کبشہ انصاری نے کہا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا۔ کہ دنیا کی مثل چار شخصوں کی سی ہے۔ ایک شخص کو اللہ نے علم بھی دیا اور مال بھی۔ اور وہ اپنے مال میں اپنے علم کے مطابق عمل کرتا ہے۔ اور ایک شخص کو اللہ نے علم تو دیا۔ اور مال نہیں دیا۔ اور وہ یہ کہتا ہے۔ اگر اللہ مجھے بھی اسقدر مال دیتا جسقدر فلاں شخص کو دیا ہے۔ تو میں بھی اپنے مال کو اسی جگہ خرچ کرتا۔ جسجگہ فلاں شخص خرچ کر رہا ہے۔ ان دونوں شخصوں کا اجر اور ثواب برابر ہے اور ایک شخص کو اللہ نے مال تو دیا ہے۔ اور علم نہیں دیا۔ اور وہ اپنا مال اچھی جگہ خرچ نہیں کرتا۔ بری جگہ خرچ کرتا ہے۔ اور ایک شخص کو اللہ نے نہ علم دیا ہے۔ نہ مال۔ اور وہ یہ کہتا ہے۔ اگر اللہ مجھے اسقدر مال دیتا جسقدر فلاں شخص کو دیا ہے۔ تو میں بھی اُسے اسی جگہ خرچ کرتا۔ جسجگہ فلاں شخص خرچ کرتا ہے۔ ان دونوں شخصوں کا گناہ برابر ہے۔ (صحابہ اور تابعین اور حکما کے اقوال علم کی فضیلت کے بیان میں (ا) کمیل بن زیاد نے ارشاد فرمایا ہے۔ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے جنگل کی طرف لے چلے۔ جب جنگل میں جا پہنچے۔ تو ایک آہ سرد بھری۔ پھر یہ ارشاد فرمایا۔ اے کمیل بن زیاد دلوں کا کام یاد رکھنا ہے۔ سب دلوں سے بہتر وہ دل ہے جو سب سے زیادہ یاد رکھتا ہے۔ جو کچھ میں تجھ سے کہتا ہوں۔ تو اُسے یاد رکھ۔ آدمیوں کی تین قسمیں ہیں۔ عالم ربانی۔ اور علم کا سیکھنے والا۔ جو نجات اور رستگاری کی راہ طے کر رہا ہے۔ اور احمق اور بے عقل جو ہر گدھے کی پیروی کرتے ہیں۔ ہر ایک ہوا کے ساتھ جھک جاتے ہیں۔ علم کے نور کے ساتھ منور نہیں ہیں۔ مضبوط ستون پر انھوں نے اعتماد نہیں کیا ہے۔ اے کمیل علم مال سے بہتر ہے۔ علم تو تیری نگہبانی کرتا ہے۔ اور مال کی تجھے خود نگہبانی کرنی پڑتی ہے۔ خرچ کرنے سے مال گھٹتا ہے۔ اور علم بڑھتا ہے۔ اے کمیل علم زینت ہے علم سے انسان زندگی میں طاعت حاصل کرتا ہے۔ اور مرنے کے بعد ذکر خیر۔ علم حاکم ہے۔ مال محکوم علیہ (ب) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ انسان اپنے گھر سے نکلتا ہے۔ اور تہامہ کے پہاڑ کی برابر گناہوں کا بار اسکے اوپر ہوتا ہے۔ وہ جسوقت علم سنکر ڈرتا ہے۔ اور اپنے گناہوں پر اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ کہتا ہے۔ تو بیگناہ ہو کر اپنے گھر واپس آتا ہے۔ تمہیں علما کی مجلسوں سے الگ ہونا نہیں چاہیے۔ اللہ تعالی نے روے زمین پر علما کی مجلسوں سے بہتر اور بزرگ کوئی جگہ پیدا نہیں کی ہے۔ (ج) ابن عباس نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ اللہ تعالی نے سلیمان علیہ السلام سے یہ ارشاد فرمایا۔ کہ تم خواہ ملک و مال اختیار کرو۔ خواہ علم سلیمان علیہ السلام نے علم اختیار کیا۔ لہذا اللہ تعالی نے انہیں علم اور ملک دونوں دیے (د) سلیمان علیہ السلام کو جو ہُد ہُد کی حاجت ہوئی تو اسکے علم ہی کے سبب سے ہوئی۔ نافع بن ازرق نے ابن عباسؓ سے کہا۔ سلیمان علیہ السلام نے پانی ڈھونڈھنے کیلیے ہُدہُد کو کیوں اختیار کیا۔ ابن عباسؓ نے ارشاد فرمایا۔ کہ ہُدہُد کو اس سبب سے اختیار کیا۔ کہ زمین ہُدہُد کے نزدیک شیشے کی مثل ہے۔ اُسے زمین کا باطن باہر سے دکھائی دیتا ہے۔ نافع نے کہا جال لگانے کے وقت اُسے کیا ہو جاتا ہے۔ جال صرف ایک انگشت مٹی میں چھپایا جاتا ہے۔ وہ اُسے دکھائی نہیں دیتا۔ اُس میں پھنس جاتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا۔ اِذَا جَاءَ الْقَدَرُ عَمِيَ الْبَصَرُ (جب قضا آجاتی ہے۔ تو آنکھ اندھی ہو جاتی ہے آنکھ سے کچھ دکھائی نہیں دیتا) (ھ) ابو سعید خدری نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ جنت دس ہزار حصوں پر تقسیم کیجائیگی۔ نو ہزار نو سو ننانوے حصے عقلا کیلیے ہونگے جنہوں نے اللہ کے امر کو جانا ہے جسقدر اللہ نے اُنہیں عقل دی ہے اُسکے مطابق وہ حصے اُن پر تقسیم ہونگے۔ اور باقی ایک حصہ نیک اور محتاج اور ضعیف مومنوں کے لیے ہوگا۔ (و) ابن عباسؓ نے اپنے لڑکے سے کہا۔ بیٹا ادب اختیار کر کیونکہ ادب مروت کی دلیل ہے۔ اور وحشت کے وقت کا انیس۔ اور سفر کا رفیق۔ اور حضر کا ہمنشین۔ اور مجلس کا صدر۔ اور جسوقت کوئی وسیلہ نہو۔ اُسوقت کا وسیلہ۔ اور افلاس کیوقت غنی اور تونگری اور ذلیل کیلیے رفعت اور بلندی۔ اور شریف کیلیے کمال۔ اور بادشاہ کیلیے جاہ و جلال (ز) حسن بصری نے ارشاد فرمایا ہے۔ علما کی قلم کی آواز تسبیح ہے۔ اور علم کا لکھنا اور اُسے دیکھنا عبادت ہے۔ عالم کے کپڑے کو جب سیاہی لگ گئی۔ تو گویا اُسے شہیدوں کا خون لگ گیا۔ اور جب زمین پر سیاہی کا کوئی قطرہ ٹپک جاتا ہے۔ تو اُس کا نور چمکنے لگتا ہے جب عالم اپنی قبر میں سے اُٹھیگا۔ تو تمام اہل حشر اُسے دیکھیں گے۔ اور یہ کہیں گے کہ اللہ کے بندوں میں سے یہ ایسا بندہ ہے۔ کہ اللہ نے اس کی تعظیم اور تکریم کی ہے۔ اور انبیا علیہم السلام کے ساتھ اس کا حشر کیا ہے۔ (ح) کتاب کلیلہ و دمنہ میں مرقوم ہے جن لوگوں

حقیر جانا اُس نے اپنی دنیا تباہ کی جس نے بھائیوں کے حقوق کو خفیف اور حقیر جانا اُس نے اپنی مروت تباہ او ضائع کی۔ (ط) سُقراط نے یہ کہا ہے۔ کہ علم کی فضیلتوں میں سے
ایک فضیلت یہ بھی ہے۔ کہ علم میں کوئی شخص تیری خدمت کر نہیں سکتا جس طرح باقی اور سب چیزوں میں کر سکتا ہے۔ بلکہ علم کی خدمت تو خود ہی کر سکتا ہے۔ اور کوئی شخص تجھ سے علم چھین نہیں سکتا
(ی) کسی حکیم سے یہ کہا گیا۔ کہ تو مت دیکھ۔ اُس نے اپنی دونوں آنکھیں بند کر لیں۔ پھر یہ کہا گیا۔ کہ تو مت سُن۔ اُس نے اپنے دونوں کان بند کر لیے۔ پھر یہ کہا گیا۔ کہ تو بات مت کر۔ اُس نے
اپنے مُنہ پر ہاتھ رکھ لیا۔ پھر یہ کہا گیا۔ کہ تو مت جان۔ اُس نے یہ جواب دیا۔ کہ مجھے نہ جاننے کی قدرت نہیں ہے (یا) اگر چور عالم ہو۔ تو اُس کا ہاتھ کاٹنا نہیں چاہیے۔ کیونکہ وہ یہ کہہ سکتا ہے
کہ یہ مال میرے پاس ودیعت تھا۔ اسی طرح شراب پینے والا اگر عالم ہو۔ تو وہ یہ کہہ سکتا ہے۔ کہ میں نے اسے سرکہ جانا تھا۔ اسی طرح زنا کرنے والا اگر عالم ہو تو وہ یہ کہہ سکتا ہے۔ کہ میں نے اس سے
نکاح کر لیا تھا۔ ان دونوں پر بھی حد جاری نہیں کی جائیگی (یب) کسی حکیم نے کہا ہے۔ تم جس طرح روئیدگی کے ساتھ خشک زمین کو زندہ کرتے ہو۔ اسی طرح بیان کی بصیرت کے ساتھ اپنے بھائیوں
کے دل زندہ کرو۔ کیونکہ جو نفس شہوتوں اور نفسانی خواہشوں سے دور ہو جائے۔ وہ اُس زمین سے افضل ہے جس میں روئیدگی کی صلاحیت اور قابلیت ہو جائے۔ کسی شاعر نے کہا ہے ؎ وَفِي الْجَهْلِ
قَبْلَ الْمَوْتِ مَوْتٌ لِأَهْلِهِ + وَأَجْسَامُهُمْ قَبْلَ الْقُبُورِ قُبُورُ (جاہلوں اور نادانوں کیلئے جہل اور نادانی مرگ سے پہلے مرگ ہے + اور اُن کے جسم قبروں سے پہلے قبریں) وَإِنَّ
امْرَأً لَمْ يَحْيَ بِالْعِلْمِ مَيِّتٌ + وَلَيْسَ لَهُ حَتَّى النُّشُورِ نُشُورُ (اور جو شخص علم کے ساتھ زندہ نہیں ہوا۔ وہ مردہ ہے + قیامت تک اُس کیلئے زندگی نہیں ہے) (اور علم کی فضیلت
کے متعلق بہت سے نکتے ہیں) (ا) جہل اور نادانی کے وقت گناہ کے زائل ہو جانیکی اُمید نہیں ہے۔ اور سہو کے وقت گناہ کے زائل ہو جانیکی اُمید ہے۔ آدم علیہ السلام کی لغزش کو نگاہ غور سے دیکھنا چاہیے
کہ وہ علم کے سبب بخشش کے طلبگار ہوئے۔ اور شیطان گمراہ ہوا۔ اور اس سبب گمراہی میں ہمیشہ رہا۔ کہ وہ جہل اور نادانی کے سبب سے تھی (ب) یوسف علیہ السلام جب بادشاہ ہوئے تو انہیں
وزیر کی ضرورت ہوئی۔ یوسف علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے وزیر کا سوال کیا۔ جبریل علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام سے یہ کہا۔ کہ تیرا پروردگار یہ کہتا ہے۔ کہ تو فلاں شخص ہی کو اپنا وزیر بنا۔ یوسف
علیہ السلام نے اُس شخص کو بہت ہی بُری حالت میں دیکھا۔ اور جبریل علیہ السلام سے یہ کہا کہ یہ شخص اس بُری حالت کے ساتھ وزارت کے قابل کس طرح ہو سکتا ہے۔ جبریل علیہ السلام نے یہ کہا۔ کہ تیرے
پروردگار نے وزارت کے لئے اس شخص کو اس سبب سے مقرر کیا ہے۔ کہ اس نے تیرے اوپر سے مصیبت ٹالی تھی۔ اور یہ کہا تھا۔ إِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصَّادِقِينَ
(اگر یوسف کا کُرتہ پیچھے سے پھٹا ہوا ہو۔ تو زلیخا جھوٹی ہے۔ اور یوسف سچا ہے) اس میں نکتہ یہ ہے۔ کہ جس شخص نے یوسف علیہ السلام کے اوپر سے مصیبت ٹالی۔ وہ یوسف علیہ السلام کی پادشاہت میں شرکت
کا مستحق ہوا۔ تو جس شخص نے برہان مستقیم کے ساتھ دین کی حمایت کی۔ وہ اللہ کے احسان اور تحسین کا کس طرح مستحق نہ ہوگا۔ (ج) کسی شخص نے ایک پادشاہ کی خدمت کرنی چاہی۔ پادشاہ نے اُس سے
کہا۔ تو علم سیکھ تاکہ تو میری خدمت کرنے کے قابل ہو جائے۔ جب وہ علم سیکھنے لگا اور اُس نے علم کی لذت چکھی۔ تو بادشاہ نے اُس سے یہ کہلا بھیجا کہ اب تو علم کا سیکھنا چھوڑ دے۔ تو میری خدمت کرنے کے
قابل ہو گیا۔ اُس شخص نے یہ جواب دیا جس وقت کہ تو نے مجھے اپنی خدمت کے قابل نہیں جانا۔ اُس وقت میں تیری خدمت کے قابل تھا۔ اور جس وقت کہ تو نے مجھے اپنی خدمت کے قابل جانا اُس وقت
مجھے یہ معلوم ہوا کہ میں اللہ تعالیٰ کی خدمت کے قابل ہوں۔ کیونکہ جہل اور نادانی کے سبب سے میرا یہ گمان تھا۔ کہ کامیابی کے لیے صرف ایک تیرا ہی دروازہ ہے۔ اور اب مجھے یہ بخوبی معلوم ہو گیا۔
کہ کامیابی کیلئے صرف ایک پروردگار ہی کا دروازہ ہے (د) تجھے علم کا حاصل کرنا دنیا کی محبت کی زیادتی ہی کے سبب سے دشوار ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تجھے سواد چشم اور سویدائے دل عطا کیا ہے۔
اور اس میں شک نہیں ہے۔ کہ لفظ کے اعتبار سے سواد۔ سویدا سے بہت بڑا ہے۔ کیونکہ سویدا سواد کی تصغیر ہے۔ اگر تو دنیا کا کوئی جز سواد چشم پر رکھ لے تو تجھے کوئی چیز دکھائی نہیں دیگی۔
تو جس وقت تو نے ساری دنیا سویدائے دل پر رکھ لی۔ اُس وقت تیرے دل کو کوئی چیز کس طرح دکھائی دے سکتی ہے (ھ) کسی حکیم نے کہا ہے۔ دل مردہ ہے۔ اور اُس کی زندگی علم سے ہے۔ اور علم مردہ ہے
اور اُس کی زندگی طلب سے ہے۔ اور طلب ضعیف ہے اور اُس کی قوت پڑھنے سے ہے۔ طلب جب پڑھنے سے قوی ہو گئی۔ تو وہ مخفی اور محجب ہے۔ اور اُس کا اظہار مناظرہ سے ہے۔ طلب جب
مناظرے سے ظاہر ہو گئی۔ تو وہ عقیم اور بانجھ ہے۔ اور اس کا جننا عمل سے ہے۔ جب علم کا عمل کے ساتھ ازدواج اور نکاح ہو گیا۔ تو ہمیشگی کی پادشاہت پیدا ہوئی جس کے لیے
انتہا نہیں ہے۔ (و) قَالَتْ نَمْلَةٌ يَا أَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوا مَسَاكِنَكُمْ (ایک چیونٹی نے کہا۔ اے چیونٹیو اپنے گھروں میں گھس جاؤ) تا قول عزوجل وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ (سلیمان
اور سلیمان کا لشکر بے خبری میں تمہیں پامال نہ کر دے) وہ چیونٹی اور چیونٹیوں کی صرف اس سبب سے سردار تھی۔ کہ اُسے ایک مسئلہ معلوم تھا۔ وہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے۔ وَهُمْ

علم کی فضیلت کے متعلق بہت سی حکایتیں ہیں

سلیمان اگر تمہیں پامال کریگا۔ تو سہو اور لاعلمی کی حالت میں پامال کریگا۔ کیونکہ اُسے تمہاری حال کی خبر نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قول وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ میں یہ اشارہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام گناہ سے پاک ہیں۔ جب چیونٹی اس ایک مسئلہ کے جاننے سے پوری ریاست اور سرداری کی مستحق ہوئی۔ تو جس شخص نے موجودات اور معدومات تمام چیزوں کی حقیقتوں کو جان لیا وہ دنیا اور دین کی ریاست اور سرداری کا کس طرح مستحق نہیں ہے۔ (ز) کتا جب سیکھ چکا اور سدھ گیا۔ اور مالک نے اُسے اللہ کا نام لیکر شکار کرنے کے لیے چھوڑا۔ تو اُس کا جو شکار سیکھنے سے پہلے نجس تھا۔ وہ پاک ہوگیا۔ یہاں نکتہ یہ ہے۔ کہ جب کتے نے علم حاصل کرلیا تو اُس کا جو شکار علم کے حاصل کرنے سے پہلے نجس تھا۔ وہ علم کی برکت سے پاک ہوگیا۔ اور نفس اور روح دونوں پاک پیدا ہوئے تھے۔ پھر نفس گناہ کی نجاستوں میں آلودہ ہوگیا۔ پھر نفس کو اللہ کی ذات اور صفات کا علم حاصل ہوا۔ اللہ کی مہربانی سے ہمیں یہی اُمید ہے۔ کہ نفس جو گناہ کے سبب سے ناپاک اور مردود ہوگیا ہے۔ اللہ تعالیٰ علم کی برکت سے اُسے پاک اور مقبول کردے۔ (ح) دل تمام اعضاء کا رئیس اور سردار ہے۔ اور دل کی یہ ریاست اور سرداری دل کے قوی ہونیکے سبب سے نہیں ہے۔ کیونکہ ہڈی دل سے بھی زیادہ قوی ہے۔ اگر یہ ریاست قوی ہونے کے سبب سے ہوتی۔ تو ہڈی تمام اعضاء کی رئیس اور سردار ہوتی۔ اور یہ ریاست بڑے ہونے کے سبب سے بھی نہیں ہے۔ کیونکہ ران دل سے بہت بڑی ہے۔ اگر یہ ریاست بڑے ہونیکے سبب سے ہوتی تو ران تمام اعضاء کی رئیس اور سردار ہوتی۔ اور یہ ریاست تیزی کے سبب سے بھی نہیں ہے۔ کیونکہ ناخن دل سے زیادہ تیز ہے۔ اگر یہ ریاست تیزی کے سبب سے ہوتی۔ تو ناخن تمام اعضاء کا رئیس اور سردار ہوتا۔ دل کی یہ ریاست اور سرداری صرف علم کے سبب سے ہے۔ لہٰذا یہ معلوم ہوا۔ کہ علم سب صفتوں سے افضل اور اشرف ہے۔ اور علم کی فضیلت کے متعلق بہت سی حکایتیں ہیں (ا) ہارون رشید کے پاس بہت سے فقیہ بیٹھے ہوئے تھے۔ اور اُن میں ابو یوسف بھی تھے۔ کہ لوگ ہارون رشید کے پاس ایک شخص کو لائے۔ اور دوسرے شخص نے اُس پر یہ دعویٰ کیا۔ کہ اس نے رات کو میرے گھر میں سے مال لے لیا۔ لینے والے نے ہارون رشید کی مجلس میں مال کے لینے کا اقرار کیا۔ سب فقیہوں کا اس امر پر اتفاق ہوا۔ کہ اس کا ہاتھ کاٹنا چاہیے۔ ابو یوسف نے کہا۔ اس کا ہاتھ کاٹنا نہیں چاہیئے۔ فقیہوں نے کہا کیوں نہیں کاٹنا چاہیے۔ ابو یوسف نے کہا۔ اس کا ہاتھ اس سبب سے نہیں کاٹنا چاہیئے۔ کہ اس نے مال کے لینے کا اقرار کیا ہے۔ اور مال کا لے لینا ہاتھ کاٹنے کا سبب نہیں ہے۔ ہاتھ کاٹنے کے لیئے چوری کرنے کا اقرار ضرور ہے۔ سب فقیہوں نے ابو یوسف کے قول کی تصدیق کی۔ اور مال کے لینے والے سے پوچھا۔ کہ تو نے مال چرایا۔ لینے والے نے کہا۔ ہاں۔ سب فقیہوں کا اس امر پر اتفاق ہوا۔ کہ اس نے چوری کرنے کا بھی اقرار کرلیا۔ اس کا ہاتھ کاٹنا چاہیے۔ ابو یوسف نے کہا۔ گو اس نے چوری کرنے کا اقرار کرلیا۔ اس کا ہاتھ اس سبب سے کاٹنا نہیں چاہیے۔ کہ لینے کے اقرار کرنے سے اس کے اوپر ضمان واجب ہوگئی۔ ضمان کے واجب ہوجانے کے بعد جو اس نے چوری کرنیکا اقرار کیا۔ تو یہ اس اقرار کرنے سے اپنے اوپر سے ضمان ساقط کرنا چاہتا ہے۔ لہٰذا اس کا یہ اقرار قابل سماعت اور قابل اعتبار نہیں ہے۔ ابو یوسف کے اس قول سے سب فقیہ متحیر اور متعجب ہوئے۔ (ب) شعبی نے کہا۔ کہ میں حجاج کے پاس تھا۔ کہ لوگ خراسان کے فقیہ یحییٰ بن یعمر کو بلخ سے مقید کرکے لائے حجاج نے اُس سے کہا۔ تو یہ کہتا ہے۔ کہ حسنؓ اور حسینؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذریت میں سے ہیں۔ اُس نے کہا۔ ہاں۔ حجاج نے کہا۔ تو اس پر قرآن شریف سے واضح دلیل بیان کر۔ ورنہ میں تیرے ٹکڑے ٹکڑے کروا لونگا۔ اُس نے کہا۔ اے حجاج۔ میں اس پر قرآن شریف سے واضح دلیل پیش کرتا ہوں شعبی نے کہا۔ مجھے خراسانی فقیہ کی اس جرأت اور دلیری سے تعجب اور تحیر ہوا کہ اُس نے حجاج کو۔ اے حجاج کہا۔ حجاج نے اُس سے یہ کہا۔ یہ آیت پیش نہ کرنا۔ نَدْعُ اَبْنَاءَنَا وَاَبْنَاءَكُمْ (ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں۔ اور تم اپنے بیٹوں کو) یحییٰ بن یعمر نے کہا۔ میں اس آیت کو پیش نہیں کرونگا۔ میں قرآن شریف سے واضح دلیل پیش کرونگا۔ اور وہ یہ آیت ہے۔ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ تا قول عزوجل وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى (یعنی ہم نے پہلے نوح کو ہدایت کی۔ اور نوح کی ذریت میں سے داؤد۔ اور سلیمان اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ کو) اگر بیٹی کی اولاد ذریت نہیں ہے۔ صرف بیٹے ہی کی اولاد ذریت ہے۔ تو عیسیٰ علیہ السلام کا باپ کون تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو نوح علیہ السلام کی ذریت میں داخل کیا۔ یعنے جس طرح عیسیٰ علیہ السلام اپنی ماں مریم علیہا السلام کے واسطے نوح علیہ السلام کی ذریت میں داخل ہیں۔ اسی طرح حسن اور حسین رضی اللہ عنہما اپنی ماں فاطمہ رضی اللہ عنہا کے

گویا مین نے قرآن شریف کی یہ آیت پڑھی ہی نہین تھی۔ انہین قید سے رہا کرو۔ اور اسقدر مال دو (ج) امام ابوحنیفہؒ کے پاس مدینے والون کا ایک گروہ۔ اس غرض سے آیا کہ امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنے مین اُن سے بحث اور مناظرہ کرے۔ اور اُنہین ساکت اور لاجواب کرکے اُن پر طعن اور تشنیع کرے۔ امام ابوحنیفہؒ نے اُن سے کہا۔ کہ مین اتنے لوگون سے بحث اور مناظرہ نہین کرسکتا۔ تم مین سے جو شخص سب سے بڑا عالم ہے۔ تم بحث اور مناظرہ اُسکے تفویض کردو۔ کہ مین اُس سے بحث اور مناظرہ کرلون۔ اُنھون نے ایک شخص کیطرف اشارہ کیا۔ امام ابوحنیفہؒ نے کہا۔ یہ تم مین سے سب سے بڑا عالم ہے۔ اُنھون نے کہا۔ ہان۔ امام ابوحنیفہؒ نے کہا۔ اس سے بحث اور مناظرہ کرنا ایسا ہی ہے۔ جیسا تم سب سے بحث اور مناظرہ کیا۔ اُنھون نے کہا۔ ہان۔ امام ابوحنیفہؒ نے کہا۔ اس کو ساکت اور لاجواب کردینا ایسا ہی ہے۔ جیسا تم سب کو ساکت اور لاجواب کردیا۔ اُنھون نے کہا۔ ہان۔ امام ابوحنیفہؒ نے کہا۔ اگر مین نے اس سے مناظرہ کیا۔ اور اسے حجت اور دلیل سے ساکت اور ملزم اور لاجواب کردیا۔ تو یہ بعینہٖ ایسا ہی ہے۔ کہ مین نے تم سب سے مناظرہ کیا۔ اور تم سب کو ساکت اور ملزم اور لاجواب کردیا۔ اُنھون نے کہا۔ ہان۔ امام ابوحنیفہؒ نے کہا۔ یہ کیونکر ہوسکتا ہے۔ کہ مین صرف اس ایک شخص کو ساکت اور ملزم اور لاجواب کرون۔ اور صرف اس ایک شخص کا ساکت اور ملزم اور لاجواب ہوجانا تم سب کا ساکت اور ملزم اور لاجواب ہوجانا ہو۔ اُنھون نے کہا یہ اس سبب سے ہے۔ کہ ہم نے اسے اپنا امام اور پیشوا بنالیا ہے۔ لہذا اس کا قول ہمارا ہی قول ہے۔ امام ابوحنیفہؒ نے کہا جب نماز مین ہم نے کسی کو اپنا امام اور پیشوا بنالیا۔ تو اُسکی قرأت ہماری ہی قرأت ہے۔ اور وہ ہم سب کا قائم مقام ہے۔ اُن سب لوگون نے ملزم اور لاجواب ہوجانے کا اقرار کیا۔ (د) فرزدق نے کسی کی ہجو مین یہ شعر کہا ؎ لَقَدْ ضَاعَ شِعْرِیْ عَلٰی بَابِکُمْ + کَمَا ضَاعَ دُرٌّ عَلٰی خَالِصَہ (میرا شعر تمہارے دروازے پر اس طرح ضائع ہوا + جس طرح خالصہ پر موتی ضائع ہوئی) خالصہ سلیمان بن عبدالملک کی معشوقہ تھی۔ اور وہ ظریف اور باادب تھی۔ اور سلیمان بن عبدالملک کی ہیبت سب مردانیون کی ہیبت سے زیادہ تھی۔ جب خالصہ نے یہ شعر سُنا۔ تو اُسے بہت ناگوار اور شاق معلوم ہوا۔ اُس نے سلیمان کے پاس آکر فرزدق کی شکایت کی۔ سلیمان نے اُسی وقت یہ حکم دیا۔ کہ فرزدق کو مقید کرکے حاضر کرو۔ جب فرزدق حاضر ہوا۔ اور سلیمان کی ہیبت کی شدت سے اُس مین صرف اسی قدر جان باقی تھی۔ کہ وہ کھڑا ہوسکتا تھا۔ تو سلیمان بن عبدالملک نے اُس سے یہ کہا۔ یہ شعر تو نے ہی کہا ہے ؎ لَقَدْ ضَاعَ شِعْرِیْ عَلٰی بَابِکُمْ + کَمَا ضَاعَ دُرٌّ عَلٰی خَالِصَہ (میرا شعر تمہارے دروازہ پر اس طرح ضائع ہوا + جس طرح خالصہ پر موتی ضائع ہوئے) فرزدق نے کہا۔ مین نے یہ شعر اس طرح نہین کہا تھا۔ جس شخص نے مجھے مصیبت مین مبتلا کرنا چاہا۔ اُس نے میرا شعر بدل دیا۔ مین نے تو یہ شعر اس طرح کہا تھا ؎ لَقَدْ ضَاءَ شِعْرِیْ عَلٰی بَابِکُمْ + کَمَا ضَاءَ دُرٌّ عَلٰی خَالِصَہ (میرا شعر تمہارے دروازے پر اس طرح روشن ہوا + جس طرح خالصہ پر موتی روشن ہوئی) خالصہ پردے کے پیچھے کھڑی ہوئی سن رہی تھی۔ یہ سُنتے ہی اُس کا غم بالکل زائل ہوگیا۔ اور بے اختیار ہوکر پردے سے باہر نکل آئی۔ دس لاکھ درہم سے زیادہ کا زیور جو پہنے ہوئی تھی۔ وہ فرزدق کو دیدیا۔ جب فرزدق سلیمان بن عبدالملک کے پاس سے چلا گیا۔ تو سلیمان بن عبدالملک نے اپنا دربان اُسکے پیچھے دوڑایا۔ اور فرزدق سے وہ زیور ایک لاکھ درہم کو خرید کر پھر خالصہ کو دیدیا (ھ) منصور نے ایک دن ابوحنیفہؒ کو بلایا۔ ربیع نے کہا (اور اُسے ابوحنیفہ سے عداوت تھی) ای امیر المؤمنین یہ ابوحنیفہ تیرے دادا کا مخالف ہے۔ تیرا دادا تو یہ کہتا ہے۔ کہ استثنائے منفصل جائز ہے اور ابوحنیفہ اس کا انکار کرتا ہے۔ ابوحنیفہؒ نے کہا۔ یہ ربیع یہ کہتا ہے۔ کہ آپ سے جو لوگون نے بیعت کی ہے وہ بیعت صحیح نہین ہے۔ ربیع نے کہا مین یہ کس طرح کہتا ہون۔ ابوحنیفہؒ نے کہا۔ لوگ آپکے سامنے آپ سے بیعت کرلیتے ہین۔ پھر اپنے گھر جاکر استثنا کرلیتے ہین۔ اور اُن کی بیعت باطل ہوجاتی ہے۔ منصور ہنس کر یہ کہنے لگا۔ ای ربیع تو ابوحنیفہؒ سے بچا رہ۔ جب ربیع اور ابوحنیفہؒ دونون منصور کے پاس سے نکلے۔ تو ربیع نے کہا۔ ای ابوحنیفہ تو نے میرے قتل کرانے کی سعی اور کوشش کی۔ ابوحنیفہ نے کہا۔ ابتدا تیری ہی جانب سے ہے۔ پہلے تو نے ہی میرے قتل کرانے کی کوشش کی۔ مین نے تو اپنے اوپر سے قتل کو دفع کیا ہے (و) کسی مسلمان نے ایک ذمی کو قصداً قتل کرڈالا۔ ابویوسفؒ نے اُسکے بدلے مین اُس مسلمان کے قتل کرنے کا حکم دیا۔ زبیدہ کو جب یہ خبر پہنچی۔ تو اُس نے ابویوسف کو یہ کہلا بھیجا۔ کہ تجھے مسلمان کے قتل کرنے سے بچنا چاہیے۔ اور وہ مسلمان کی بہت ہی طرفدار تھی۔ جب ابویوسف اور تمام فقہا آگئے۔ اور ذمی کے ولی اور اُس مسلمان کے ولی حاضر کیے گئے۔ تو ہارون رشید نے ابویوسف سے کہا۔ کہ اس مسلمان کے قتل کرنے کا حکم دو۔ ابویوسف نے کہا اے امیر المؤمنین میرا مذہب یہی ہے۔ کہ ذمی کے بدلے مسلمان قتل کیا جائے۔ مگر جب تک عادل گواہون کی گواہی سے یہ امر ثابت نہ ہوجائیگا۔ کہ جس دن اس ذمی کو اس مسلمان نے

مسلمان قتل نہین کیا گیا (ز) غضبان نے حجاج کے دشمن عبدالرحمن بن محمد بن اشعث سے یہ کہا۔ کہ اسسے پہلے کہ حجاج تجھے شام کو قتل کرے تو علی الصباح ہی حجاج کو قتل کر دے۔ اور اسکے بعد غضبان حجاج کے پاس گیا اور اسسے جا کر یہ کہا السلام علیک کا کیا جواب ہے۔ اُس نے کہا۔ وعلیکم السلام (یعنی تمھین ہر مصیبت اور بلا سے امن اور سلامت ہے) پھر حجاج اس بات کو سمجھا۔ اور یہ کہا۔ اے غضبان اللہ تجھے ہلاک اور برباد کرے۔ تو نے اپنے لئے ایسی امان لے لی۔ کہ وہ تجھے ہر مصیبت سے محفوظ رکھیگی۔ بخدا اگر پاس سخن اور کرم نہ ہوتا۔ تو اس ساعت کے بعد تجھے ٹھنڈا پانی پینا نصیب نہ ہوتا۔ یعنی مین تجھے اسی وقت ہلاک کر ڈالتا۔ غور کرنا چاہیے۔ کہ علم سے ان صورتون مین کیسا فائدہ ہوا۔ علم اور اُس شخص کی خوبی اللہ ہی کے لئے ہے۔ جس نے علم کو اپنا لباس بنایا۔ اور جہل اور اُس شخص کیلئے خرابی اور ہلاکی ہے۔ جو جہل اور نادانی کے جنگلون مین ہلاک ہوا۔ (ح) عبدالملک بن مروان نے کسی شاعر کا یہ شعر سنا ٭ وَمِنَّا سُوَيْدٌ وَالْبَطِيْنُ وَقَعْنَبٌ + وَمِنَّا اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ شَبِيْبٌ (سوید اور بطین اور قعنب ہم مین ہی سے ہین + اور امیرالمؤمنین شبیب بھی ہم مین ہی سے ہے) عبدالملک بن مروان نے اس شعر کے سُنتے ہی اُس شاعر کے حاضر کرنے کا حکم دیا۔ وہ شاعر اُسی وقت حاضر کیا گیا۔ عبدالملک بن مروان نے۔ اُس سے کہا۔ یہ تو نے ہی کہا ہے۔ وَمِنَّا اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ شَبِيْبٌ (اور امیرالمومنین شبیب بھی ہم ہی مین سے ہے) (عبدالملک بن مروان اُس شاعر پر اس سببسے غضبناک ہوا۔ کہ اُس نے شبیب کو اس شعر مین امیرالمومنین کہا) اُس شاعر نے یہ جواب دیا۔ کہ مین نے تو وَمِنَّا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ شَبِيْبُ۔ رے کے زبر کے ساتھ کہا ہے۔ مین نے اے امیرالمومنین اس شعر مین تجھے پکارا ہے۔ اور تجھسے مدد طلب کی ہے۔ اور میری غرض یہ ہے۔ اے امیرالمؤمنین شبیب بھی ہم ہی مین سے ہے۔ عبدالملک بہت خوش ہوا۔ اور اُس شاعر نے ایک ادنی صنعت کے سببسے جو اپنے علم کے سببسے بنائی۔ ہلاک ہونے سے نجات پائی۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ اُس نے صرف امیرالمؤمنین کی رے کے پیش کو زبر سے بدل دیا (ط) ابومسلم نے سلیمان بن کثیر سے کہا۔ مجھے یہ معلوم ہو گیا ہے۔ کہ تو ایک مجلس مین تھا۔ اور میرا ذکر تیرے سامنے آیا اور تو نے یہ کہا۔ اے اللہ اس کا چہرہ سیاہ کر۔ اور اسکی گردن کاٹ۔ اور اس کا خون مجھے پلا۔ سلیمان بن کثیر نے کہا۔ ہان مین نے یہ کہا ہے۔ لیکن اُسوقت کہا ہے۔ جسوقت فلان انگورستان مین مین نے کچا انگور دیکھا۔ یعنی مین نے کچے انگور کی نسبت یہ کہا ہے۔ کہ اس کا چہرہ سیاہ کر یعنی یہ پک جائے۔ اور اسے کاٹ کر اس کا شیرہ مجھے پلا دے۔ ابومسلم کو سلیمان بن کثیر کا یہ قول بہت پسند آیا۔ اور اُس کا قصور معاف کر دیا۔ (ی) ایک شخص نے امام ابوحنیفہؒ سے کہا۔ کہ مین نے یہ قسم کھائی ہے۔ کہ جب تک میری بی بی مجھسے کلام نہین کریگی مین اُس سے کلام نہین کرون گا۔ اور میری بی بی نے یہ قسم کھائی ہے۔ کہ جب تک میرا شوہر مجھسے کلام نہین کریگا۔ مین اُس سے کلام نہین کرون گی۔ اگر شوہر کے کلام کئے بغیر مین اُس سے کلام کرون تو جو کچھ میری ملک ہے۔ وہ سب کا سب صدقہ ہے۔ تمام فقیہ اس مسئلے مین متحیر ہین۔ اور سفیان نے اس مسئلے کا یہ جواب دیا ہے۔ کہ دونون مین سے جو پہلے کلام کریگا۔ اُس کی قسم ٹوٹ جائیگی امام ابوحنیفہؒ نے ارشاد فرمایا۔ جا اپنی بی بی سے کلام کر۔ نہ تیری قسم ٹوٹیگی۔ نہ تیری بی بی کی۔ وہ شخص سفیان کے پاس گیا۔ اور امام ابوحنیفہؒ نے اس مسئلے کا جو کچھ جواب دیا تھا سفیان کو اُسکی خبر دی۔ سفیان غضبناک ہو کر امام ابوحنیفہؒ کے پاس گئے۔ اور اُن سے جا کر یہ کہا۔ تم حرام شرمگاہون کو حلال کیے دیتے ہو۔ امام ابوحنیفہؒ نے ارشاد فرمایا۔ بات کیا ہے سفیان نے لوگون سے کہا۔ وہی مسئلہ ابوحنیفہؒ سے پھر پوچھو۔ اُن لوگون نے وہ مسئلہ پھر پوچھا۔ امام ابوحنیفہؒ نے اُس مسئلے کا پھر وہی جواب دیا۔ سفیان نے کہا۔ آپ یہ جواب کہان سے دیتے ہین۔ امام ابوحنیفہؒ نے کہا۔ شوہر کے قسم کھانے کے بعد جب بی بی نے شوہر کی طرف خطاب کر کے قسم کھائی تو اُس نے اپنے شوہر سے کلام کیا۔ جب بی بی نے شوہر سے کلام کر لیا تو شوہر کی قسم پوری ہو گئی۔ اب شوہر اگر بی بی سے کلام کرے۔ تو نہ شوہر کی قسم ٹوٹے گی اور نہ بی بی کی۔ شوہر کی قسم اس سببسے نہین ٹوٹے گی۔ کہ اُس نے بی بی کے کلام کرنیکے بعد بی بی سے کلام کیا ہے۔ بی بی کا کلام بی بی کی قسم ہے۔ اور بی بی کی قسم کا نہ ٹوٹنا ظاہر ہے۔ کیونکہ پہلے شوہر نے اُس سے کلام کر لیا۔ جواب کی تقریر سُنکر سفیان نے امام ابوحنیفہؒ سے یہ کہا۔ آپ کو علم مین سے وہ وہ چیزین منکشف ہو جاتی ہین۔ جن سے ہم سب کے سب غافل رہتے ہین (یا) ایک شخص کے گھر مین چور گھس آئے۔ اور اُس کا اسباب لے لیا۔ اور اُس سے یہ قسم لی۔ اگر مین کسی کو بتاؤن تو میری بیوی پر تین طلاقین ہین۔ وہ شخص صبح کیوقت چورون کو اسباب بیچتے ہوئے دیکھتا تھا۔ اور قسم کھا لینے کے سببسے کچھ نہین کہہ سکتا تھا۔ اُس نے اس باب مین امام ابوحنیفہؒ سے آکے مشورہ کیا۔ امام ابوحنیفہؒ نے ارشاد فرمایا۔ اپنی مسجد کے امام اور اپنے محلے والون کو بلا لا۔ وہ سب کو بلا لایا۔ امام ابوحنیفہؒ نے اُن سے کہا۔ تم یہ چاہتے ہو کہ اللہ اس کا اسباب اسے پھر عنایت کرے۔ اُنھون نے کہا۔ ہان۔ امام ابوحنیفہؒ نے ارشاد فرمایا۔ تم سب چورون کو اکٹھا کر کے ایک مکان مین داخل کرو پھر اُن مین سے ایک ایک چور نکالو اور اُس سے

اُسے پکڑ لینا چاہیے۔ امام ابو حنیفہؒ کے ارشاد کے موافق اُنھون نے عمل کیا۔ اُس کا جو مال چوری ہوا تھا وہ سب کا سب اللہ نے پھر اُسے عنایت کیا۔ (ریب) ایک جوان ابو حنیفہؒ کا ہمسایہ تھا۔ وہ ہمیشہ ابو حنیفہؒ کی مجلس مین آتا تھا۔ اُس نے ایک دن ابو حنیفہؒ سے یہ کہا۔ مین فلان شخص کی بیٹی سے نکاح کرنا چاہتا ہون اور مین اُسکے پاس نسبت کا پیام بھی بھیج چکا ہون۔ مگر اُسکے ولی میری طاقت سے زیادہ مجھ سے مہر مانگتے ہین۔ ابو حنیفہؒ نے کہا۔ تو نکاح کی تدبیر کر۔ اور مہر کیلئے قرض لے۔ اور اُس سے ہم بستر ہو۔ اُسکے بعد اللہ تعالیٰ تیری مشکل سہل اور آسان کر دیگا۔ پھر ابو حنیفہؒ نے بقدر مہر کے اُسے خود قرض دیا۔ اور ہم بستر ہو جانے کے بعد پھر اُس سے یہ کہا۔ کہ تو یہ ظاہر کر۔ کہ میرا دور کے سفر کا ارادہ ہے۔ اور مین اپنے ساتھ اپنی بی بی کو بھی لیجاؤن گا۔ اُس نے یہی ظاہر کیا۔ اُس کی بی بی کے ولیون کو یہ بات نہایت شاق اور دشوار معلوم ہوئی۔ وہ ابو حنیفہؒ کے پاس اُس کی شکایت کرتے ہوئے آئے اور فتویٰ پوچھنے لگے۔ ابو حنیفہؒ نے اُن سے کہا۔ وہ اپنی بی بی کو اپنے ساتھ لے جا سکتا ہے۔ اُنھون نے کہا۔ کوئی ایسی تدبیر بھی ہے۔ کہ وہ اس سے باز آئے۔ ابو حنیفہؒ نے کہا تدبیر صرف یہی ہے۔ کہ جو کچھ تم نے مہر مین اُس سے لیا ہے۔ وہ واپس دیکر اُسے راضی کر لو۔ اُنھون نے اس بات کو منظور کر لیا۔ ابو حنیفہ نے شوہر سے یہ ذکر کیا۔ شوہر نے کہا مین مہر سے زیادہ لینا چاہتا ہون۔ ابو حنیفہؒ نے اُس سے کہا۔ یا تو تو اسی قدر پر راضی ہو جا۔ ورنہ وہ کسی شخص کے لیے دین کا اقرار کر لیگی۔ اور دین کا اقرار کر لینے کے بعد جب تک وہ دین ادا نہین کر لیگی۔ اُسوقت تک تو اُسے اپنے ساتھ سفر مین نہین لیجا سکتا۔ اُس نے کہا۔ سبحان اللہ۔ سبحان اللہ۔ ایسا نہ ہو۔ کہ اُنہین اسکی خبر ہو جائے۔ مین اُن سے مہر کے سوا کچھ نہین لیتا۔ وہ صرف مہر ہی کے لینے پر راضی ہو گیا۔ اور ابو حنیفہؒ کے علم کی برکت سے شوہر اور بی بی دونون کو کشایش اور آسانی حاصل ہوئی۔ (ریج) لیث بن سعدؒ نے کہا ہے ایک شخص نے ابو حنیفہؒ سے کہا۔ میرا بیٹا نیک سیرت نہین ہے۔ مین اُسکے لئے بیش بہا لونڈی خرید دیتا ہون۔ وہ اُسے آزاد کر دیتا ہے۔ مین بہت سا مہر دیکر جس عورت سے اُس کا نکاح کر دیتا ہون وہ اُسے طلاق دیدیتا ہے۔ ابو حنیفہؒ نے اُس سے کہا۔ تو اُسے اپنے ساتھ بردہ فروشون کے بازار مین لیجا جس لونڈی پر اُس کی نگاہ پڑے۔ تو اُسے اپنے لئے خرید لے۔ اِسکے بعد پھر اُس سے اُس کا نکاح کر دے۔ اگر وہ اُسے طلاق دیدیگا۔ تو وہ تیری لونڈی ہے۔ اگر وہ اُسے آزاد کر دیگا۔ تو اُسکے آزاد کرنے سے وہ آزاد نہ ہوگی۔ کیونکہ وہ تیری ملک ہے۔ اُسکی ملک نہین ہے۔ لیث نے کہا۔ بخدا مجھے جسقدر ابو حنیفہ کی حاضر جوابی پسند آئی۔ اسقدر جواب پسند نہین آیا (رید) کسی شخص نے ابو حنیفہؒ سے مسئلہ پوچھا۔ کہ ایک شخص نے یہ قسم کھائی ہے۔ کہ مین رمضان کے مہینے مین اپنی بی بی سے دن مین صحبت کرون گا۔ اور اس کا جواب کسی کی سمجھ مین نہین آتا۔ ابو حنیفہؒ نے کہا۔ وہ اپنی بی بی کے ساتھ سفر کرے۔ اور رمضان کے مہینہ مین دن مین اپنی بی بی سے صحبت کرے (ریہ) حجاج کے پاس ایک شخص نے آکر یہ کہا۔ کسی نے میرے چار ہزار درہم چرا لیے۔ حجاج نے کہا تیرا کس پر گمان ہے۔ اُس نے کہا میرا گمان کسی پر نہین ہے۔ حجاج نے کہا۔ یہ چوری شاید تیری بی بی کی سازش سے ہوئی ہے اُس نے کہا۔ سبحان اللہ میری بی بی ایسی نہین ہے حجاج نے اپنے عطر ساز سے کہا۔ میرے لیے وہ تیز خوشبو بنا دے جو بے نظیر ہے اُس نے بنا دی۔ پھر حجاج نے اُس بڈھے آدمی کو بلا کر یہ کہا۔ اس شیشی مین سے صرف تو ہی خوشبو لگانا۔ اس مین سے کسی اور کے خوشبو نہ لگانا۔ پھر حجاج نے اپنے چوبدارون کو وہ خوشبو دیکر یہ کہا۔ تم تمام مسجدون کے دروازون پر بیٹھ جاؤ۔ اور جس شخص مین سے یہ خوشبو آتی ہو۔ اُسے پکڑ لاؤ۔ چوبدارون کو ایک ایسے شخص مین سے وہ خوشبو آئی جسکے بال کان کی لو تک تھے۔ وہ اُسے پکڑ لائے۔ حجاج نے اُس سے کہا۔ یہ خوشبو تیرے پاس کہان سے آئی۔ اُس نے کہا۔ مین نے خریدی ہے۔ حجاج نے کہا مجھ سے سچ سچ کہدے۔ ورنہ مین تجھے قتل کر ڈالون گا۔ اُس نے حجاج سے سچ سچ کہدیا۔ حجاج نے اُس بڈھے آدمی کو بلا کر یہ کہا۔ تیرے چار ہزار درہم اس شخص نے لیے ہین۔ تو اپنی بی بی کو تنبیہ کر۔ اور اچھی طرح سے اُسے ادب دے۔ پھر اُس شخص سے چار ہزار درہم لیکر اُس بڈھے آدمی کو دیدیے (ریو) ایک دن ہارون رشید نے ابو یوسف سے کہا جعفر بن عیسیٰ کے پاس ایک لونڈی ہے۔ مجھے اُس سے بے انتہا محبت ہے۔ اور جعفر بن عیسیٰ کو بھی میری محبت کی خبر ہو گئی۔ اور اُس نے یہ قسم کھالی۔ کہ مین اس لونڈی کو نہ بیچون گا۔ نہ ہبہ کرونگا۔ نہ آزاد کرون گا۔ اور اب وہ یہ چاہتا ہے۔ کہ وہ اُسے بیچدے۔ یا ہبہ کر دے۔ اور اُسکی قسم بھی نہ ٹوٹے۔ ابو یوسف نے کہا آدھی ہبہ کر دے۔ آدھی بیچدے۔ اسکی قسم نہین ٹوٹیگی۔ کیونکہ اُس نے لونڈی کے نہ بیچنے اور ہبہ کرنے کی قسم کھائی ہے۔ اور اس صورت مین اُس نے نہ لونڈی کو بیچا نہ ہبہ کیا۔ بلکہ لونڈی کا نصف بیچا اور نصف ہبہ کیا۔ (ریز) محمد بن حسن نے کہا مین رات کو سوتا تھا۔ کہ کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا مین نے کہا دیکھو کون ہے۔ کہا۔ خلیفہ کا قاصد آپ کو بلاتا ہے۔ مجھے اپنی جان کا خوف ہوا۔ اور اُسی وقت اُٹھکر خلیفہ کے پاس کو چلا۔ جب خلیفہ کے پاس پہنچا۔ تو خلیفہ نے کہا مین نے صرف اس مسئلے کے لئے آپ کو بلایا ہے۔ کہ مین نے اُم محمد یعنے زبیدہ سے یہ کہا۔ کہ مین عادل اور منصف امام ہون۔ اور عادل اور

لہذا تو کافر ہو گیا - اور مین تجہپر حرام ہو گئی - مین نے خلیفہ سے کہا - ای امیر المومنین جب تجہ سے کوئی گناہ ہوتا ہی - تو گناہ کر نیکی حالت مین - یا گناہ کرنیکے بعد تو اللہ سی ڈرتا ہے خلیفہ نے - کہا - ہان - خدا کی قسم مین اُس سے بہت ڈرتا ہون - مین نے کہا مین آپ کیلیئے صرف ایک ہی جنت نہین - بلکہ دو جنتون کی شہادت دیتا ہون - اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے - وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ (جو شخص اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا - اُسکے لیئے دو جنتین ہین) خلیفہ نے میری اوپر بہت مہربانی کی اور مجھے واپس آنیکا حکم دیا - جب مین اپنے گھر واپس آیا - تو میرے آنے سے پہلے ہی - اشرفیون کے توڑے آگئے تھے - (یح[18]) ایک رات ابو یوسف سے ہارون رشید خلیفہ کے قاصد نے آکر یہ کہا کہ خلیفہ آپ کو جلد بلاتا ہی - ابو یوسف کو اپنی جان کا خوف ہوا - اُسی وقت کپڑے پہنے - اور ڈرتے ہوئے - خلیفہ کے مکان کو چلے - جب ابو یوسف خلیفہ کے پاس پہونچ گئے تو اُنھون نے خلیفہ کو سلام کیا - خلیفہ نے سلام کا جواب دیا - اور اُنہین اپنی پاس بٹھالیا - اسوقت ابو یوسف کے دل کو تسکین ہوئی - اور اُن کا خوف زائل ہو گیا - ہارون رشید نے کہا - محل مین سے ہمارا زیور جاتا رہا ہی - اور خاص محل کی لونڈیون مین سی ایک لونڈی پر میرا گمان ہوا - اور اُس لونڈی کی طرف خطاب کر کے مین نے یہ قسم کھالی - تو مجھ سے سچ سچ کہدی - ورنہ مین تجھے قتل کر ڈالون گا - اور اس قسم کے کھالینے سے مجھے اب ندامت ہی - (ہارون رشید کو اس قسم کے کھانے سی ندامت اس سبب سے تھی - کہ اگر اس لونڈی نے سچ سچ نکہا - تو یہ قتل کی جائیگی - اور ہارون رشید اُس کا قتل کرنا نہین چاہتا تھا -) آپ اس قسم مین میرے لیئے کوئی راہ نکالیئے - ابو یوسف نے کہا مجھے اُس لونڈی کے پاس جانیکی اجازت دیجیئے - ہارون رشید نے اجازت دیدی - ابو یوسف نے جب اُس لونڈی کو دیکھا - تو گویا ایک مہ پارہ تھی - ابو یوسف نے مجلس مین سی اُس لونڈی کے سوا اور سب کو ہٹا دیا - پھر خلوت ہو جانے کے بعد اُس لونڈی سے یہ کہا - تیرے پاس زیور ہے - لونڈی نے کہا - اللہ کی قسم میرے پاس وہ زیور نہین ہے - ابو یوسف نے کہا - جو کچھ مین تجھے بتاتا ہون - تو اُسی یاد رکھ تو خلیفہ سی نہ اُس سی زیادہ کہنا - نہ کم - جسوقت خلیفہ تجھے بلا کر یہ کہے - تو نے وہ زیور چرایا ہی - تو - تو یہ کہنا - ہان چرایا ہی - جب خلیفہ تجھسے یہ کہے - تو اُس زیور کو لا - تو اُسوقت تو یہ کہنا - مین نے تو وہ زیور نہین چرایا ہی - پھر ابو یوسف ہارون رشید کی مجلس مین آئی - اور اُس لونڈی کی حاضر کرنے کا حکم دیا - وہ لونڈی حاضر ہوئی - ابو یوسف نی خلیفہ سے کہا - آپ اس لونڈی سی زیور کو پوچھیئے خلیفہ نے اُس لونڈی سی کہا - تو نے وہ زیور چرایا ہی - لونڈی نے کہا - ہان چرایا ہی - خلیفہ نے لونڈی سی کہا - تو زیور کو لا - لونڈی نے کہا - اللہ کی قسم مین نے وہ زیور نہین چرایا ہے ابو یوسف نے کہا - ای امیر المومنین یہ لونڈی اقرار یا انکار مین سچی ہی - آپ نی یہی قسم کھائی تھی - کہ تو مجھ سے سچ سچ کہدی - ورنہ مین تجھے قتل کر ڈالون گا - اس نے پہلے چوری کا اقرار کیا پھر انکار اور اقرار اور انکار ان دونون مین سی ایک ضرور بالضرور سچ ہے - لہذا اس نے آپ سی سچ کہدیا - اور آپ کی قسم پوری ہوگئی - اسوقت ہارون رشید کا غضب زائل ہوا - اور ہارون رشید نے یہ حکم دیا - کہ ایک لاکھ درہم ابو یوسف کے گھر پہنچا دیے جائین - خدام نی کہا خزانچی حاضر نہین ہین - اگر حکم ہو - تو کل پہنچا دیے جائینگے - خلیفہ نی کہا - قاضی نے آجکی رات ہمین مصیبت سے آزاد کیا - ہماری رات کس مصیبت سے کٹتی - قاضی کا صلہ کل پر نہین رکھنا چاہیئے - اِسی وقت پہنچانا چاہیئے - اُسی وقت دس توڑے ابو یوسف کے ساتھ اُن کے گھر تک پہنچا دئے گئے - (یط[19]) بشر مریسی نے شافعیؒ سے کہا - آپ اجماع کا کس طرح دعوی کرتے ہین - حالانکہ ایک چیز پر بھی تمام مشرق اور مغرب والون کا متفق اور مجتمع ہو جانا معلوم نہین ہو سکتا - بشر مریسی اور شافعیؒ کا یہ مناظرہ ہارون رشید خلیفہ کے سامنے ہوا - شافعیؒ نے ہارون رشید کیطرف اشارہ کر کے یہ کہا - یہ شخص جو بیٹھا ہوا ہے - اس کی خلافت پر تمام مشرق اور مغرب والون کا اتفاق اور اجماع ہی - یا نہین - بشر مریسی کو ڈر کے مارے اجماع کا اقرار کرنا پڑا - اور بند ہو گیا - (ک[20]) ایک اعرابی (یعنی ملک عرب کے جنگل کے رہنے والے) نے حسین بن علی کے پاس آکر اُنہین سلام کیا - اور اُن سے اپنی حاجت طلب کی - اور یہ کہا - مین نے آپ کے نانا کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے جب تمہین اپنی کوئی حاجت مانگنی ہو - تو چار آدمیون مین سے کسی ایک آدمی سے مانگنی چاہیے - یا کسی شریف عربی سے - یا کسی کریم سے - یا کسی قرآن کے جاننے والے سی - یا کسی ایسے شخص سے جسکا چہرہ صبیح ہو - یعنی کسی خوبرو سے - آپ سی زیادہ شریف کون ہی - آپ کے نانا کے سبب سے تمام عرب کو شرافت حاصل ہوئی - اور کرم آپکا شیوہ اور طریقہ ہی ہی - اور قرآن آپ ہی کی گھرون مین نازل ہوا ہی - رہی صباحت اور خوبروئی - سو مین نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہی جب تم مجھے دیکھنا چاہو - تو حسن اور حسین کو دیکھ لو یعنی میری اور حسن اور حسین کی شکل بعینہ ایک ہے - امام حسینؓ نے ارشاد فرمایا - تمہاری کیا حاجت ہے - اُس اعرابی نے اپنی حاجت

زمین پر لکھدی۔ امام حسینؓ نے ارشاد فرمایا میں نے اپنے باپ علیؑ کو یہ کہتے ہوئے سُنا ہے قِیْمَۃُ کُلِّ امْرِئٍ مَا یُحْسِنُہٗ (ہر ایک شخص جسقدر جانتا ہے اُسیقدر اُسکی قیمت ہے) اور میں نے اپنے نانا کو یہ کہتے ہوئے سُنا ہے المعروف بِقَدْرِ الْمَعْرِفَۃِ (انسان کو جسقدر علم اور معرفت ہے اُسیقدر اُسکے ساتھ نیکی کرنی چاہیے) میں آپ سے تین باتیں پُوچھتا ہوں اگر آپنے اُن میں سے ایک بات کا جواب اچھا دیا تو جو کچھ میرے پاس ہے میں آپ کو اُس میں سے تہائی دونگا۔ اگر آپنے دو باتوں کا جواب اچھا دیا تو جو کچھ میرے پاس ہے میں آپ کو اُس میں سے دو تہائی دونگا۔ اگر آپنے تینوں باتوں کا جواب اچھا دیا تو جو کچھ میرے پاس ہے میں آپ کو وہ سب دیدونگا۔ اور میرے پاس عراق سے اسی وقت ایک تھیلی سربمہر آئی ہے۔ اعرابی نے کہا پوچھئے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ (انسان نہ اللہ کی مدد کے بغیر جہل اور نادانی اور گناہ سے بچ سکتا ہے۔ اور نہ اللہ کی مدد کے بغیر اُسے علم و عبادت کی قوت ہوسکتی ہے) امام حسینؓ نے ارشاد فرمایا "سب سے بہتر اور افضل عمل کونسا ہے" اعرابی نے کہا "اللہ پر ایمان لانا" امام حسینؓ نے ارشاد فرمایا "ہلاکی سے رہائی اور نجات پانیکا کیا طریق ہے" اعرابی نے کہا "اللہ پر اعتماد اور بھروسا کرنا" امام حسینؓ نے ارشاد فرمایا "انسان کی زینت اور آرائش کیا چیز ہے؟" اعرابی نے کہا عِلْمٌ مَعَہٗ حِلْمٌ (یعنے انسان کی آرایش و زینت وہ علم ہے جسکے ساتھ حلم اور بُردباری ہو) امام حسینؓ نے ارشاد فرمایا "اگر انسان میں یہ نہو تو پھر اسکے بعد انسان کی کیا زینت ہے" اعرابی نے کہا "مَالٌ مَعَہٗ کَرَمٌ" (یعنی اسکے بعد انسان کی زینت و زیبایش وہ مال ہے جسکے ساتھ کرم اور بخشش ہو) امام حسینؓ نے ارشاد فرمایا "اگر انسان میں یہ بھی نہو تو پھر اسکے بعد انسان کی زینت کیا ہے؟" اعرابی نے کہا "فَقْرٌ مَعَہٗ صَبْرٌ" (اسکے بعد انسان کی زینت وہ فقر ہے جس کے ساتھ صبر ہو) امام حسینؓ نے ارشاد فرمایا "اگر انسان میں یہ بھی نہ ہو تو پھر اسکے بعد انسان کی کیا زینت ہے؟" اعرابی نے کہا "پھر اسکے بعد انسان کی زینت وہ بجلی ہے جو آسمان سے آئے اور اُسے جلادے یعنی اس کے بعد انسان کی زینت اور عیب پوش موت ہے" امام حسینؓ یہ سُنکر ہنسنے لگے اور وہ تھیلی جو عراق سے آئی تھی اُسکے پاس پھینکدی

علم کی فضیلت کے عقلی دلائل

(**علم کی فضیلت کے عقلی دلائل**) جاننا چاہیئے کہ یہ امر ظاہر اور بدیہی ہے اور ہر ایک عاقل اسے جانتا ہے کہ علم کمال ہے اور جہل نقصان اور اسی سبب سے اگر کوئی شخص کسی عالم کو جاہل کہے تو اُسے یہ کہنا بُرا معلوم ہوتا ہے اگرچہ وہ یہ جانتا ہے کہ اس کہنے والے کا یہ قول جھوٹا ہے۔ اور اگر کوئی شخص کسی جاہل کو عالم کہے تو وہ اِس سے خوش ہوتا ہے اگرچہ وہ یہ جانتا ہے کہ اس کہنے والے کا یہ قول جھوٹا ہے اور یہ اِس کی دلیل ہے کہ علم خود بذاتہٖ شریف اور محبوب اور مطلوب ہے علم اس سبب سے محبوب اور مطلوب نہیں ہے کہ اُس سے کوئی اور چیز جو بذاتہ شریف اور محبوب اور مطلوب ہے حاصل ہوتی ہے۔ اور جہل بذاتہ نقصان ہے اور جہل سے لوگوں کو اس سبب سے نفرت نہیں ہے کہ اُس سے کوئی اَور چیز جو بذاتہ نقصان اور قبیح ہے حاصل ہوتی ہے اور ایک عقلی دلیل یہ بھی ہے کہ علم جہاں پایا جاتا ہے وہاں علم والے کی حرمت اور عزت اور تعظیم ہوتی ہے یہاں تک کہ جسوقت جانور انسان کو دیکھتا ہے اُسے دیکھکر ہیبت زدہ ہوتا ہے اگرچہ وہ انسان سے بہت ہی قوی ہو۔ اسیطرح چرواہوں کا گروہ جب اپنی جنس میں سے اُس شخص کو دیکھتا ہے جو اُنکے کام میں بڑا عاقل اور صاحب فضل ہے تو وہ اُسکی اطاعت اور انقیاد کرتا ہے۔ علماء اگر تعصب اور عناد نہ کریں تو وہ طبیعت اور جبلت کے اعتبار سے اُن لوگوں کے سردار اور رئیس ہیں جو اُن میں سے علم میں کم ہیں اسیطرح جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے دشمنی اور عناد رکھتے تھے اُن میں سے بہت سے لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے ارادے سے آئے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب اُنکی نگاہ پڑی تو نگاہ پڑتے ہی اللہ تعالیٰ نے اُنکے دلوں میں ہیبت اور رعب ڈالدیا اور ہیبت زدہ ہوکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطیع اور فرمانبردار ہوگئے اور اسی سبب سے کسی شاعر نے کہا ہے ؎ لَوْ لَمْ تَکُنْ فِیْہِ اٰیَاتٌ مُّبَیِّنَۃٌ + کَانَتْ بَدِیْھَتُہٗ تُنْبِیْکَ عَنْ خَبَرٍ + اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں آفتاب سے زیادہ ظاہر اور روشن معجزے نہوتے تو آپکی صورت پر نگاہ کا پڑجانا ہی تجھے حقیقت حال بتادیتا ایک عقلی دلیل یہ بھی ہے کہ اس میں کسیطرح کا شک نہیں کہ انسان باقی اور سب حیوانات سے افضل ہے اور انسان کی یہ فضیلت انسان کے قوی ہونیکے سبب سے نہیں ہے کیونکہ بہت سے حیوانات قوت میں انسان کی برابر ہیں یا انسان سے زیادہ تو معلوم ہوا کہ انسان کی یہ فضیلت صرف اِس سبب سے ہے کہ انسان ایک نورانی مرتبہ اور ایک ایسے ربانی لطیفے کے ساتھ مخصوص ہے کہ جس کے سبب سے وہ چیزوں کی حقیقتوں کو جاننے کے قابل اور اللہ کی عبادت میں مشغول رہنے کے لائق ہوگیا جیسا خود اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ (میں نے جن اور آدمی صرف عبادت ہی کے لیے پیدا کئے ہیں) ایک عقلی دلیل یہ بھی ہے کہ جاہل گویا ایسے سخت اندھیرے میں ہے کہ اُسے کچھ دکھائی نہیں دیتا اور عالم گویا عالم غیب کے اطراف میں اُڑتا پھرتا ہے اور معقولات کے دریاؤں میں تیرتا پھرتا ہے اور موجود اور معدوم

اُسے ممکن) اور یہ پہچانتا ہے کہ ممکن کی دو قسمیں ہیں جوہر اور عرض (جو ممکن محل کا محتاج ہے اُسے عرض کہتے ہیں۔ اور جو محل کا محتاج نہیں ہے اُسے جوہر) اور جوہر کی دو قسمیں ہیں بسیط اور مرکب
(بسیط مرکب کا مقابل ہے یعنی جو مرکب نہیں ہے اُسے بسیط کہتے ہیں) اور ان میں سے ہر ایک کو انکے اقسام اور اقسام کے اقسام اور انکے اجزا اور اجزا کے اجزا کیطرف تقسیم کرتا ہے یعنی
ان سب جو مرتبے سوا ہیں انھیں قسام اور اقسام کے اقسام کے کیطرف تقسیم کرتا ہے اور مرکب کو اجزا اور اجزا کے اجزا کیطرف اور مرکب جس جز میں اور مرکبات کا شریک ہے اُسے بھی پہچانتا
ہے اور مرکب کو جس جز کے سبب سے اور مرکبات سے امتیاز ہے اُسے بھی اور ہر ایک چیز کے اثر اور مؤثر اور معلول اور علت اور لازم اور ملزوم اور کلی اور جزئی اور واحد اور کثیر کو پہچانتا ہے یہانتک کہ اُسکی عقل
اُس کتاب کی مثل ہو جاتی ہے جس میں تمام معلومات اور تمام معلومات کے تمام اقسام بالتفصیل لکھے ہوئے ہیں اس وجہ سے زیادہ اور کونسی سعادت ہے انسان کا نفس پہلے جاہل اور
نادان ہوتا ہے اور اُس میں علم کی استعداد ہوتی ہے پھر وہ عالم ہو جاتا ہے عالم ہو جانیکے بعد وہ عالم ارواح میں سورج کی مثل ہو جاتا ہے اور باقی اور تمام انسانوں کے نفسوں کیلئے ہمیشہ کی زندگی کا
سبب بن جاتا ہے پہلے وہ خود کامل ہوا پھر اور انسانوں کے نفسوں کا مکمل یعنی کامل کرنیوالا بنا اور اللہ کے بندوں اور اللہ کے درمیان واسطہ ہو جاتا ہے اسی سبب سے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا
ہے یُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوحِ مِنْ اَمْرِهٖ (اللہ فرشتوں کو اپنے حکم سے علم اور قرآن کے ساتھ نازل کرتا ہے) قرآن کے مفسروں نے اس آیت میں روح کی تفسیر علم اور قرآن کیساتھ کی ہے
اور جسطرح بدن روح کے بغیر مردہ اور نکما ہوتا ہے اسیطرح روح علم کے بغیر مردہ اور نکمی ہوتی ہے اسکی نظیر اللہ تعالیٰ کا یہ قول وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ اَمْرِنَا ہے (اسیطرح ہم نے اپنے
حکم سے علم اور قرآن تیری طرف بھیجا) علم روح کی روح اور نور کا نور اور خلاصے کا خلاصہ ہے اور اس سعادت کے خاصّوں میں سے ایک خاصّہ یہ ہے کہ یہ سعادت باقی رہتی ہے اور یہ سعادت فنا اور
تغیر سے محفوظ اور بے خوف و خطر ہے کیونکہ جو تصور کلی ہیں اُن میں زوال اور تغیر نہیں ہوتا جب یہ سعادت فی ذاتہ نہایت اعلیٰ درجے کی ہے اور ہمیشہ باقی رہتی ہے تو یہ سعادت تمام سعادتوں
سے بہت بڑی ہے اور انبیاء علیہم السلام صرف حق کی طرف بلانے ہی کے لئے بھیجے گئے ہیں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ (اپنے پروردگار کی
راہ کی طرف حکمت یعنی حق کے ساتھ بلا) نیز ارشاد فرمایا ہے قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ (اے محمد اُن سے یہ کہدے میری یہی راہ ہے میں خلق
کو اللہ کی طرف بلاتا ہوں میں اور میرے تابعدار بصیر اور دانا ہیں) اسکے بعد پھر تو اس قصّہ کو ابتدا سے سن اللہ تعالیٰ نے جب ارشاد فرمایا اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً
(میں زمین میں خلیفہ کرنے والا ہوں) اور فرشتوں نے یہ کہا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا (تو زمین میں ایسے لوگوں کو پیدا کرتا ہے جو زمین میں فساد کرینگے) تو اللہ تعالیٰ نے
یہ ارشاد فرمایا اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (جو تم نہیں جانتے ہو میں جانتا ہوں) اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو بھی یہی جواب دیا کہ میں عالم ہوں۔ میں ہر چیز جانتا ہوں اور جلال
اور بزرگی کی باقی اور صفتوں (یعنی قدرت اور ارادہ اور سننا اور دیکھنا اور موجود ہونا اور قدیم ہونا اور مکان اور سمت سے مستغنی اور پاک ہونا) میں سے کسی صفت کے ساتھ
فرشتوں کو جواب نہیں دیا صرف علم ہی کی صفت کے ساتھ انہیں جواب دیا۔ اِس سے یہ صاف ظاہر ہے کہ بزرگی اور کمال کی اگرچہ تمام صفتیں نہایت شریف ہیں مگر علم
کی صفت باقی اور تمام صفتوں سے اشرف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السّلام کا فضل علم ہی کے ساتھ ظاہر کیا۔ اِس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ علم باقی اور تمام صفتوں سے
اشرف ہے اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السّلام کا علم فرشتوں پر ظاہر کیا تو آدم علیہ السّلام کو فرشتوں سے سجدہ کرایا اور آدم علیہ السّلام کو عالم اسفل کا خلیفہ بنایا اس سے بھی
یہی معلوم ہوتا ہے کہ آدم علیہ السّلام علم ہی کے سبب سے اس درجے کے مستحق ہوئے۔ فرشتوں نے تسبیح و تقدیس کرنیکے ساتھ فخر کیا اور تسبیح و تقدیس کرنیکے ساتھ فخر اسیوقت ہوتا
ہے کہ تسبیح و تقدیس کا کرنا علم کے ساتھ ہو۔ اگر تقدیس و تسبیح ہوا اور پاک اور مقدس ہونیکا علم نہ ہو تو یہ تسبیح و تقدیس کرنا نفاق ہے اور نفاق سب چیزوں سے بدتر ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے
اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ (منافق دوزخ کے سب نیچے طبقے میں رہینگے) یا تسبیح اور تقدیس تقلید کے ساتھ ہے جو قبیح اور مذموم ہے تو یہ بات ثابت ہوگئی
کہ فرشتوں کی تسبیح اور تقدیس علم ہی کیوجہ سے فخر کی موجب ہوئی۔ آدم علیہ السّلام پر معصیت اور گناہ کا اطلاق صرف اسی سبب سے ہوا کہ اُن سے صرف ایک اجتہادی مسئلہ میں غلطی اور خطا
ہوگئی اس کا بیان عنقریب آتا ہے اور آدم علیہ السّلام جس مصیبت میں مبتلا ہوئے اسی تھوڑی سی خطا کے سبب سے مبتلا ہوئے اور جس چیز میں خوف و خطر سب چیزوں سے زیادہ ہے وہ چیز سب
چیزوں سے اشرف و اعلیٰ ہے۔ اس سے بھی یہی معلوم ہوا کہ علم کی شان کی جلالت اور بزرگی بے انتہا ہے۔ جب آدم علیہ السّلام نے علم کی جلالت اور بزرگی کی برکت ہی کے سبب سے توبہ کی

طلب میں کیسے مشغول ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَأَىٰ كَوْكَبًا (جب رات ہوئی تو ابراہیم نے تارا دیکھا) پھر ابراہیم تارے سے چاند کی طرف اور چاند سے سورج کیطرف منتقل ہوا اور ابراہیم کا ذہن فکر کے ساتھ ایک چیز سے دوسری چیز کی طرف برابر منتقل ہوتا رہا یہانتک کہ وہ ظاہر دلیل اور روشن برہان کے ساتھ مقصود تک پہنچ گیا اور اُسنے شرک سے منہ پھیر کر یہ کہا اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (جس نے تمام آسمان اور زمین پیدا کی ہیں میں نے اپنا چہرہ اُسی کیطرف پھیرلیا) جب ابراہیم علیہ السلام اس درجے تک پہنچ گئے تو اللہ تعالیٰ نے آپکی بے انتہا مدح اور کمال تعظیم کی کبھی یہ ارشاد فرمایا وَكَذٰلِكَ نُرِيْ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (ہم ابراہیم کو اسیطرح آسمانوں اور زمین کی بادشاہت دکھلاتے ہیں) اور کبھی یہ وَتِلْكَ حُجَّتُنَا اٰتَيْنٰهَا اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَاءُ (ہم نے ابراہیم کو اُسکی قوم کے مقابل یہ دلیل اور حجت عطا کی۔ اور ہم جسکے درجے چاہتے ہیں بلند کردیتے ہیں) ابراہیم علیہ السلام مبدأ کی معرفت سے فارغ ہوجانے کے بعد معاد کی معرفت میں مشغول ہوئے اور یہ ارشاد فرمایا وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى (جس وقت ابراہیم نے یہ کہا اے پروردگار تو مُردے کس طرح زندہ کرتا ہے مجھے دکھلادے) ابراہیم علیہ السلام جب علم کے حاصل کرنیسے فارغ ہوگئے تو پھر تعلیم اور مناظرہ کرنے میں مشغول ہوئے کبھی اپنے باپ سے مناظرہ کیا اور یہ ارشاد کیا لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ (تو اُن بتوں کی عبادت اور پرستش کیوں کرتا ہے جو نہ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں) کبھی اپنی قوم سے مناظرہ کیا اور یہ ارشاد فرمایا مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ (جن صورتوں کی تم عبادت کررہے ہو یہ کیا ہیں؟) کبھی اپنے زمانے کے بادشاہ سے مناظرہ کیا جیسا اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْ حَاۗجَّ اِبْرٰهٖمَ فِيْ رَبِّهٖٓ (اے محمد کیا تو نے اُس شخص کو نہیں دیکھا جس نے رب کے باب میں ابراہیم سے بحث اور مناظرہ کیا) اور صالح اور ہود اور شعیب کا حال دیکھنا چاہیئے کہ وہ ابتدا میں علم کے حاصل کرنے میں مشغول رہے اور پھر آخر میں تعلیم کرنیکی طرف مصروف ہوئے اور خلق کو دلائل میں غور وفکر کرنے کیطرف ہدایت کرتے رہے اور موسیٰ علیہ السلام کا فرعون اور فرعون کے لشکر کے ساتھ یہی حال رہا پہلے موسیٰ علیہ السلام علم کے حاصل کرنے میں مشغول رہے پھر تعلیم اور ہدایت میں اور ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حال دیکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے علم کے عطا کرنیکے ساتھ اُنپر کس طرح بار بار احسان جتایا ارشاد فرمایا وَوَجَدَكَ ضَاۗلًّا فَهَدٰى ۝ وَوَجَدَكَ عَاۗىِٕلًا فَاَغْنٰى (اللہ نے تجھے گمراہ پایا پھر ہدایت کی۔ اللہ نے تجھے محتاج اور تنگدست پایا پھر تونگر کردیا) اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں پہلے علم کے عطا کرنے کے ساتھ احسان جتایا پھر مال کے عطا کرنے کے ساتھ اور ارشاد فرمایا ہے مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ (نہ تو کتاب سے واقف تھا اور نہ ایمان سے) اور ارشاد فرمایا ہے مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا (ان غیب کی خبروں کو اس سے پہلے نہ تو جانتا تھا اور نہ تیری قوم) اور اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے یہی وحی نازل کی اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ (اپنے پروردگار کا نام لیکر پڑھ) اسکے بعد یہ ارشاد فرمایا وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ (جو تو نہیں جانتا تھا اللہ تعالیٰ نے تجھے وہ سکھلادیا) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ یہی دعا مانگا کرتے تھے اَرِنَا الْاَشْيَاءَ كَمَا هِيَ (چیزیں فی الحقیقت جیسی ہیں اے میرے پروردگار تو مجھے انھیں اسیطرح دکھلادے) جو نقلی اور عقلی دلیلیں ہم نے بیان کی ہیں اگر کسی شخص کو علم کی فضیلت اُن سے بھی ظاہر نہ ہو تو اُسے کوئی چیز نہیں معلوم ہوسکتی اور علم کی فضیلت کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں علم کو شریف ناموں کے ساتھ موسوم کیا ہے اُن میں سے ایک نام حیات (یعنی زندگی) ہے ارشاد فرمایا ہے اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ (جو شخص مردہ تھا پھر ہم نے اُسے زندہ کردیا یعنی جو شخص جاہل اور نادان تھا پھر ہم نے اُسے عالم اور دانا کردیا) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے علم کو حیات ارشاد فرمایا۔ اور (دوسرا) روح ارشاد فرمایا ہے وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا (اسیطرح ہم نے اپنے حکم سے تیرے پاس علم بھیجا) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے علم کو روح ارشاد فرمایا اور تیسرا (نور) ارشاد فرمایا ہے اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اللہ آسمانوں اور زمین کا جاننے والا ہے) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے علم کو نور ارشاد فرمایا اور ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے طالوت کی صفت میں یہ ارشاد فرمایا ہے اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ (اللہ نے تم میں سے طالوت کو برگزیدہ کیا اور اُسے علم اور بدن میں زیادہ کشائش دی) اللہ تعالیٰ نے جو اس آیت میں علم کا ذکر جسم کے ذکر سے پہلے کیا اس سے یہ معلوم ہوا کہ علم جسم سے اشرف اور افضل ہے اور اس میں کسیطرح کا شک نہیں ہے کہ تمام مالی نعمتوں سے بدن کی سعادت مقصود ہے یعنی تمام مالی نعمتیں بدن کی سعادت کے وسیلے اور ذریعے ہیں اور بدن کی سعادت مقصود ہے اور یہ ظاہر ہے کہ مقصود وسیلوں اور ذریعوں سے اشرف اور افضل ہوتا ہے تو بدن

اور افضل ہوئی یوسف علیہ السلام نے شاہ مصر سے یہ کہا اِجْعَلْنِی عَلٰی خَزَائِنِ الْاَرْضِ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ (مجھے زمین کے خزانوں پر مقرر کردے میں حفاظت کرنیوالا اور جاننے والا ہوں) اور یہ نہیں کہا اِنِّیْ حَسِیْبٌ نَسِیْبٌ فَصِیْحٌ مَلِیْحٌ (میرا حسب نسب اچھا ہے میری زبان فصیح اور میرا چہرہ ملیح ہے) اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ حسب و نسب اور زبان کی فصاحت اور چہرہ کی ملاحت اِن سب سے علم اشرف و افضل ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے اَلْمَرْءُ بِاَصْغَرَیْہِ قَلْبِہٖ وَلِسَانِہٖ اِنْ تَکَلَّمَ تَکَلَّمَ بِلِسَانِہٖ وَاِنْ قَاتَلَ قَاتَلَ بِجَنَانِہٖ (انسان کی انسانیت انسان کی دو چھوٹی چیزوں یعنی دل اور زبان کے ساتھ ہے انسان اگر کلام کرتا ہے تو زبان کے ساتھ کرتا ہے اگر قتال کرتا ہے تو دل کے ساتھ کرتا ہے) کسی شاعر نے کہا ہے ؎ لِسَانُ الْفَتٰی نِصْفٌ وَنِصْفٌ فُؤَادُہٗ ✣ فَلَمْ یَبْقَ اِلَّا صُوْرَۃُ اللَّحْمِ وَالدَّمِ ✣ انسان کی آدھی انسانیت انسان کی زبان ہے اور آدھی انسان کا دل۔ زبان اور دل کے علاوہ گوشت اور خون کی صورت کے سوا اور کچھ نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے جہل اور نادانی کے عذاب کو آگ کے عذاب سے پہلے بیان کیا اور یہ ارشاد فرمایا کَلَّا اِنَّھُمْ عَنْ رَّبِّھِمْ یَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ۝ ثُمَّ اِنَّھُمْ لَصَالُوا الْجَحِیْمِ (نہیں نہیں بیشک وہ اُس دن اپنے پروردگار سے محجوب یعنی جاہل اور بے علم ہیں بیشک وہ جہنم میں داخل ہونے والے ہیں) بعضے عالموں نے کہا ہے تمام علموں کے کل تین مطلع ہیں۔ فکر کرنیوالا دل۔ بیان کرنیوالی زبان۔ دلوں پر معانی کی تصویر کھینچنے والا بیان۔ ہر ایک علم کا طلوع اور ظہور اِن ہی تین مطلعوں میں سے کسی ایک سے ہوتا ہے۔ علی بن ابیطالب رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا ہے علم کا عین عُلُوّ سے ماخوذ ہے اور لام لطف سے اور میم مُروّت سے بعضے عالموں نے کہا ہے کل گیارہ علم ہیں علمِ توحید تمام دینوں کے لئے ہے اور علمِ سِرّ شیطان کے دفع کرنیکے لئے اور علمِ معاشرت بھائیوں کے لئے اور علمِ شریعت دین کے ارکان کیلئے اور علمِ نجوم وقتوں کے لئے اور علمِ مبارزت (یعنی مقابلہ) شہسواروں کے لئے اور علمِ سیاست بادشاہ کے لئے اور علمِ رؤیا خواب کی تعبیر کے لئے اور علمِ فراست برہان اور دلیل کے لئے علمِ طب بدنوں کے لئے اور علمِ حقیقت رحمان کے لئے اور بعضے علماء نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے قول اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً یعنے اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی نازل کیا، میں علم کو پانی کے ساتھ تشبیہ دی۔ یعنی علم جو پانی کی مثل ہے اللہ تعالیٰ نے اُسے آسمان سے نازل کیا۔ اور پانی کی چار قسمیں ہیں مینہ کا پانی اور رَو کا پانی۔ اور نالے کا پانی اور چشمے کا پانی۔ اسیطرح علم کی بھی چار قسمیں ہیں علمِ توحید چشمے کے پانی کی مثل ہے جسطرح چشمے کے پانی کو حرکت اور جنبش دینی نہیں چاہیئے تاکہ وہ مکدر اور گدلا نہ ہو جائے اسیطرح اللہ تعالیٰ کی کیفیت کی تحقیق اور تنقیح نہیں کرنی چاہیئے تاکہ بندہ کافر نہ ہو جائے اور علمِ فقہ نالی کے پانی کی مثل ہے جس طرح نالی کا پانی کھودنے سے زیادہ ہوتا ہے اسیطرح علم فقہ استنباط سے زیادہ ہوتا ہے اور علمِ زہد مینہ کے پانی کی مثل ہے جسطرح مینہ کا پانی آسمان سے صاف نازل ہوتا ہے اور ہوا کے غبار کے سبب سے مکدر اور گدلا ہو جاتا ہے اسیطرح علمِ زہد صاف ہے اور طمع کے سبب سے مکدر اور گدلا ہو جاتا ہے۔ اور علمِ بدعت رَو کے پانی کی مثل ہے جس طرح رَو کا پانی زندوں کو مردہ اور خلق کو ہلاک اور برباد کر دیتا ہے اسیطرح بدعتیں زندوں کو مُردہ اور خلق کو ہلاک اور برباد کر دیتی ہیں ✣ واللہ اعلم ✣

# تَمَّ الْجِلْدُ الْاَوَّلُ وَیَتْلُوْہُ الثَّانِیْ اِنْشَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی

۸/۶ ۱۳